مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی وعلمی مجلہ
جلد ۲
محرم، صفر سنہ ۱۴۲۰ھ
شمارہ ۷
زمزم
مدیر مسئول ومدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ -/۶۰ روپے
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور یوپی
پن کوڈ — ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

فہرست مضامین

mdajmalansari52@gmail.com

محمد اجمل مشتاقی
R.

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطرناک رجحان

مولانا حکیم صادق سیالکوٹی مشہور غیر مقلد عالم ہیں ان کی دو کتابیں سبیل الرسول اور صلوٰۃ الرسول غیر مقلد حلقوں میں بہت معروف و مقبول ہیں، میرے ہاتھ میں اس وقت سبیل الرسول کا نیا اڈیشن الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دہلی کا ہے اس کا صفحہ ۳۶ کھولئے گا تو اس پر قرآن کی آیت کریمہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لکھی نظر آئے گی۔

آیت کا ترجمہ ہے (اے مومنو) اللہ اور رسول کی دعوت پر لبیک کہو جب تم کو رسول پکارے۔

مگر حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے دونوں جگہ ترجمہ میں اللہ کا لفظ اڑا دیا ہے حکیم صاحب کا ترجمہ یہ ہے ۔ جب رسول بلائے تو قبول کرو ۔ دوسری جگہ ترجمہ کیا ہے ۔ جب رسول پکارے و بلائے تو استجابت کرو۔

اسی طرح آپ اس کتاب کا صفحہ ۱۰۱ کھولیں، اس صفحہ میں آپ کو یہ آیت لکھی ہوئی ملے گی ۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم، آیت کا ترجمہ ہے ۔ فرماں برداری کرو اللہ کی اور رسول کی اور اپنے عمل کو باطل نہ کرو۔"

یہاں پر بھی حکیم صاحب نے ترجمہ میں اللہ کا لفظ ذکر نہیں کیا ہے حکیم صاحب کا ترجمہ یہ ہے "فرماں برداری کرو رسول کی اور (راہ رسول سے ہٹ کر) اپنے عملوں کو باطل نہ کرو"

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس کا احساس ہو رہا ہے کہ غیر مقلد حلقوں میں آہستہ آہستہ اسلام کی نئی تشریح پیدا کی جا رہی ہے، جس میں کتاب اللہ کو نظر انداز کر دینے کا رجحان بڑی تیزی کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے، یا کم از کم شریعت اسلامیہ میں اس کے مصدر اول ہونے کی حیثیت کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

حکیم صاحب سبیل الرسول کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل، سنت، حدیث، سیرت، اسوہ اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ہے" ص ۳۶

آپ نے دیکھا ایک ہی چیز یعنی سنت رسول کو مختلف چیز بنا کر بار بار دہرایا گیا، مگر سبیل الرسول میں نہ کہیں خدا کا نام آیا اور نہ خدا کی کتاب کا، گویا غیر مقلدین حضرات کے یہاں بلا خدا کی کتاب پر عمل کئے ہوئے بھی آدمی سبیل الرسول پا سکتا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۴۷ پر آپ کو یہ عبارت بھی نظر آئے گی

"تمام صحابہ صرف حدیث اور سنت ہی پر چلتے تھے"

"پھر آپ بھی عہد کریں کہ صرف حدیث اور سنت ہی پر عمل کریں گے"

غرض صرف حدیث و سنت کی دعوت اور کتاب اللہ سے چشم پوشی کے نظارے اس کتاب میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں، اور مولانا صادق صاحب جیسے مشہور غیر مقلد عالم کی اس بارے میں انتہا پسندی کا عالم یہ ہے کہ سنت و حدیث کی اہمیت جتلانے کیلئے ایسی حرکت کر جاتے ہیں کہ ایمانی غیرت چیخ چیخ کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً انھوں نے ۔۔ پر آیت کریمہ نقل کی۔

یاایھاالذین آمنوا استجیبوا اے ایمان والو تم اللہ و رسول کے کہنے کو بجا لاؤ

للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرأ وقلبہ وانہ الیہ تحشرون۔	جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے (ترجمہ مولانا جونا گڑھی)

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اس آیت کی ابتدا میں اہل ایمان سے خطاب ہے پوری آیت میں انھیں کا ذکر ہے ۔ واعلموا سے مومنین کو متوجہ کیا گیا ہے ۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومنین صحابہ کرام تھے ۔ گویا واعلموا (تم جان لو) کے مخاطب صحابہ کرام ہیں ۔

اب حکیم صاحب کی حرکت ملاحظہ فرمائیے جب اس آیت کی الگ الگ تشریح کی تو فرماتے ہیں (اور کیا فرماتے ہیں کاش حکیم صاحب نہ فرماتے تو بہتر تھا)

واعلموا اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پکاروں کی پرواہ نہ کرنے والو) جان لو ۔

صحابہ کرام کو اس انداز سے یاد کرنا یہ صرف غیر مقلدین ہی کا حجم کردہ ہے، قرآن کی تحریف کر کرکے غیر مقلدین حضرات حدیث وسنت کا مقام اور اس کی اہمیت دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ، اور اس کا نام انھوں نے سبیل الرسول کی دعوت رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان فدائیان حدیث وسنت کو صحیح سمجھ اور دین کا صحیح شعور دے ، حدیث وسنت سے وارفتگی وعشق بجا ۔ اللہ مزید آپ کو اس کی توفیق عنایت فرمائے ، مگر اس کام کے لئے کتاب اللہ میں تحریف کرنا ، کتاب اللہ کی شرعی حیثیت کو مجروح کرنا دین کی نئی تشریح کرنا یہ تو نہایت ضلالت وگمراہی کی باتیں ہیں اس سے تو آپ بچیں ۔

مسلمانوں کو اس قسم کے خطرناک رجحان پیدا کرنے والی ہر حرکت سے نفرت کرنی چاہئے ، اس طرح کے لوگوں سے ترک تعلق ہی میں دین کی حفاظت اور ایمان کا

بجا ہے ، منکرین سنت نے قرآن سے تعلق خاطر کا ایسا اظہار کیا کہ حدیث و سنت ہی کے منکر ہو گئے اور اب اسی قسم کا رجحان غیر مقلدین حضرات میں بھی پیدا ہو رہا ہے کہ وہ منکرین سنت ہی کی راہ چلتے ہوئے فقہ و فقہاء کی ضد میں حدیث و سنت سے گہری وابستگی کے نام پر کتاب اللہ کو نظر انداز کرتے جا رہے ہیں ۔

اگر منکرین سنت کا عمل گمراہی تھا تو منکرین تقلید یعنی غیر مقلدین حضرات کا یہ عمل بھی گمراہی ہے ۔

خدا ہمیں اور پوری امت اسلامیہ کو گمراہی کی ہر قسم سے محفوظ رکھے اور شریعت کے جادۂ مستقیم پر چلائے ۔

مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والی کچھ کتابیں

(۱) وقفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية (عربی)
(۲) وقفة مع معارضي شيخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب والامراء السعوديين (عربی)
(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب و سنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں ۔ (طبع دوم)
(۴) غیر مقلدین کی ڈائری (طبع دوم)
(۵) غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ
(۶) محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں
(۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر
(۸) تذکرۂ طیب ۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اگر خواب میں آدمی اچھی بات دیکھے تو اس کا تذکرہ ان سے کرے جن کو اس سے محبت ہو، اور اگر خواب میں ناگوار بات نظر آئے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اور تین بار تھوک دے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے، اگر اس نے یہ کیا تو یہ خواب اس کو نقصان نہیں پہونچائے گا۔

خواب میں آدمی کبھی ایسی بات دیکھتا ہے جس سے اسے خوشی ہوتی ہے اور کبھی وہ بات دیکھتا ہے جس سے اس کو ناگواری ہوتی ہے۔ اچھی بات دیکھنے پر اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی تعبیر بھی معلوم کرے اور لوگوں سے اس کا ذکر بھی کرے، مگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے کہ خواب میں خواہ اچھی بات ہی نظر آئے مگر اس کا تذکرہ سب سے نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے کرے جو نیک ہو اور خواب دیکھنے والے سے اس کا تعلق محبت کا ہو، اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ عموماً خواب کی جیسی تعبیر بیان کی جاتی ہے اس کا وقوع اسی طرح ہوتا ہے۔ اب اگر کسی ایسے آدمی سے خواب دیکھنے والے نے اپنے خواب کا ذکر کر دیا جو اس سے بغض و عناد رکھتا ہے یا نیک اور صالح نہیں ہے تو نہ معلوم وہ خواب کو سن کر اپنی زبان سے کیا نکالے اور پھر اچھے خواب کی تعبیر بھی بری ہو جائے، اس وجہ سے اچھا خواب ہمیشہ نیک صالح اور محبت کرنے والے لوگوں سے بیان کرنا

چاہیئے۔

برا خواب دیکھ کر آدمی پریشان ہوجاتا ہے۔ مگر حدیث میں جو اس کا علاج ذکر کیا گیا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر تین دفعہ بائیں طرف تھوک دیا جائے تو اس پر عمل کرنے سے انشاء اللہ جیسا کہ خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے یہ خواب اس کے لئے باعث پریشانی نہیں بنے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برے خواب کا تذکرہ نہ اپنوں سے نہ غیروں سے نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا اثر خراب پڑنے کا اندیشہ ہے۔

(۲) امام مسلم اپنی صحیح میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں :

اللہ کی اس پر لعنت ہے جو اللہ کے سوا کسی کے نام پر جانور ذبح کرے، اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے جو راستہ کے نشانات کو چرائے، اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے جو اپنے والد کو برا بھلا کہے، اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے جو کسی بدعتی اور ظالم کو عزت دے اور اس کی حمایت کرے (مشکوٰۃ)

اس حدیث میں کئی شخصوں پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی بددعا ہے، پہلا وہ شخص ہے، جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے، بہت سے جاہل لوگ بزرگ اور پیر کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، اس طرح کا جانور حرام ہے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، وہ جانور مردار کے حکم میں ہوجاتا ہے، جانور کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، اس وجہ سے جانور کو اسی کا نام لیکر ذبح کیا جانا جائز ہوگا۔

دوسرا وہ شخص ہے جو زمین کے نشانات کو مٹا دے یا بدل دے یا اس کو چرالے یہ شخص بھی ملعون ہے، مسافروں کے لئے راستوں میں نشانات قائم کردیئے جاتے ہیں کہیں پتھر لگا دیا جاتا ہے، کہیں روشنی لگا دی جاتی ہے، کہیں کوئی بورڈ وغیرہ لگا دیا جاتا ہے، اس سے مسافروں کو سفر میں بڑی راحت ہوتی ہے، راستہ کی سمت معلوم ہوتی ہے، راستہ کی مسافت معلوم ہوتی ہے، اس طرح کے نشانات پہلے بھی اور اس

زمانہ میں بھی لگائے جاتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسافر کو صحیح معلومات حاصل ہو، اور وہ سفر میں اجنبی جگہ ہونے کی وجہ سے بھٹکنے نہیں، اب بڑی کمینی حرکت ہوگی کہ ان نشانات کو چرا لیا جائے، یا اس میں تبدیلی پیدا کر دیا جائے جس سے مسافر پریشان ہو اور اسے صحیح معلومات حاصل نہ ہوں، یہ اتنے بڑے گناہ کا کام ہے کہ ایسے شخص پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ملعون ہونے کی بددعا فرمائی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے والد کو برا بھلا کہتا ہے، اس کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ماں باپ کا احترام واجب ہے، ان کے احترام کے خلاف کوئی بات کرنا سخت معیوب اور بہت بڑا گناہ ہے۔

چوتھا وہ شخص ہے جو کسی ظالم یا بدعتی کی حمایت اور اس کی عزت کرتا ہے یہ شخص بھی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ملعون ہے، حدیث میں " محدث " کا لفظ ہے، علماء فرماتے ہیں کہ محدث وہ شخص بھی ہے جو دوسروں کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے اور آپ اس کی حمایت کریں، ظالم کی حمایت کرنا قطعًا حرام ہے، خواہ یہ زیادتی کرنے والا اپنا عزیز قریب اور دوست ہی کیوں نہ ہو، شریعت کی حدود سے نکل کر قرابت داری اور رشتہ داری اور دوست داری نہیں جتائی جائے گی، حمایت بیجا کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور محدث وہ شخص بھی کہلاتا ہے جو دین میں دین کے نام پر نئی نئی باتیں پیدا کرتا ہے، اسی کو عام زبان میں بدعتی کہا جاتا ہے، بدعتی کا احترام اور اس کی عزت بھی جائز نہیں ہے، بدعتی شخص دین میں نئی باتیں پیدا کر کے اللہ اور اس کے رسول پر افترا کرتا ہے، اور جو باتیں اللہ و رسول کی نہیں ہیں وہ انھیں عوام کو اللہ و رسول کی باتیں باور کراتا ہے، ایسا شخص اس حدیث کی روشنی میں ملعون ہے، وہ مسلمانوں سے کسی عزت و احترام کا مستحق نہیں۔

(۳) حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حسن و خوبی سے ہر کام انجام دینے کو ضروری قرار دیا ہے اگر کسی کو قتل بھی

کرو تو اس میں بھی حسن و خوبی اختیار کرو، جانوروں کو ذبح کرو تو اس میں بھی حسن و خوبی اختیار کرو، چھری خوب تیز کر کے ذبح کرو، جانوروں کو ذبح کے بعد اتنی دیر چھوڑ دو کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے اور اس کا تڑپنا ختم ہو جائے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، آپ کی ساری تعلیمات و ہدایات میں آپ کی شان رحمۃ للعالمینی کی جھلک ملتی ہے، آپ کی تعلیمات و ہدایت یہ ہے کہ اگر ایک شخص واجب القتل ہے تو اس تو اس طرح قتل کرو کہ تمہاری درندگیت کا اظہار نہ ہو، اس کا ناک کان مت کاٹو، اس کو جلا کر مت قتل کرو اس کی آنکھ پھوڑ کر مت ہلاک کرو۔ دشمنوں سے بھی اگر مقابلہ ہو تو تمہاری یہی شان ہونی چاہئے۔

جانوروں کو ذبح کرنے کے بارے میں بھی آپ کی یہی ہدایات ہے کہ تمہارے انداز ایسا نہ ہو کہ جس سے قلب کی قساوت کا پتہ چلے، جس چھری سے چاہا اور جس طرح چاہا جانور کو ذبح کر کے اس کی کھال نکال لی، ذبح کرنے سے پہلے چھری کو خوب تیز کر لو کہ گردن کی رگ کٹنے میں دیر نہ ہو۔ ذبح کرنے کے بعد جانور کو کچھ دیر کیلئے چھوڑ دینا چاہئے کہ اس کی جان پوری طرح سے نکل جائے اور اس کا جسم ٹھنڈا ہو جائے۔ جب تک جانور میں حرکت رہتی ہے اس کے بدن میں جان رہتی ہے اگر اسی وقت اسکی کھال نکالی جائے یا اس کے عضو کاٹے جائیں تو ایسے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے (بخاری ومسلم)

کچھ لوگ نشانہ بازی کی مشق کرتے ہیں، اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی چیز کو نشانہ کی جگہ پر رکھکر تیر و بندوق سے نشانہ بازی کی مشق کیجائے مگر یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ اس کیلئے کسی جانور کو مثلاً کسی پرندہ کو نشانہ پر رکھکر نشانہ بازی کیجائے، حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے، جانوروں کی جانیں بطور تفریح لینا بہت بڑا ظلم ہے اور بدترین گناہ ہے۔

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرہ

پر مارنے سے منع فرمایا ہے ۔

ماں باپ اور مدرسہ کے معلمین پر بچوں کو ادب دینا ضروری ہے، اور کبھی اس کے لیے، بچوں کی پٹائی بھی کرنی پڑتی ہے، مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کے موقع پر اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کونسی جگہ پر ضرب لگائی جائے بدن کا ہر حصہ مارنے کی جگہ نہیں ہے، بدن کے نازک حصوں پر ضرب نہیں لگانی چاہیئے ۔ اس حدیث میں بطور خاص چہرہ پر مارنے سے منع کیا گیا ہے، چہرہ پر مارنے سے ہو سکتا ہے کہ ضرب شدید لگ جائے اور چہرہ مجروح ہو جس سے کبھی انسان کا چہرہ بدنما ہو جاتا ہے، چہرہ ہی میں آنکھ کان دانت وغیرہ کا بھی حصہ ہے، چہرہ پر مارنے سے اس کا اندیشہ ہے کہ آنکھ مجروح ہو جائے جس سے بینائی متاثر ہو، ناک میں ایسی ضرب لگ جائے کہ نکسیر پھوٹنے سے خون زیادہ نکلے جس سے دماغ بطور خاص متاثر ہوتا ہے اور پورے بدن پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ دانت ٹوٹنے کا بھی اندیشہ ہے اس سے انسان کا چہرہ بدنما ہو جاتا ہے، کان بھی بہت نازک عضو ہے اس پر چوٹ لگنے سے سننے کی قوت متاثر ہوتی ہے، اسلئے بچوں کو چہرہ پر مارنے سے بچنا چاہیئے ۔

(٦) حضرت ابو ثعلبہ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم لوگ زیادہ تر سفر کرنے والے لوگ ہیں، ہمارا گذر یہودیوں نصرانیوں اور مجوسیوں کی بستیوں سے ہوتا ہے، کھانے پینے کے لئے ہمیں انکا برتن استعمال کرنا ہوتا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے ؟

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی دوسرا برتن نہ ملے اور انھیں کے برتن میں کھانا پینا ہو تو اس کو دھولو اور اس کو کھانے پینے میں استعمال کرو ۔

غیر مسلم عام طور پر صفائی اور نظافت کا وہ اہتمام نہیں کرتے ہیں جو اسلام کا مطلوب ہے، نصرانیوں کے یہاں شراب عام طور پر استعمال ہوتی ہے جو ہمارے یہاں

نجس وناپاک ہے، اسی طرح مشرک اور مجوسی قوموں میں مردار جانور کے گوشت سے پرہیز نہیں ہوتا، بدن کی طہارت ونظافت کا جو اہتمام دین اسلام میں ہے وہ دوسری قوموں میں نہ ہونے کے برابر ہے، اس وجہ سے غیر مسلموں کے برتن کے استعمال سے تاحد امکان بچنا چاہیئے اور اگر کسی وجہ سے ان کے برتن کا استعمال کرنا بھی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھولیا جائے اور پھر اس کو کھاتے پینے کے لئے استعمال کیا جائے۔ بعض لوگ جو بہت زیادہ وسواسی ہوتے ہیں وہ غیر مسلوں کے برتن کا استعمال قطعاً نہیں کرتے، اس حدیث میں ان کے وسوسہ کو بھی دفع کرنا ہے کہ مشرکوں کا برتن دھو کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۶) حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چوہا جمے ہوئے گھی میں گر کر مرجائے تو آس پاس کا گھی نکال کر اس کو کھایا جائے اور اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو پھر اس گھی کا استعمال کھانے کیلئے درست نہیں ہے۔

گھروں میں عام طور پر پائے جانے والے جانور مثلاً چوہا چھچھوندر وغیرہ ادھر ادھر کیا کرتے ہیں اور گھی تیل وغیرہ اگر کھلے برتن میں ہوں تو اس میں گر کر مرجاتے ہیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں ہدایت یہ ہے کہ اگر گھی جما ہو تو چوہا نکال کر اس کے آس پاس کا گھی نکال لیا جائے اور بقیہ گھی کو استعمال کیا جائے البتہ اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اب اس کا استعمال درست نہیں ہے، یہ حکم اس چوہے کا ہے جو گھی تیل وغیرہ میں گر کر مرجائے اگر مرے نہیں تو چوہا نکال کر اس گھی تیل کا استعمال کرنا جائز ہے۔

یہ صرف کھانے میں استعمال کی بات ہے۔ ورنہ جس پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر کر مرجائے اس کا کھانے پینے کے علاوہ کی جگہوں میں مثلاً جلانے وغیرہ کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔

(۷) حضرت عمر ابن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا بچہ تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا، میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو میرا ہاتھ

برتن میں ادھر ادھر جاتا تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تم سے قریب ہے وہاں سے کھاؤ۔

بعض بچے ہی نہیں بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی کھانے کے آداب کا لحاظ نہیں کرتے اور کھانے کے برتن میں کبھی یہاں ہاتھ رکھا اور کبھی وہاں ہاتھ رکھا جب کھانا ایک برتن میں اور ایک ساتھ کھایا جا رہا ہو تو ہمیشہ اپنے سامنے والے حصہ سے کھانا چاہئے۔ بچوں کو بھی اس کی ہدایت کرنی چاہئے۔

آج کل رواج ہوتا جا رہا ہے کہ لوگ پانی پینے میں بایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں یہ سخت معیوب بات ہے، کھانا پینا (اگر کوئی عذر نہ ہو تو) ہمیشہ داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے کھانے پینے کے آداب سے آگاہ کرائیں۔

خوشخبری

ناظرین، زمزم، وجملہ اہل علم کو یہ خبر دیتے ہوئے ادارہ مکتبہ اثریہ مسرت محسوس کرتا ہے کہ مولانا محمد ابوبکر غازیپوری مدظلہ کی معرکۃ الآراء عربی تالیف "وقفۃ مع اللامذہبیہ" کا ترجمہ "آئینۂ غیر مقلدیت" کے نام سے چھپ کر سامنے آگیا ہے۔ کتاب کا ترجمہ مولانا رضوان الرحمٰن قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس نے کیا ہے، اور اس پر حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس کا گراں قدر پیش لفظ ہے۔

کتاب کی عام قیمت صرف پچاس روپے ہے۔

ناظرین آرڈر دینے میں تاخیر نہ کریں۔

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

کتاب خمار زہد پر ایک نگاہ

(تیسری قسط)

(۲۴) مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ان کے یہاں عورت کی عدت کے ایام کا شمار حیض یا طہر کی مدت سے نہیں ہے بلکہ دم حیض کی صفت یا عورتوں کی عادت سے ہوگا، اور پھر فرمایا کہ غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ کتاب وسنت اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے

اس پر نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ گل افشانی فرمائی ہے کہ عدت کا ترجمہ معروف عدت کا معنی نہیں بلکہ "شمار" بتلایا ہے۔ عدت کا ترجمہ شمار کونسی لغت میں ہے۔ شاید نجیب السبیلین سلمہ کو معلوم ہو کسی لغت کی کتاب کا حوالہ دیں۔

مولانا غازی پوری نے جو کچھ اس مسئلہ کے ضمن میں لکھا ہے وہ برحق ہے عزیزم مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ کو عمیق نگاہ سے نواب صاحب کی باتوں پر غور کرنا چاہیئے۔ گالیاں دینے سے ناحق کو حق دکھلانا اور اپنے شاذ مذہب کو صحیح قرار دینا یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔

(۲۵) مولانا غازی پوری نے یہ بتلایا ہے کہ غیر مقلدوں کے مذہب میں وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے صرف مسح بھی کیا جا سکتا ہے، اور نواب صاحب کی عبارت سے استدلال کیا ہے۔ اہل علم کو معلوم ہے کہ وضو کا چار متفق علیہ فرض قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے۔

یاایھاالذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین، اس آیت میں سر کے مسح اور چہرہ ہاتھ اور پاؤں کے دھونے کا ذکر ہے۔ جمہور اہلسنت وضو میں

پاؤں دھلنے کے فرض ہونے کو اسی آیت سے ثابت کرتے ہیں، مگر غیر مقلدین کو دور کی سوجھی ہے وہ شیعوں کی موافقت میں وضو میں پاؤں دھونے کی فرضیت کو اس آیت سے ثابت نہیں مانتے ہیں۔ والاجاہ فرماتے ہیں:

"وشک نیست کہ قرأت نصب وجر در آیۃ کریمہ جواز غسل ومسح ہر دو کند۔"

یعنی اس میں شک نہیں ہے کہ آیت کریمہ "ارجلکم" پر نصب اور جر قرأت پاؤں پر مسح اور دھونے کے جواز دونوں کو بتلا رہا ہے۔

نواب وحید الزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں:

"ولا یجوز الانکار علی امور مختلفۃ فیما بین العلماء کغسل الرجل ومسحہا فی الوضوء"

یعنی علماء کے مابین جو امور مختلف فیہ ہیں جیسے وضو میں پاؤں کا دھونا اور اس پر مسح کرنا، اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی یہ جو اصول بیان کر رہے ہیں اپنے گھرانے ہی کا تو اصول بیان کر رہے ہیں، اگر غیر مقلدین کے نزدیک پاؤں پر مسح کرنا جائز نہ ہوتا تو اس پر انکار نہ کرنے کی آخر وجہ کیا ہے۔

نواب حیدرآبادی نزل الابرار میں فرماتے ہیں:

وقال ابن جریر من اصحابنا یتخیر المتوضی ان یغسل رجلیہ او یمسح علیہما" (ص ۱۲ / ۱۲۰)

یعنی ہمارے اصحاب میں سے ابن جریر کا کہنا ہے کہ وضو کرنے والے کو اختیار ہے کہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے یا اس پر مسح کرے، اور دلیل میں فرماتے ہیں:

"لان ظاہر الکتاب ینطق بالمسح"

یعنی کتاب کا ظاہر ناطق ہے کہ مسح کیا جائے۔

اس کے بعد نواب صاحب فرماتے ہیں:

"ولكن الصحابة اتفقوا على الغسل"

یعنی صحابہ کرام پاؤں کے دھونے پر متفق تھے، سوال یہ ہے کہ اس سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ ہے، غیر مقلدین کا اصول تو یہ ہے:

وقول الصحابي لا تقوم به حجة (الروضة الندیہ ص۱۴۱)

یعنی صحابی کے قول سے حجت قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کے عقیدہ کے مطابق کتاب اللہ سے مسح اور غسل دونوں کا جواز ثابت ہو رہا ہے اور آپ کا مذہب یہ ہے کہ مسح کرنے پر انکار کرنا جائز نہیں ہے، اور نواب صاحب والاجاہ بھی الروضۃ الندیہ میں فرما رہے ہیں،

"الحق ان الدليل القرآني قد دل على جواز الغسل والمسح لثبوت قرأة النصب والجر" ص۷

یعنی حق یہ ہے کہ قرآن کی دلیل غسل اور مسح دونوں کے جواز کو بتلا رہی ہے اس لئے کہ نصب اور جر دونوں قرأتیں اس طرح ثابت ہیں کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر مسح کا انکار آپ کیسے کر سکتے ہیں۔

ناظرین کرام ان تمام تفاصیل کو سامنے رکھ کر یہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کے ان اکابر کی ان تصریحات سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ کیا کسی غیر مقلد کے بس میں یہ ہے کہ وہ ان تمام تصریحات و نصوص کو سامنے رکھ کر یہ کہہ سکے کہ قرآن سے وضو میں پاؤں کے صرف دھونے کا ثبوت ہے، مسح کا اثبات نہیں ہوتا۔

رہا یہ کہ فرضیت غسل کا ثبوت احادیث سے ہے، جیسا کہ خاں صاحب عالیجاہ کا خیال ہے تو گذارش ہے کہ اہل سنت والجماعت میں سے اس کا کون قائل ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو یہ ہے۔ ثم يغسل قدميه كما امره الله تعالىٰ (في رواية طويلة رواها ابن خزيمه وغيره) یعنی پھر وضو کرنے والا اپنے دونوں پاؤں کو دھوے گا جیسا کہ اللہ کا امر ہے، اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں

کے دھونے کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے، مگر رسول خدا کے اس فرمان صریح کے خلاف خاں صاحب عالیجاہ کا فرمانا یہ ہے کہ وضوء میں پاؤں کے دھونے کی فرضیت کا ثبوت قرآن سے نہیں حدیث سے ہے اور قرآن سے مسح اور غسل دونوں کا اثبات ہوتا ہے۔

نجیب السبیلین سلمہ نے خاں صاحب کا یہ کلام بھی نقل کیا ہے :

. ولکن رسول خدا بیان فرمودہ کہ فرض برامت غسل ست نہ مسح ،

لیکن رسول خدا نے بیان فرمایا ہے کہ امت پر دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے مسح کرنا نہیں۔

میری عزیزم سلمہٗ سے صرف اتنی گذارش ہے کہ وہ اس حدیث کو پیش کریں جس میں رسول اللہ کا یہ فرمان اس تفصیل سے مذکور ہے۔ اللہ کے رسول کی طرف اپنی بات کو منسوب کرکے رسول اللہ کا فرمان بتلانا انتہائی جرأت کی بات ہے اور اگر تعمداً ایسا کیا جائے تو ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہے۔

نجیب السبیلین سلمہ سے گذارش ہے کہ گالیوں سے اگر حقائق کو وہ مسخ کرنا چاہیں تو ضرور کریں مگر دوسروں کی نگاہ میں اس کی کیا قیمت ہوگی اس کا اندازہ موصوف کو بھی ہوگا۔

نجیب السبیلین سلمہ کا اپنی اس کتاب سے مقصد مولانا غازیپوری کو گالی دیکر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا ہے اس وجہ سے وہ گالیوں کا دہانہ موقع بے موقع بڑے شاہانہ انداز میں کھولتے ہیں، مولانا غازی پوری کی یہ عبارت جو اسی مسئلہ کے ضمن میں ہے انھوں نے اس سے آنکھ بند کرلی ہے۔

امید ہے کہ غیر مقلدین کہہ دیں گے کہ ہم نواب صاحب کی بات تسلیم نہیں کرتے اور وضو میں پاؤں کا دھونا ہمارا بھی مذہب ہے صفحہ ۲۰

یہ عبارت خود ہی بول رہی ہے کہ مولانا بھی عام غیر مقلدین کا مذہب وضو میں پاؤں کا دھونا ہی تسلیم کرتے ہیں، ان کی گفتگو کا محور تو وہ غیر مقلدین ہیں جو وضو میں غسل کی جگہ مسح کے بھی قائل ہیں، اور جن کے انداز استدلال سے شیعوں کے مذہب کی تائید

ہوتی ہے۔

(۲۶) خاں صاحب کا فرمان یہ ہے کہ عیب کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہیں اس پر مولانا محمد ابوبکر غازی پوری نے عرض کیا کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف ہے اور اس کو دلائل سے ثابت کیا، اس پر نجیب السبیلین سلمہ اللہ کو بڑا غصہ آیا خوب گالی دی اس لئے کہ مولانا نے دکھتی رگ پر ہاتھ دھر دیا تھا، مگر مولانا کی بات کا انکار کیا نہیں جا سکا اور فرمانا پڑا کہ

یہ سید والاجاہ دلائل کی روشنی میں عیوب کے سبب کو فسخ نکاح کا سبب نہیں مانتے۔

مولانا نے کب اس کا انکار کیا ہے، مگر کیا اس سے ابن تیمیہ کی موافقت ہوگئی؟ مولانا کا تو صرف یہی کہنا ہے کہ والاجاہ کا مذہب ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف ہے اور چونکہ والاجاہ مجدد غیر مقلدیت ہیں تو عام غیر مقلدین کا بھی ان کی تقلید میں یہی مذہب ہے۔ گالیوں سے کام چلانا ڈوم ذات کا کام ہے۔

مولانا غازی پوری نے اسی ضمن میں خاں صاحب کی اس عبارت سے

رہم چنیں در فسخ بنت دلیلے صحیح نیامدہ واصل بقاء بر نکاح است

یعنی اس طرح لڑکی کے فسخ کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ وہ نکاح پر باقی رہے گی۔ یہ دکھلایا ہے کہ خاں صاحب کا یہ فرمان بھی جمہور علماء کے قول کے خلاف ہے اس پر ہمارے سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اصل بعنت تھا اس کو غازی پوری نے بنت بنا دیا ہے۔ اب اس کا کیا علاج ہے کہ دھاندلی خود کریں گے اور الزام مولانا غازی پوری کے سر رکھیں گے عنت کا مطلب عنین ہونا، عنین ہونا عیب ہے، عیب کا بیان گزر چکا ہے، تو کیا خاں صاحب عنین کا بیان الگ سے کرکے پھر اس عیب والے مضمون کو دہرا کر بیان کر رہے ہیں، بلاوجہ کا اعتراض سمجھداروں کا کام نہیں ہے، آنکھ کھول کر آپ دیکھ لیں بعنت نہیں عبارت میں بنت ہی ہے۔ اگر یہ بعنت ہی ہے تو اس کا بیان مولانا نے ضمناً

کیا ہے اصل گفتگو عنوان والے مسئلہ پر ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۳ سے کود کر مجیب السبیلین سلمہ مسئلہ نمبر ۴۷ پر ایک چھلانگ میں پہنچے بیچ کے سارے مسئلے حلق کی ہڈی بن کر رہ گئے ہیں، اور یہ چوہترواں مسئلہ انکی قلمی جولانگاہ کا آخری میدان ہے اس کے بعد کے سارے مسائل یہ پی گئے یا گالی دیتے دیتے ان کا منہ سوکھ گیا اور قلم نے بھی غالباً ان کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ۔

(۷۴) مولانا نے اس مسئلہ میں خاں صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے :

وحق آنست کہ تسمیہ نزد اکل کافی ست اگر نزد ذبح معلوم نہ باشد

یعنی خاں صاحب فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھا گیا ہے تو گوشت کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں اور ائمہ، فقہاء اور محدثین کا مسلک کیا ہے، یہ غیر مقلدین جو یہ ہانکا کرتے ہیں کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو خدا کا فرمان ہے اور جن کا کہنا یہ ہے کہ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہٰی کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں، (طریق محمدی صہ ۳۰) ہمارا خطاب اُنہیں سے ہے کہ قرآن تو صاف صاف اعلان کر رہا ہے کہ جن جانوروں پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ، اور تم کہتے ہو کہ اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے (مختصراً)

اس کے جواب میں مولانا غازی پوری کو مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے خوب فراٹے دار سنائی ہے مگر مولانا کا جواب نہیں دے سکے، وہ فرماتے ہیں :

بسیدہ الاجاہ کے سامنے بخاری و مسلم کی حضرت عائشہ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے کہا اے رسول اللہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمیں معلوم نہیں آیا اس پر تسمیہ پڑھی گئی یا نہیں رسول اللہ نے فرمایا کھاتے وقت تم لوگ تسمیہ پڑھ لو سیدہ الاجاہ نے اس متفق علیہ روایت کا ٹھیٹھ مفہوم بیان کر دیا ہے۔ صہ ۲۴۵

باپ دادا سے بے ایمانی سیکھ کر کے ہمارے نجیب الطرفین سلمہ اللہ بھی یہی
کاروبار کرنے لگے ہیں ، حدیث میں تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ،

ان قوما قالوا یا رسول اللہ ان ھھنا اقواما حدیث عہدھم
بشرک یاتوننا بلحمان الخ

یعنی کچھ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کچھ کچھ نئے نئے مسلمان لوگ جن کا
زمانہ شرک سے قریب ہے ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ۔

یعنی اس حدیث میں ان مسلمان لوگوں کا ذکر ہے جو جلد ہی اسلام میں داخل ہوئے
ہیں ، ہمارے شریف زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ایمانداری سے اس کے ذکر کو
گول کر دیا اور ترجمہ فرماتے ہیں ، کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں حدیث رسول کے
ترجمہ میں اس بے ایمانی کے باوجود یہ گالیاں دیں مولانا غازی پوری کو شرافت کی انتہا ہے
والا جاہ عام بات فرما رہے ہیں حدیث میں خاص مسلمانوں کا قصہ مذکور ہے ۔
مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں :

۔ لوگوں کو معلوم تھا کہ ذبح کرنے والا مسلم ہے اور یہ اس بات کی دلیل
ہے کہ ان کے نزدیک حلال ہونے کے لئے بسم اللہ کا پڑھنا شرط تھا اب جو
کچھ لوگوں کو مسلمانوں کے اس ذبیحہ کے ان کے نئے نئے مسلمان ہونے
کی وجہ سے شک ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لو ،

اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ مسلمان بسم اللہ پڑھنا جان بوجھ کر نہیں چھوڑیگا ۔

یعنی اس حدیث میں ان کے شک کے ازالہ کی ایک تدبیر بتلائی گئی ہے ۔ نہ یہ کہ بلا بسم اللہ
پڑھے جانور کا گوشت حلال قرار دیا گیا ہے ۔

خاں صاحب کا مسئلہ کچھ ہے ، حدیث کا مسئلہ کچھ ہے ، مگر ہمارے نجیب
سلمہ اللہ تعالیٰ فریب کارانہ ترجمہ کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ خاں صاحب والا جاہ نے
بخاری و مسلم کی حدیث کا ٹھیٹھ ترجمہ کیا ہے ۔

اس عقل و خرد پر شوق ہوا ہے مولانا غازی پوری کے منہ آنے کا، واہ رے حوصلہ اور ہمت ۔

حدیث میں جو بات ہے اس کو نواب وحیدالزماں فرما رہے ہیں :

واذا وقع الشك فى اللحمان التى ياتى بها المسلمون لكونهم حديث عهد بالاسلام هل ذكروا اسم الله تعالىٰ عند الذبح او لا فيكفى ذكرنا اسم الله عليها حين الاكل (كنز ص۱۸۲)

یعنی اگر اس گوشت میں شک ہو جس کو نئے نئے مسلمان ہوئے لوگ لیکر آئیں کہ اس پر انھوں نے بسم اللہ پڑھا ہے یا نہیں تو کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے ۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے ۔ اور نواب صاحب بھوپالی کا فرمان یہ ہے کہ لانے والا خواہ کوئی ہو مسلمان ہو کہ کافر مجوسی ہو یا مشرک اگر معلوم نہیں کہ اس نے بسم اللہ پڑھا ہے یا نہیں تو اس گوشت پر بسم اللہ پڑھ کر کھانے کوئی حرج نہیں نواب صاحب کی یہ بات خدا کے فرمان ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه کے خلاف ہے ۔

اخیر میں اتنا عرض کردوں کہ ہمارے نجیب السبیلین سلمہ نے کتاب مسائل غیر مقلدین میں جو کتابت و طباعت کی غلطیاں واقع ہوئی ہیں اس کو بھی بہت اچھالا ہے اگر کتابت و طباعت کی غلطیوں پر بھی اسی قسم کا ہنگامہ برپا کیا جانا موصوف کی نگاہ میں ثواب کا کام ہے تو اس قسم کا ہنگامہ غیر مقلدین کی کتابوں سے ہم بھی برپا کرسکتے ہیں اور بھوپالی نواب صاحب کی کتابوں سے لیکر تحفۃ الاحوذی تک میں یہ تماشا دکھا سکتے ہیں، بلکہ خود موصوف کی اس کتاب خمار زہد سے اس کے بہت سے نمونے پیش کرسکتے ہیں، مگر یہ ذلیل حرکت ہم غیر مقلدوں ہی کے لئے روا رکھتے ہیں ۔

اس کتاب خمار زہد کی حیثیت و قیمت کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود مصنف کو اپنا اصل نام ظاہر کرنے کی ہمت نہیں ہوئی اور فرضی نام سے اسے شایع کیا گیا ہے

کاشی میں لکھی جانے والی اس کتاب کو دہلی کی تصنیف ظاہر کیا جا رہا ہے۔ "(۱)

یہ ہیں کتاب و سنت پر عمل کرنے والے خاص قسم کے اہل حق لوگ اور جگر گردہ والے مجتہدین، ہمیں اس کا افسوس ضرور رہے گا کہ اس کتاب کے بظاہر نامعلوم مصنف نے مولانا غازی پوری کو توجی بھر گالیاں دے کر اپنی شرافت کا ثبوت پیش تو کیا ہی ہے مولانا غازی پوری کے ساتھ ساتھ اس بدذات نے مولانا مجیب اللہ ندوی کو، "مجیب بدوی"، مولانا محمد حنیف ملی شیخ الحدیث معہد ملت مالیگاؤں کو "سخیف گلی"، مولانا مفتی تفضیل عثمانی کو "فضول عثمانی" کہہ کر اپنی خباثت نفس کا اظہار کیا ہے اور تنابز بالالقاب کا مرتکب ہوا اور اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ بلا وجہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کو بھی اپنی خار دار نگارش کا نشانہ بنایا ہے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

---

(۱) ہمیں ایک عزیز سے معلوم ہوا ہے کہ اسلم ملک کے فرضی نام سے جن صاحب نے اس کتاب کو لکھا ہے وہ اس وقت علی گڈھ میں اقامت پذیر ہیں۔ ہمیں ان کا نام اور پتہ بھی معلوم ہے۔ مگر جب مصنف موصوف پردہ ہی میں رہنے کو پسند فرماتے ہیں تو ہم اخلاقا اور ان کی رعایت میں ان کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

(زمزم)

محمد اجمل مفتاحی

مولانا رضوان الرحمٰن معروفی
جامعہ اسلامیہ بنارس

حقوقِ انسانی اور اسلام

آج پوری دنیا میں حقوق انسانی کی پامالی کا بڑا شور مچایا جا رہا ہے، اقوام متحدہ نے حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک عالمی ادارہ قائم کر رکھا ہے، اور ہر ملک میں اس ادارے کی برانچیں قائم ہیں جو حقوق انسانی کے تحفظ کا کام کر رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ انسانی حقوق ہیں کیا؟ اس کا دائرہ کتنا وسیع و عریض ہے؟ اس کے دائرے میں انسان کے کون کون سے حقوق آتے ہیں، جب اس کا جائزہ لیا گیا تو اندازہ ہوا کہ اس ادارے کے نزدیک حقوق انسانی کا مطلب یہ ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے، اسلئے وہ اپنے ہر کام میں آزاد ہے، اس کا دل و دماغ آزاد ہے۔ جو چاہے سوچے، جو چاہے سمجھے، جو چاہے اپنا عقیدہ رکھے اور جو چاہے اپنی زبان سے بکے ——— گویا حقوق انسانی کا دائرہ اتنا وسیع ہے جس میں مذہب بیزاری الحاد، بے دینی و بد دینی سب داخل ہیں، اسی لئے اگر دو مرد و عورت مذہبی قیود سے آزاد ہو کر جنسی تعلقات قائم کرنے پر رضامند ہو جائیں تو یہ ان کا انسان ہونے کے ناطے انسانی حق ہے، کوئی اس عمل سے ان کو روک نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ آج یورپ و امریکا میں جنسی بے راہ روی ایک عام بات ہے کوئی عیب نہیں، اور ان ہی کی تقلید میں آج مشرقی ممالک میں بھی یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔

آج دنیا کی عظیم ترین طاقت (سپر پاور) امریکا کے صدر بل کلنٹن کی بے راہ روی

کا تذکرہ اخبارو ں میں، ریڈیو اور ٹیلیویژن میں کیسا عام ہوا؟ مگر وہ اب بھی سپر پاور ملک کا سپر پاور حکمراں ہونے کی حیثیت سے انسان اول کے مقام پر فائز ہے، بعض امریکی جماعتوں نے اپنی سیاسی حکمتِ عملی کے نتیجے میں اس مسئلہ کو خوب خوب ہوا دینے کی کوشش کی، مگر کیا ہوا؟ خود ان کو منہ کی کھانی پڑی، جتنے کلنٹن کے مخالفین تھے ان سے زیادہ اس کے حامیوں کی تعداد تھی، یہ کہتے سنا گیا کہ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اپنے بند کرے میں جو چاہے کرے کسی کو اس میں دخل اندازی کا اختیار نہیں۔

"ڈائنا" ایک شوہر والی عورت تھی، اس کے دو بچے بھی تھے، مگر اس کی جنسی بے راہ روی کی وجہ سے اس کے شوہر نے طلاق دی تو جیسے اتنا بڑا ظلم دنیا میں کبھی ہوا ہی نہ تھا، "ڈائنا" اپنی اس مظلومیت کی وجہ سے دنیا کی مظلوم ترین عورت بن گئی اور پوری دنیا کی ہمدردی اس نے حاصل کرلی۔

زبان کی آزادی میں بھی ہر شخص خود مختار ہے، جس کو چاہے دعائیں دے اور جس کو چاہے گالیاں دے، جس کی چاہے مدح کرے اور جس کی چاہے ہجو کرے، حتی کہ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ کسی مذہب اور اس کی تعلیمات کا مذاق اڑائے، کسی پیغمبر کی شان میں گستاخیاں کرے، اسی لئے سلمان رشدی کی زبان آزاد ہے، اس کو حق ہے کہ اسلام اور اسلام کے پیغمبر کے خلاف جتنی چاہے ہرزہ سرائیاں کرے، اس کا یہ حق اس سے کوئی چھین نہیں سکتا، تسلیمہ نسرین اسلام کے خلاف جو چاہے بولے، اسلام کو فرسودہ مذہب کہے، اس کی تعلیمات میں ترمیم و تبدیلی کی آواز بلند کرے، کوئی اسے روک نہیں سکتا، چاہے اس کی ہرزہ سرائیوں سے لاکھوں بلکہ اربوں مسلمانوں کے [illegible] چھلنی ہو جائیں بلکہ ایسے دریدہ دہنوں کو یورپ اپنی پناہ میں لے لیتا ہے، اور انھیں سرکاری تحفظ فراہم کرتا ہے، کروڑوں ڈالر خرچ کرکے ان کے لئے سیکورٹی کے انتظامات کئے جاتے ہیں کہ کہیں کوئی حقوق انسانی کا مخالف ان کی طرف ترچھی نظر نہ ڈال دے۔

اگر کسی ملک میں نفاذ شریعت کی بات کی جاتی ہے تو یہ حقوق انسانی کے ادارے چیخنے چلانے لگتے ہیں کہ اس سے انسان کے حقوق ہی سلب ہو جائیں گے۔

افغانستان میں طالبان نے نوے فیصد علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے، انھوں نے وہاں بے مثال امن وامان قائم کر رکھا ہے، بیسوں سال سے جہاں امن نام کی کوئی چیز نہ تھی، ہر شخص اور ہر کنبہ غیر محفوظ تھا، ہر شخص سہما ہوا تھا، کب کوئی گولہ برسے یا کوئی بم دھماکہ ہو اور اس کے اور اس کے بچوں کے پرخچے اڑا دے، طالبان حکومت نے وہ مثالی امن وامان قائم کیا کہ دبے لفظوں میں اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی اعتراف کیا، کیا کہیں ایسا بھی امن وامان ہے جہاں پندرہ مہینوں کی طویل مدت میں صرف ایک قتل ہوا ہو اور پھر اس کے قاتل کو گرفتار کر کے سرِعام اس کو اس کے کئے کی سزا بھی دی گئی ہو ؟

مگر اس کے باوجود یہی کہا جا رہا ہے کہ وہاں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں، اور اسی بنیاد پر چند اسلامی ملکوں کے علاوہ تمام ممالک نے طالبان حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

نیروبی دارالسلام اور کینیا میں بم دھماکے ہوئے، بہت سے امریکی وغیر امریکی بے قصور مارے گئے، ضرور افسوس کا مقام ہے کہ ان کے جینے کے حقوق سلب کئے گئے، کون اس حق تلفی کا ذمہ دار ہے؟ معلوم نہیں، مگر شبہ ظاہر کیا گیا کہ افغانستان میں عرب شہزادہ اسامہ بن لادن بیٹھا ہوا ہے، اسے امریکہ اور امریکیوں سے پرخاش ہے اسی نے یہ سب کچھ کیا ہوگا ؟ کبھی کبھی وہ سوڈان بھی جایا کرتا ہے وہاں اس کا ہتھیار بنانے کا کارخانہ بھی چل رہا ہے، بس اسی شبہ کی بنا پر افغانستان وسوڈان پر میزائلوں سے حملے کر دیئے گئے، اسامہ تو بچ گیا مگر بیسیوں سے زائد بے قصوروں کی لاشیں گر گئیں، کروڑوں ڈالر کی املاک تباہ ہو گئیں، کیا ان بے قصوروں کو جینے کا حق نہیں تھا؟ ان کا حقِ زیست ان سے کیوں چھینا گیا ؟

دراصل حقوق انسانی کے نام پر جو عالمی ادارے قائم کئے گئے ہیں وہ صرف اسلئے کہ وہ اس بات پر نظر رکھیں کہ کہاں اسلامی تحریکیں مضبوط ہو رہی ہیں؟ اسلام کو کہاں قوت مل رہی ہے؟ اگر کوئی اسلام کا نام لے بس تم حقوق انسانی کی پامالی کا شور مچا کر اسے دبا دو۔

پاکستان کا حال کس کو نہیں معلوم، جگہ جگہ فساد برپا ہے، کہیں مہاجر اور غیر مہاجر لوگوں میں لڑائی ٹھنی ہوئی ہے تو کہیں شیعوں اور سنیوں کے درمیان خونریزی کا بازار گرم ہے، اور صرف بے قصور مارے جاتے ہیں، اور مارنے والے اپنا کام کرکے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اگر کوئی پکڑا بھی جاتا ہے تو برسوں مقدمات اور معاملے کی چھان بین میں لگ جاتے ہیں، کوئی تدبیر اور کوئی کارروائی کارگر ثابت نہیں ہوتی پاکستان کے حکمران عاجز اور بے بس ہیں، اس بے بسی کے عالم میں پاکستان کے صاحب اقتدار جماعت میں ظاہر ہے سب نہ سہی اکثریت مسلمانوں کی ہے انھوں نے فیصلہ کیا کہ نظام شریعت قائم کر دیا جائے جس کے اندران فسادات، ان خانہ جنگیوں، ان ہلاکتوں اور خوں ریزیوں کے سدباب کا پورا پورا انتظام موجود ہے، پہلے بھی اور آج بھی جہاں جہاں اسلامی نظام نافذ کیا گیا وہاں امن وامان کا وہ ماحول قائم ہوا اور چین وسکون کی وہ فضا قائم ہوئی کہ دوسروں کے یہاں اس کی نظیر نہیں۔

اس تجویز کا اعلان کیا ہوا کہ حقوق انسانی کے علم بردار اداروں پر قیامت ٹوٹ پڑی، یہ ادارے شور مچانے لگے کہ اس نظام سے تو انسانی حقوق سلب ہو جائیں گے۔

گویا امریکا اور پورا یورپ اسلام سے ہراساں ہے، کہ اگر اسلام صحیح معنوں میں اور اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ جس ملک میں قائم ہو جائے گا وہاں امریکا اور یورپ کی داداگیری اور چودھراہٹ نہیں چل سکتی، اسی لئے امریکا میں حقوق انسانی کے موضوع پر ایک عالمی کانفرنس ہونے جا رہی ہے، جس میں مسلم دانشوروں کو کثیر تعداد میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے، اس کانفرنس میں یہ کوشش کی جائے گی کہ حقوق انسانی کا دائرہ جتنا وسیع مغرب نے

کیا ہے اور اس کی جو تعریف یورپ و امریکا نے کی ہے مسلمان بھی اسے مان لیں، یا کم از کم اس سے قریب آ جائیں اور فاصلہ کچھ کم کر لیں، تاکہ مسلمان بھی اپنی عورتوں کو بے حجاب گھر کی چہار دیواری سے نکلنے اور ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کو جائز قرار دیدیں۔ اگر کوئی شخص اسلام، پیغمبر اسلام اور تعلیمات اسلام اور اسلامی شخصیات کے بارے میں اپنا کوئی نظریہ پیش کرتا ہے تو مسلمان اس کی اجازت دیں کیوں کہ یہ اس کا انسانی حق ہے، گویا دوسرے لفظوں میں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے بہتیرے روشن خیال ایمان فروشوں کو ایمان فروشی کی اجازت دی جائے، اسلام میں زنا، چوری اور قتل وغیرہ کی سزائیں بہت سخت ہیں ان کو کچھ نرم کیا جائے، مختصر یہ ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ اور مغرب کے نظریات کو قبول کر لے اور اپنے اسلام سے دستبردار ہو جائے یا کم از کم اسلامی قوانین میں ترمیم کر کے کوئی بین بین کا راستہ اختیار کرے۔

یہ ہے مغرب کے ان انسانی حقوق کی کہانی جس میں آپ غور کریں تو انسانی حقوق کی رعایت تو کہیں نہیں، البتہ جا بجا اسلام کے خلاف تعصب، نفرت اور دشمنی کی چنگاریاں ضرور چمکتی دکھائی دیں گی۔

اسلام ایسا قانون ہے جس کو انسانوں نے نہیں بنایا کہ اس میں کسی خامی اور کسی نقص کا امکان ہو، بلکہ اسلام تو وہ دستور حیات ہے جسے انسانوں کے خالق اور کائنات کا نظام بنانے اور چلانے والے نے بنایا ہے جس میں کسی نقص کا امکان ہی نہیں، کیوں کہ وہ خود ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے، اس کا ہر کام خامیوں سے خالی ہے، اس کا ہر نظام کامل و مکمل نظام ہے، اسلام بھی ایک نظام حیات ہے، ممکن ہی نہیں کہ اس میں انسانی حقوق کے تعلق سے کوئی نقص کوئی خامی رہ گئی ہو، اگر اسلام میں حقوق انسانی کی رعایت نہیں تو کسی نظام میں نہیں ہو سکتی۔

اسلام کا نظام ہی باہم نفع رسانی یا کم از کم اذیت نہ پہونچانے کی بنیاد پر قائم ہے

اسلامی قوانین جن کتابوں میں مدون ہیں انھیں اٹھا کر دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ صرف ایک چوتھائی حصہ کتاب کا حقوق اللہ پر مشتمل ہے ورنہ تین چوتھائی حصہ انھیں حقوق انسانی بالفاظ دیگر حقوق العباد پر مشتمل ہے، کسی انسان کا (کیا فرد کیا جماعت) کا حق ضائع نہ ہو اس پر خاص دھیان دیا گیا ہے، اور سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ خدا کے حقوق تم پر جو لازم ہیں شرک کے علاوہ سب معاف ہو سکتے ہیں مگر اگر کوئی انسانی حق ضائع کر دوگے تو خبردار خدا معاف نہ کرے گا تا آنکہ وہ شخص جس کا حق ضائع کیا ہے وہ خود معاف کر دے۔

قرآن کریم میں صاف صاف منع کر دیا گیا۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۔

اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی پرستش کرتے ہو اللہ کے سوا، پس وہ اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے برا کہنے لگیں گے، اسی طرح ہم نے ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے۔

لیکن آج کے حقوق انسانی میں اس کی کوئی رعایت نہیں، ایک شخص ببانگ دہل اسلام اور پیغمبر اسلام پر کیچڑ اچھالے اور اربوں مسلمانوں کو اذیت پہونچائے یہ اس کا انسانی حق ہے، کیسا ظالمانہ اور غیر منصفانہ قانون ہے ایک شخص کی زبان بند نہیں کی جا سکتی، البتہ کروڑوں اور اربوں مسلمانوں کے قلوب کو چھلنی کیا جا سکتا ہے۔

خدا نے انسان کے اندر جنسی خواہش بھی رکھی ہے اور اس خواہش کی تکمیل کا بھی ایک کامل و مکمل نظام نظام نکاح و زواج کے نام سے بنایا ہے، جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

لیکن یہ کون سا حقوق انسانی ہے جس میں اس کی بھی اجازت ہے حتی کہ ہم جنس [illegible] حقوق میں داخل ہے، مرد مرد سے عورت عورت سے اپنی خواہش پوری

کرے تو ان اداروں کے یہاں کوئی عیب نہیں یہ ان کا انسانی حق ہے۔ اسلام دشمنوں کو اسلامی حدود و تعزیرات پر اعتراض ہوتا ہے لیکن آج جہاں اسلامی سزائیں نافذ ہیں وہاں کے جرائم دیکھئے، اور جہاں غیر اسلامی سزائیں نافذ ہیں وہاں کے جرائم کی روداد معلوم کیجئے پھر موازنہ کر لیجئے کہ کہاں کی تعداد کم ہے اور کہاں کی زیادہ؟

کہا جاتا ہے کہ اسلام نے حقوق انسانی کی پاسداری بہت کم کی ہے، ہم کہتے ہیں: قاتل سے قصاص نہ لے کر ایک انسان کو جینے کا حق ضرور دیا گیا مگر دوسروں کی جانوں کے لالے پڑ گئے، وہ قاتل نڈر ہو گیا اب آئندہ اس کی تلوار کی دھار اور تیز ہو جائیگی خود دوسروں کی بھی ہمت افزائی ہو گی، اور لوگ قاتل کو قتل کر دیا تو یہ سب کے لئے تازیانۂ عبرت ہو گا اور پوری انسانیت کو تحفظ اور جینے کا حق حاصل ہو گا اسی کو قرآن میں کہا گیا ہے۔

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ	اے اہل خرد! قصاص میں تمہارے لئے
یا اولی الالباب۔	زیست کا سامان ہے۔

تم نے زانی کو کوڑے نہ لگا کر یا سنگسار نہ کر کے اسے دندناتے، دوبارہ وہی جرم کرنے بلکہ دوسروں کو جری بننے کا موقعہ تو فراہم کر دیا مگر اس مظلوم عورت کو نہ گھر کا چھوڑا نہ گھاٹ کا۔

شرابی کو شراب پینے کی اجازت دے کر اس کو اس کا انسانی حق ضرور دیدیا گیا مگر اس صورت میں صرف ایک جانب کی رعایت ہوئی۔ مگر اسلام نے شراب سے منع کر کے شرابی کی غیر انسانی حرکتوں سے ایک دو کو نہیں پوری بستی اور پورے محلہ والوں کو عافیت دیدی، بعض اوقات شراب پی کر بیچ سڑک پر کسی عورت کی آبروریزی کرتے تو آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسلام نے شرابیوں کو کوڑے لگا کر اس بہیمیت کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

دراصل حقوق انسانی کے ان اداروں کے قیام کا مقصد انسان کو اس کے

باقی ص۲۱۲ پر

محمد اجمل مفتاحی

مولانا شجاع الدین مفتاحی
دربھنگوی

داستانِ درد

ہمارے ایک محترم دوست نے یہ اطلاع دی تھی کہ کسی ڈاکٹر شمس الدین سلفی نے کوئی کتاب لکھی ہے، جس کا نام جھود علماء الحنفیہ فی ابطال عقائد القبوریہ ہے، نام اور عنوان کی خوش رنگی دیکھ کر میں سلفی ڈاکٹر شمس الدین کی کتاب کا بڑے شوق سے منتظر تھا کہ کہیں ملے تو اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کروں۔

ایک ماہ قبل اپنے ایک عزیز دوست کے توسط سے کتاب ملی، تین ضخیم جلدوں میں یہ کتاب ہے، فہرست آخر میں ہے اور اس کے آخری صفحہ کا نمبر ۱۸۶۱ ہے۔

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ کی کتابیں پہلے پڑھ چکا تھا، بعض سلفی حضرات سے بھی سابقہ رہا کرتا ہے، اس سے سلفیوں کے ذہن ومزاج اور اکابر کی شان میں ان کی تیزی وتندی کا اندازہ تو پہلے سے تھا، مگر اس کے باوجود بھی مولانا غازی پوری کے متعلق میرا خیال یہی تھا کہ وہ سلفیوں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ جذباتی بن گئے ہیں، اور ان کے بارے میں ان کا قلم اور انکی زبان میں شدت ضرورت سے زیادہ ہے، مولانا کو اس سلسلہ میں میں نے خط بھی لکھا تھا کہ سلفیوں کے بارے میں اتنی شدت وہ نہ برتیں۔

مگر اب جب کہ میں نے اس سلفی ڈاکٹر شمس الدین کی کتاب کا خود مطالعہ

کیا تو سلفیوں کے بارے میں میرے خیال میں بڑی تبدیلی آگئی اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ مولانا غازی پوری مدظلہ کی سلفیوں کے بارے میں شدت و غلظت مبنی بر حق ہے، ایک غیرت مند، اور دینی فکر و مزاج رکھنے والا ان باتوں کو قطعاً نہیں برداشت کر سکتا جن کا نمونہ ہمیں ان سلفیوں کی کتابوں میں ملتا ہے۔

مثلاً اسی کتاب میں جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے، سلفیوں کے علاوہ تقریباً عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قبر پرست بدعتی خرافاتی بنانے کا جو کارنامہ انجام دیا گیا ہے، وہ کسی بھی صاحب غیرت مسلمان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اسلام کے برگزیدہ اہل تقویٰ افراد اور ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے اپنی ساری زندگی کلمہ حق کی بلندی اور خدمت دین کی راہ میں گذار دی جس قسم کی زبان استعمال کی گئی ہے اس کا زبان پر لانا بھی بدن میں ارتعاش پیدا کرنے کیلئے کافی ہے۔

کچھ نمونے ملاحظہ ہوں :

ان کثیرا بل اکثر من ینتمون الی المذاہب الاربعۃ من الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ قبوریۃ۔ (ص ۴۱۹)	بیشک بہت سے لوگ بلکہ اکثر لوگ جو مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کی طرف منسوب ہیں وہ قبر پرست ہیں۔

عالم اسلام میں جو مسلمان بستے ہیں تھوڑے سے سلفیوں کو چھوڑ کر جن کا وجود کہیں کہیں ہے بقیہ انھیں مذاہب اربعہ کے ماننے والے ہیں اور بقول ان سلفی ڈاکٹر صاحب کے سب کے سب قبر پرست ہیں یعنی مشرک ہیں، اسلئے کہ قبر پرست سلفی حضرات کے نزدیک مشرک ہی ہوتا ہے۔

صوفیائے کرام اور اہل تصوف کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :

الامر الثامن فی تحقیق ان الصوفیۃ قبوریۃ ص ۴۱۸/۱۲	یعنی آٹھواں امر اس بات کی تحقیق میں ہے کہ صوفیہ قبر پرست ہیں۔

مزید ارشاد ہوتا ہے :

بل هم اشنع قبورية هذه الامة على الاطلاق وابشعها فهم ملاحدة اتحادية زنادقة حلولية يعبدون القبور واهلها على طريقة الوثنية (ص۲۱۹)	بلکہ علی الاطلاق یہ اس امت کے سب سے بدترین قبر پرست ہیں یہ ملحد ہیں، وحدۃ الوجود کے قائل ہیں زندیق ہیں تناسخ کے قائل ہیں یہ قبروں اور قبر والوں کی بت پرستوں کے طریقہ پر پوجا کرتے ہیں ۔

یہ ہے تمام اہل تصوف کے بارے میں ہمارے سلفی ڈاکٹر صاحب کا ارشاد گرامی جن میں جنید شبلی، سیدنا جیلانی، غزالی، رومی، معین الدین چشتی نظام الدین اولیاء وغیرہم جیسے لوگ شامل ہیں جن کی للٰہیت واخلاص اور اسلام کے لئے فدائیت وقربانی کے قصوں اور شہادتوں سے اسلام کی تاریخ روشن ومنور ہے ۔

مشہور حافظ حدیث ابن حجر ہیثمی مکی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

الخرافی بل الوثنی صاحب کتاب وثنی الجوهر المنظم فی زيارة القبر المعظم ص ۶۷۵/۲۲	یعنی یہ شخص خرافاتی بلکہ بت پرست ہے اس کی مشرکانہ کتاب کا نام الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر المعظم ہے ۔

چونکہ اس کتاب میں حافظ ہیثمی نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضورؐ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے، بس اتنی سی بات سے ان سلفی صاحب نے ان کو اسلام سے باہر کر دیا، اسلئے کہ سلفیوں کے نزدیک آنحضورؐ کی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنا حرام ہے ۔

محدث قسطلانی شارح صحیح بخاری کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ۔

وقع فی طامتین خرافة قبورية وخيانة علمية ص ۲۲/۲۲	یعنی قسطلانی دو آفت میں پڑ گئے قبوری بکواس میں اور علمی خیانت میں ۔

حافظ حدیث علامہ سیوطی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

جامع لافکار صوفیۃ الی خرافات القبوریۃ ص۱۱۲ ج۲	یعنی حافظ سیوطی قبر پرستی کی خرافات کے ساتھ ساتھ صوفیانہ خیالات کے بھی جامع تھے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کے بارے میں اس سلفی صاحب کی دریدہ دہنی کا نمونہ ان کا یہ کلام ہے۔

حجۃ الاسلام القبوریۃ والجہمیۃ والصوفیۃ فی آن واحد ص۹۵ ج۲	یعنی غزالی قبر پرستوں جہمیوں اور صوفیوں کا بوقت واحد حجۃ الاسلام ہے۔

امام غزالی کی مشہور زمانہ کتاب احیاء العلوم کے بارے میں اظہار خیال یوں ہوا ہے۔

کتاب صوفی قبوری خرافی ص۹۹ ج۲	یعنی احیاء العلوم کتاب صوفیانہ ہے قبر پرستی والی ہے اور بکواس ہے۔

یہ وہی احیاء العلوم کتاب ہے جس نے نہ معلوم کتنے بندگان دنیا کو بندگان خدا بنا دیا اور کتنے گمراہوں کو راہ حق پر لگا دیا۔

مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کے بارے اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

امام الصوفیۃ المولویۃ ص۳۰۰ ج۲	یعنی رومی طبقہ صوفیہ مولویہ کا امام ہے۔
الحنفی الصوفی الاتحادی الخرافی ص ایضا	حنفی صوفی وحدۃ الوجود کا قائل خرافات بکنے والا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا جاتا ہے

امام الصوفیۃ القبوریۃ الچشتیۃ ص۱۳۱ ج۲	چشتی قبر پرست صوفیوں کا امام ہے
وقبرہ وثن یعبدہ اہل الہند	اس کی قبر بت ہے جس کی ہندوستان والے

ويحجون اليه — پوجا کرتے ہیں، اور اس کی طرف حج کے لئے جاتے ہیں۔
(ایضا)

شیخ جمال الدین بغدادی حنبلی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

لكنه خرافي قبوري صوفي فهو من قبورية الحنابلة ص ۱۲۱۴/ج۲ — خرافاتی قبر پرست صوفی ہے، وہ حنبلی قبر پرستوں میں سے ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان سلفی صاحب کی جو رائے ہے وہ یہ ہے۔

ماتريدي صلب، صوفي كبير قبوري مشهور ص ۶۰۸/ج۲ — سخت قسم کا ماتریدی بڑا صوفی مشہور قبر پرست ہے۔

مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

كان صوفيا نقشبنديا — یہ نقشبندی صوفی تھا۔

اور ان کی ایک عبارت نقل کر کے اس پر اس سلفی کا یہ گستاخانہ تبصرہ ہے۔

تدبر ايها المسلم الى هذه الوثنية السافرة ص ۷۸۳/ج۲ — اے مسلمان تو اس کھلی ہوئی بت پرستی کو غور سے دیکھ۔

اس کتاب کی جلد دوم میں ص ۱۰۷۲ و ص ۱۰۷۴ پر بہت سے محدثین و علماء کا نام لے کر جن میں امام سبکی، وفاء الوفاء کتاب کے عظیم مصنف امام سمہودی، قسطلانی حافظ ہیثمی، زرقانی وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین و علماء دین ہیں سب کے بارے میں اس سلفی صاحب کا فیصلہ ہے کہ یہ سب کے سب قبر پرست و بت پرست تھے۔

صاحب فتح القدیر علامہ ابن الہمام کے بارے میں فرمایا جاتا ہے کہ

كان عنده افكار صوفية قبورية ص ۶۴۷ — انکے خیالات صوفیانہ و قبر پرستانہ تھے۔

شیخ ابن عربی کے بارے میں تو اس سلفی کی زبان سے گالیوں کے آبشار اس پوری کتاب میں جگہ جگہ چھوٹے ہیں، مثلاً ایک جگہ ان کے بارے میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔

الملحد ، الزندیق الاتحادی والالحادی ۱۴۹۱/۳ — ملحد ، زندیق، اتحادی ، الحادی

ایک جگہ لکھا ہے کہ ابن عربی تو وہ شخص ہے کہ اس کو شیخ الکفر کہنا زیادہ مناسب ہے۔

ملحد حری بان یسمیٰ الشیخ الاکفر ۔ ۱۰۰۵/۲۲ — یعنی ابن عربی ملحد اس لائق ہے کہ اس کا نام شیخ اکفر (سب سے بڑا کافر) رکھا جائے۔

مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں اس کے ذکر سے بھی قلم کانپتا ہے ان کا نام بطور استہزاء کے یقول ھذا الصوفی کہہ کر جگہ جگہ لیا گیا ہے ۔

ان کے علاوہ پچاسوں علماء کا نام لے لے کر اسی قسم کے کفر و شرک کا فتویٰ ان پر لگایا گیا ہے ، یہ علماء حنبلی بھی ہیں شافعی بھی مالکی بھی اور حنفی بھی ، اور بلا نام لئے تو تمام اشاعرہ اور ماتریدیہ اور صوفیہ کو گمراہ ملحد ضال مضل کافر و مشرک کیا کیا نہیں کہا گیا ہے ۔

عصر حاضر کی معروف اسلامی شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے بارے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کا نمونہ جلد اول ص ۲، ص ۲۷، ص ۴۷، پر دیکھا جا سکتا ہے ۔ نمونہ ملاحظہ ہو :

تظاهر بالعقيدة السلفية	سلفی عقیدہ کا دکھلاوا کیا ہے ۔ وہ مضطرب
لكنه مضطرب متناقض جامع	متناقض خیالات والے ہیں ۔ چکی کے
بين الضب والنون ۔	دو پاٹ پر سوار ۔
ونيكفى لذ ند قته ما هذى يه	(انھوں نے مولانا رومی کی بڑی عظمت سے

فی اجلال کتابہ ۔ تذکرہ کیا ہے) اور ان کے زندیق ہونے کیلئے وہی بات کافی ہے جو انھوں نے رومی کی کتاب مثنوی کی عظمت میں لکھی ہے ۔

شیخ الاسلام علامہ زاہد کوثری جیسے صاحب فضل و کمال کے بارے میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اس کی توقع کسی نیچی ذات ہی کے آدمی سے ہو سکتی ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔

احد ائمة القبورية الجهمية	جہمی قبوری اماموں کا ایک امام ہے

ص ۱۴۹۲ / ج ۳

ایک جگہ چند لوگوں کے ساتھ علامہ کوثری کو بھی ان الفاظ میں یاد کیا ہے۔

بخلاف هولاء الوثنية كدحلان	بخلاف ان مشرکین صنم پرستوں
والكوثري والقضاعي وابن مرزوق	دحلان کوثری قضاعی ابن مرزوق جیسے
ونحوهم فانهم مع بدعهم	لوگوں کے کہ یہ سب اپنی بدعت وصنم پرستی
ووثنيتهم فسقة فجرة	کے ساتھ فاسق فاجر بھی ہیں، عدالت
ساقطون عن العدالة والامانة	وامانت سے ساقط ہیں، خیانت بدکاری
الى حيز الفسق والفجور والخيانة	اور فسق کے گڈھے میں ہیں ۔

ص ۱۸۰ / ج ۱

علامہ کوثری کا تذکرہ اس کتاب میں بار بار آیا ہے اور ان سلفی صاحب نے ہر جگہ زبان وقلم کا یہی نمونہ پیش کیا ہے ۔

مشہور محدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ جیسے متواضع بزرگ اور صاحب فضل و کمال کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ۔

كان عدوا لدودا لاهل التوحيد	اہل توحید کا سخت کھلا دشمن تھا ۔

مجاهدا ص ۱۱۸ / ج ۱

شیخ ابو غدہ کا بھی ذکر اس کتاب میں بار بار آیا ہے، اور ہر جگہ اسی انداز میں ان کو یاد کیا گیا ہے۔

یہ تو ان لوگوں کی بات تھی جن کا تعلق براہ راست دیوبند و دیوبندیوں سے نہیں ہے، جہاں دیوبندیوں اور دیوبند کا ذکر آجاتا ہے تو اس سلفی کی زبان بڑی تیز ہوجاتی ہے۔ اس کا پارہ انتہائی آوارہ ہوجاتا ہے عبارت میں سنڈاس کی گندگی سے بھی زیادہ گندگی پیدا ہوجاتی ہے، الامان والحفیظ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

"اور حقیقت ہے کہ ان دیوبندیوں اور ان کے اماموں نے اپنی زبان اور قلم سے خود ہی شہادت دی ہے کہ ان کا فرقہ قبر پرستوں خرافاتیوں بدعتیوں اور صوفیوں کا ہے۔" ص ۵۲۴/۱۷۰

وهذه من البراهين الباهرة والسلاطين القاهرة على ان الديوبندية والتبليغية من فرق القبورية وانهم من اهل البدع وليسوا من اهل السنة	اور یہ زبردست دلیل اور نا مغلوب ہونے والی حجت ہے کہ دیوبندی و تبلیغی جماعت قبر پرستوں کا فرقہ ہے یہ لوگ بدعتی ہیں اہل سنت میں سے نہیں ہیں۔

ص ۵۲۲

ان القبورية ولاسيما الديوبندية والكوثرية اعداء الداء للتوحيد والسنة والعقيدة السلفية	یعنی قبر پرست اور خاص طور پر دیوبندی و کوثری جماعت توحید و سنت اور عقیدہ سلفیہ کے سخت دشمن ہیں۔

ص ۱۷۱

ایک جگہ دیوبندیوں کے بارے میں ارشاد شریف ہے۔

"میرا خیال نہیں تھا کہ دیوبندی اپنی صوفیانہ اور قبر پرستانہ بکواس میں اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ شیخ جیلانی کی الوہیت کی (یعنی انکے

خدا ہونے) صراحت کرنے لگے ہیں ، ص۸۰۶ ج۲

مزید ارشاد ہوتا ہے ۔

ولقد کنت احسن الظن بالدیوبندیۃ ..... ولکن رأیت عندھم من الشرکیات والقبوریات والوثنیات ص۴۷۱ ج۲

میں دیوبندیوں کے متعلق حسن ظن رکھتا تھا مگر میں نے ان کے یہاں مشرکانہ قبر پرستانہ اور بت پرستانہ امور دیکھے ۔

قبر پرستانہ عقائد میں دیوبندی اس وجہ سے پڑے ہیں کہ

" کہ وہ صوفی ہیں نقشبندی ہیں پیری مریدی والے ہیں " ص۴۷۳ ج۲

اور سنئے' دیوبندیوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :

" دیوبندی نے اس کھلے خرافاتی قبر پرستی والے اعتقادات کے باوجود صحیح توحید والا عقیدہ اختیار نہیں کیا " ص۴۷۵ ج۲

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہوتا ہے :

" دیوبندی بڑے بڑے اماموں کی کتابیں ہیں ، جن کی یہ دیوبندی تعظیم و تقدیس کرتے ہیں ، یہ کتابیں صوفیانہ مشرکانہ خرافات سے بھری ہیں ، جیسے ارواح ثلاثہ ، امداد المشتاق ، تذکرۃ الخلیل ، تذکرۃ الرشید ، سوانح قاسمی ، اشرف السوانح ، تبلیغی نصاب وغیرہ "

(ص۴۷۶ ج۲)

یہ تو دیوبندیوں پر ایک عمومی گر القدر موحدانہ اظہار خیال تھا اور اس طرح کی باتوں سے جگہ جگہ دیوبندیوں پر کفر و شرک کے تیر برسائے گئے ہیں ، ایک دو جگہ نہیں بلا مبالغہ بسیوں جگہ ، اور نام لے لے کر بھی تقریباً تمام ہی اکابر دیوبند کو سب و شتم اور تکفیر و تفسیق کے بھالوں سے زخمی کیا گیا ہے اور کس لب و لہجہ میں ؟ نمونہ ملاحظہ ہو ۔

مولانا نانوتوی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :

كان من الصوفية الخرافية	وہ قبر پرستوں خرافاتیوں اور صوفیہ
القبورية وهو امام الديوبندية	میں سے تھا وہ دیوبندیہ کا امام
على الاطلاق ص۱۲/۲۲	مطلق ہے۔

حضرت گنگوہی کے بارے میں لکھا ہے

"وہ حنفی صوفی نقشبندی ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ایک ہے، دیوبندیوں نے اس کے بارے میں کشف و کرامت کے عجیب عجیب قصے گڑھے ہیں، مثلاً انھیں غیب کی اطلاع تھی، کائنات میں تصرف کرتے تھے" (ص ۲۴۸/۲۲)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بارے میں کئی جگہ بد زبانی کی ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو۔

"یہ دیوبندیوں کا امام شیخ خلیل احمد سہارنپوری ہے بذل المجہود اور مہند کتاب کا مصنف، مہند اس کی قبوری مشرکانہ صوفیانہ خرافاتی کتاب ہے جو تمام دیوبندیوں کیلئے باعث شرم ہے" ص ۲۳۱/۲۲

مولانا تھانوی کے بارے میں فرمایا جاتا ہے:

"وہ عبدالحق کا لڑکا ہے دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ہے صوفی خرافاتی ہے، اس کے یہاں خیر کثیر بھی ہے اور اڑنے والی چنگاری بھی قبر پرستوں کے خلاف اس کی عبارتیں بھی ہیں جس پر اس کا شکر ادا کیا جائے گا، لیکن اس کے برعکس وہ صوفیانہ قبر پرستانہ بلکہ مشرکانہ وحدۃ الوجودی اور خرافاتی خیالات رکھتا تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے متعلق ارشاد ہے:

حنفی متعصب هالك ماتريدي	وہ متعصب ہلاک ہونے والا حنفی ہے
متهالك نقشبندي هالك ص۳۳/۱۲	ماتریدی ہے گہرے قسم کا نقشبندی ہے۔

كان علاد الد ود اللدعوة السلفية وشمتها (ص ۵۲۰/۱۲۰)

وہ سلفی اماموں اور سلفی دعوت کا سخت دشمن تھا۔

مولانا مدنی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا گیا ہے

حسين احمد الملقب عند الديوبندية بشيخ الاسلام احد كبار ائمة الديوبندية واحد مشاهير القبورية الخرافية واحد اعداء الالداء للدعوة السلفية وائمتها۔ (ص ۵۲۱/۱۲۰)

حسین احمد جو دیوبندیوں کے نزدیک شیخ الاسلام کہا جاتا ہے یہ دیوبندیوں کے اماموں میں سے ایک ہے اور خرافاتی قبر پرست جماعت کا ایک مشہور شخص ہے سلفی دعوت اور سلفی اماموں کے سخت دشمنوں میں کا ایک دشمن ہے وہ صوفیانہ باطل باتوں اور قبوری خرافات کی دعوت دینے والا تھا۔

وكان له اهتمام بالاستغاثة برسول الله صلى الله عليه وسلم (ص ۵۲۲/۱۲۰)

اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنے کا اہتمام تھا۔

وكتاباه الشهاب الثاقب ونقش الحياة، دعوة للوثنية،

اس کی دونوں کتابیں، شہاب ثاقب اور نقش حیات بت پرستی کی دعوت دینے والی ہیں۔

كان شديد العداوة لائمة الدعوة قبيح الشتائم لهم والغائم فيهم (ص ۵۲۲/۱۲۰)

ائمہ دعوت کا شدید دشمن تھا ان کو بری بری گالیاں دینے والا تھا۔ ان کی برائیوں میں لگا رہتا تھا۔

یہ میں نے نہایت اختصار کے ساتھ اس کتاب کے کچھ نمونے پیش کئے ہیں، ورنہ یہ پوری کتاب اسی قسم کی غلاظت سے بھری ہے۔

اور یہ سب کچھ سلفیت کے نام پر کیا جا رہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلفیت کے نام پر کیسی خطرناک قسم کی تحریک اٹھی ہے، جس کا مقصد سارے مسلمانوں کو [illegible] ٹھہرا دینا ہے، یہ جو مذکورہ عبارتوں میں جگہ جگہ قبوری قبوری کا

لفظ آرہا ہے، اس کا صحیح مفہوم ترجمہ سے واضح نہیں ہوتا ہے، اس کا صحیح مفہوم کیا ہے تو اس کو خود کتاب کا سلفی مصنف بیان کرتا ہے۔

ان القبوریۃ اشد بلاء واعظم محنۃ علی الاسلام والمسلمین من جمیع فرق اھل القبلۃ۔	قبوریوں کی بلا اور مصیبت اسلام اور مسلمانوں پر سب اہل قبلہ سے زیادہ عظیم اور شدید ہے۔
القبوریۃ اشد شرکا من الوثنیۃ الاولیٰ۔	قبوری فرقہ زمانہ اول کے بت پرستوں سے شرک میں بڑھا ہوا ہے۔
ان القبوریۃ اعظم عبادۃ واکثر خشوعا للاموات منھم لخالق البریات ص ۱۶۶۷/۳ج	قبوری فرقہ مردوں کا زیادہ پجاری، مخلوق کے خالق سے زیادہ مردوں کے لئے خشوع وخضوع کرنے والا ہے۔
ان القبوریۃ من اعظم الفرق الباطلۃ کذبا وافتراء علی العباد وعلی رب العباد۔ ص ۱۶۷۱	قبوری فرقہ بندوں اور بندوں کے رب پر سب سے زیادہ افتراء کرنے والا باطل فرقہ ہے۔
القبوریۃ کما انھم یعبدون القبور کذلک ھم عبدۃ الانصاب والاوثان ص ۱۶۷۱	قبوری جیسے قبروں کی پوجا کرتا ہے اسی طرح یہ اصنام اور بتوں کا پجاری ہے۔

اندازہ لگائیے کرامت کے جن بزرگوں ولیوں محدثین کو اس کتاب میں قبوری کہا گیا ہے ان کا ٹھکانہ قبوریت کی اس تفسیر کے بعد اب کہاں ہے۔

بعض اسلام دشمن تنظیموں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ امت کی روشن تاریخ کو مسخ کرنے اور مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے اور ان کا رشتہ اسلاف سے توڑنے کیلئے اسلام کی طرف منسوب کچھ مسلمانوں کو استعمال کر رہی ہیں

اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کرنے کیلئے ان دشمنانِ اسلام کا جو لوگ ہاتھ پاؤں بنے ہوئے ہیں ان سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

اخیر میں یہ کہنا درست ہوگا کہ مولانا غازی پوری مدظلہ نے سلفیت کے خلاف جو قدم اٹھایا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ یہ وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس کی خطرناکی کو کم لوگ ابھی محسوس کر رہے ہیں، مگر اصحاب بصیرت فتنوں کو بہت دور سے دیکھ لیتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا غازیپوری کی ہر طرح نصرت واعانت کرے، اور ان کے مومنانہ ومجاہدانہ کردار کو قبول فرمائے۔ آمین

ص۲۹ کا بقیہ:

کھوئے ہوئے حقوق کی بازیافت کرانا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد اسلام کی مخالفت ہے، اسلامی قوانین اور اسلامی تعلیمات سے دنیا کو بیزار کرانا ہے، کیوں کہ آج اسلام دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے اسلئے انکو خوف ہے کہ آنے والی اکیسویں صدی اسلام کی بالادستی کی صدی نہ بن جائے، اسلام کے ماننے والوں کی کثرت نہ ہو جائے اور ان کی طاقت سپر طاقت نہ بن جائے، لیکن انھیں معلوم ہونا چاہئے ؎

اسلام کو قدرت نے کچھ ایسی لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے۔

محمد ابجمل مفتاحی

نماز میں رفع یدین کے بارے میں ایک خط اور اس کا جواب

مخدومنا المکرم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمزم کے اب تک کے سب شمارے ملے، زمزم کا یہاں ہر ایک کو شدت سے انتظار رہتا ہے اور جس کے ہاتھ لگتا ہے وہ شروع سے آخر تک پڑھے بغیر واپس نہیں کرتا۔ اہلحدیث حضرات کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں زمزم کے چند ہی شمارے سے رفع ہوگئیں آپ کا طرز تحریر اور آپ کے دلائل بہت اطمینان پیدا کرتے ہیں۔ زمزم کا حلقہ وسیع کرنے کی پوری کوشش جاری ہے۔

نماز میں اہلحدیث حضرات تین جگہوں پر رفع یدین کرتے ہیں اور اس بارے میں بخاری شریف کا حوالہ دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بخاری شریف کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ حدیث کی کتابوں میں سب سے صحیح کتاب ہے۔

براہ کرم آپ اس بارے میں کچھ تحریر فرمادیں، ہمیں شدت سے انتظار ہے۔

والسلام ۔ محمد علاء الدین کرنول

زمزم۔

زمزم کے بارے میں آپ کا تاثر ادارہ زمزم کے لئے باعث مسرت ہے اس کا حلقہ وسیع کرنے کی بہت ضرورت ہے، ادارہ پر مالی بار بہت پڑ رہا ہے۔

جو سوال آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ غیر مقلدین کو آپ اہلحدیث کے نام سے یاد کر رہے ہیں غیر مقلدوں کے لئے "اہلحدیث" کا استعمال وضع الشئی فی غیر محلہ کا مصداق ہے، ان کا نام یا تو غیر مقلد ہے، یا لامذہب ہے یا آزدیے ہے نہ ان کو سلفی کہنا درست ہے اور نہ اہلحدیث کہنا جائز ہے، جس طرح منکرین سنت کو اہل قرآن کہنا میرے نزدیک سخت معیوب ہے۔

رہا رفع یدین کا مسئلہ تو اس پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ مزید اس پر خامہ فرسائی کی بظاہر کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے، پاکستانی عالم مولانا محمد الیاس فیصل مقیم حال مدینہ منورہ کی کتاب "نماز پیمبر" کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کتاب میں نماز کے تمام مشہور مسائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں بہت اچھی گفتگو کی گئی ہے۔

آپ کے اس خط کے پیش نظر چند باتیں لکھتا ہوں، خدا کرے مفید ثابت ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کا رفع یدین پر اس درجہ اصرار کرنا کہ سنت کے درجہ سے اٹھا کر واجب کے درجہ تک پہونچا دینا شریعت کی تحریف ہے، جس کا گناہ بہت عظیم ہے، آج کل ان حضرات نے رفع یدین جو ایک سنت عمل تھا، اس کو واجب کا درجہ دے دیا ہے بلکہ آگے بڑھ کر اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین ص ۶۹)

اکابر علماء غیر مقلدین کے یہاں اس مسئلہ میں وہ شدت نہیں تھی جو آج دیکھی جا رہی ہے مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضورؐ سے دونوں ثابت ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔ (ص ۱۴۱/ج ۱)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جماعت غیر مقلدین کے بڑے اونچے عالم اور مجدد وقت تھے، ان کی کتاب روضۃ الندیہ غیر مقلدین کے یہاں بہت معتبر کتاب ہے،

نواب صاحب اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۔ رفع یدین و عدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضورؐ نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا ہے، اور سب سنت ہے، دونوں بات کی دلیل ہے، حق میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سنت ہیں، ص ۱۴۸

اور اسی کتاب میں حضرت سید شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں ولایلام تارکہ وان ترکہ مدۃ عمرہ ص ۱۵۰

یعنی رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جائے گی اگرچہ پوری زندگی وہ رفع یدین نہ کرے ۔

غیر مقلدین کے اکابر کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں آنحضورؐ سے ثابت ہے اور دونوں سنت ہے، اب اہلحدیث ہونے کا تقاضا تھا کہ یہ حضرات دونوں سنتوں پر عامل ہوتے مگر ان کا عمل یہ ہے کہ ایک سنت پر تو اصرار ہے اور دوسری سنت سے انکار ہے، بلکہ دوسری سنت پر جو عمل کرتا ہے اس کو برا بھلا کہا جاتا ہے، سنت پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہنا کتنی بڑی گمراہی ہے، آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی حنفی نے رفع یدین کرنے والوں کو اس کے رفع یدین کرنے پر برا بھلا کہا ہو۔

ایک بات اور غور فرمائیے کہ آنحضورؐ کا یہ ارشاد کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ لوگو صرف رفع یدین والی سنت پر عمل کرنا میری دوسری سنت عدم رفع یدین پر عمل مت کرنا۔ اب جو غیر مقلدین حضرات دونوں سنتوں میں سے صرف ایک سنت کو اختیار کرتے ہیں یہ ان کی رائے ہے، اگر سنت پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ دونوں سنتوں پر عمل کرتے یا کم ازکم جو دوسری سنت پر عمل کرتا ہے اس کو برا بھلا نہ کہتے، غرض ان کا ایک سنت پر عمل کرنا اور دوسری سنت پر عمل نہ کرنا یہ محض رائے سے ہے، حالانکہ دعویٰ ان کا یہ ہے کہ رائے کو دین نہیں بنانا چاہیے۔

اگر ان کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے سے ایک ہی سنت کو اختیار کریں تو دوسرے کو اس کا اختیار کیوں نہیں کہ وہ دوسری سنت کو اختیار کرے۔

آپ نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین تکبیر اول کے علاوہ دو جگہ رفع یدین کرتے ہیں یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، اور کہتے ہیں کہ بخاری میں ایسا ہی لکھا ہے، غیر مقلدین لوگوں کو بہت دھوکا دیتے ہیں، کچھ باتوں کو چھپانا اور کچھ کو ظاہر کرنا ان کا عام شیوہ ہے، یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے، اور انھیں کی روایت بخاری کے اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو رکعت سے کھڑے ہونے پر بھی رفع یدین کرتے تھے۔ مگر غیر مقلدین اس چوتھی جگہ کا ذکر نہیں کرتے ہیں اور عموماً اس کو چھپا لیجاتے ہیں، اگر حدیث پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ تمام صحیح حدیثوں کو سامنے رکھتے۔

محلی ابن حزم مشہور کتاب ہے، غیر مقلدین حضرات ابن حزم کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں، وہ امام بخاری کی کتاب المفرد سے نقل کرتے ہیں۔ امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کئی جگہ رفع یدین کرتے تھے، نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعت کے درمیان، دیکھئے اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا رفع یدین کا عمل کئی جگہ ثابت ہے۔ اور امام بخاری کی یہ حدیث سنداً صحیح ہے، مگر غیر مقلدین حضرات امام بخاری کی صرف اس بات کو مانیں گے (اور وہ بھی جو ان کے حسب منشا ہو) جو بخاری شریف میں ہوگی۔

حدیث کی مشہور کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ہے اور بمبئی سے غیر مقلد ادارہ نے اس کو شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں صحیح سند سے یہ اثر منقول ہے، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو صرف ابتداء نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت مجاہد عبداللہ بن عمرؓ کے مخصوص شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں کئی سال رہے ہیں۔ ان کا یہ فرمانا بہت بڑی سند ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا خود

معمول یہ تھا کہ وہ صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔

غرض حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے رفع یدین کے سلسلہ میں مختلف طرح کی روایات ہیں صرف ایک دفعہ نماز کے شروع کے وقت، دو اور دفعہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت چوتھی جگہ دونوں رکعت سے اٹھتے وقت، پانچویں جگہ سجدہ کرتے وقت ان تمام روایات کا انکار کرنا آسان نہیں ہے، صحیح سندوں سے یہ تمام روایتیں ثابت ہیں، مگر غیر مقلدین حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں ان کا عمل صرف حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی ایک روایت پر ہے اور بقیہ ساری روایتوں کو وہ چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ ان کو غلط ثابت کرنے کا اہم فریضہ بھی انجام دیتے ہیں اور طعنہ دیں گے مقلدوں کو کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

آج کل غیر مقلدین حضرات اس کا بہت پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ہم وہی مانیں گے جو بخاری و مسلم میں ہے، حقیقت یہ کہ یہ رجحان انکار سنت کی طرف بہت بڑا قدم ہے، اس کا تو مطلب یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ احادیث کی جو دوسری کتابیں ہیں ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں، ان کی ساری احادیث غیر معتبر ہیں، یہ رجحان بڑا خطرناک ہے۔

امام بخاری کی منقبت بیان کرتے ہوئے غیر مقلدین کی کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے (ص۱۸۴) اور بخاری شریف میں مکرر حدیثوں کو حذف کرنے کے بعد صرف دو ہزار چھ سو تئیس حدیثیں ہیں (ایضاً) تو امام بخاری کی بقیہ صحیح احادیث جو ستانوے ہزار سے زیادہ صحیح تھیں وہ کیا ہوئیں کیا ان کا کسی اور محدث کو پتہ نہیں لگا، ظاہر بات ہے کہ یہ صحیح احادیث بھی محدثین میں پھیلی ہوں گی خصوصاً امام بخاری کے شاگردوں میں تو ضرور پھیلی ہوں گی، تو دوسری کتابوں کی صحیح احادیث کو نظر انداز کئے جانے کا جذبہ کہاں تک معقول ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا طرز عمل بڑا عجیب سا ہے جب ان کے

مذہب ورائے کے خلاف کوئی صحیح حدیث ہوگی تو وہ اس کو ہزار تاویل سے رد کردیں گے اور رہیں گے پھر بھی وہی پکے اہلحدیث۔

مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے جس میں آنحضور کا یہ حکم موجود ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، غیرمقلدین یوں تو کہیں گے کہ ہم مسلم کی تمام حدیثوں کو صحیح مانتے ہیں، مگر آپ یہ حدیث ان کو سنائیں چہرہ پر شکن پڑجائے گی، منہ بنالیں گے، اور ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضور کا یہ حکم تھا کہ گرمی کے دنوں میں نماز ظہر اول وقت میں مت پڑھو تاخیر سے پڑھو مگر آپ غیرمقلدین کا معمول دیکھیں گے تو مئی اور جون کے زمانہ کی سخت گرمیوں میں بھی یہ اول ہی وقت نماز پڑھیں گے۔ آپ بتلائیے کہ کیا اس کا نام عمل بالحدیث ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمر کی زبان پر نازل کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی زبان سے دین و شریعت کے بارے میں ناحق بات نہیں نکلے گی، مگر تراویح و طلاق والے مسئلہ میں ان حضرات کی تحریر پڑھئے اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی زبان درازیاں ہیں اس پر نظر کیجئے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔[1]

میں نے عرض کیا کہ اکابر غیرمقلدین کو خود اعتراف تھا کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں ہی سنت ہیں، اولیٰ اور غیراولیٰ ہونے کی بات الگ ہے کسی کے یہاں ان دونوں سنتوں میں سے کوئی اولیٰ ہے اور کسی کے یہاں کوئی اولیٰ ہے مگر سنت پر عمل

---

(۱) براہ کرم زمزم کا پہلا شمارہ دیکھیں جس میں صحابہ کرام کے بارے میں غیرمقلدین کے نقطہ نظر والا مضمون ہے، اس مضمون سے معلوم ہوگا کہ ان کا عام صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

دونوں گمرہیوں کا ہے۔

رفع یدین نہ کرنا بھی سنت ہے، اس سلسلہ کی چند حدیثیں پیش خدمت ہیں۔
مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں لوگوں کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا یہ تم لوگ ہاتھ کیوں اٹھا رہے ہو، نماز میں سکون اختیار کرو۔

یہ مسلم شریف کی روایت ہے، اور اس میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضورؐ نے منع فرمایا ہے اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس واضح روایت کا غیر مقلدین مختلف تاویلیں کر کے انکار کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں جو آنحضورؐ کی نماز تھی، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور صرف شروع میں ایک مرتبہ رفع یدین کیا، امام ترمذی اس روایت کو حسن کہتے ہیں، ابن حزم بھی اس کو صحیح کہتے ہیں، غیر مقلدین کے محدث دوراں شیخ البانی بھی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں، اور پاکستانی غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے غرضیکہ محدثین کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، یہ حدیث بالکل صحیح ہے، مگر متعصب غیر مقلدین اس صحیح روایت کو گلا پھاڑ کر ماننے سے انکار کرتے ہیں اور پھر بھی کہیں گے کہ ہم اہلحدیث ہیں۔ ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کا ذکر یہاں طوالت کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ نماز پیمبر اور اختلاف امت اور صراط مستقیم مصنفہ مولانا مفتی یوسف لدھیانوی دیکھ لیں۔

البتہ یہاں پر آپ سوال کر سکتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی جو روایت ہے اس کے مقابلہ میں ترک رفع یدین کی روایت کو احناف کیوں ترجیح دیتے ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ احناف نے اس سلسلہ میں محدثین کے اصول کو پیش نظر رکھا ہے محدثین کا اصول یہ ہے کہ وہ روایت زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے جس میں راوی سے کسی طرح کی

بات منقول نہ ہو، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی بقول مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے، ان کے زمانہ میں علم [illegible] ان پر ختم تھا (دیکھو مقدمہ تحفۃ الاحوذی) وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری میں ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ولم یختلف علی راویھا فی ذلک فکان علیھا الاعتماد ص ۳۸ / ۲۲ — یعنی اس روایت کے راوی سے ایک ہی طرح کی روایت ہے اسلئے اسی پر اعتماد ہوگا (اس روایت پر اعتماد نہ ہوگا جو راوی سے کئی طرح سے مروی ہے)۔

یہ ہے محدثین کا اصول اب آپ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھیں کہ احناف نے عدم رفع یدین کے بارے میں اس کا کتنا لحاظ رکھا ہے۔

آپ نے ابھی معلوم کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رفع یدین کے سلسلہ میں کئی طرح کی بات منقول ہے، خود بخاری میں ان سے دو طرح کی روایت ہے، دوسری احادیث کی کتابوں میں کئی جگہ ان سے رفع یدین منقول ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود صرف شروع ہی میں رفع یدین کرتے تھے، ان مختلف احادیث میں سے غیر مقلدین نے بھی سب کو چھوڑ کر صرف تین جگہ والی روایت لی۔

بخلاف ترمذی کی جو حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت ہے ان سے بس ایک ہی طرح سے مروی ہے، یعنی عدم رفع یدین کا عمل، اس لئے محدثین کے قاعدہ واصول کے مطابق ترجیح اس روایت کو حاصل ہوگی جس کا راوی صرف ایک طرح کی بات نقل کرتا ہے، اور وہ راوی جس سے ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی بات منقول ہے، اس کی روایت مرجوح ہوگی خواہ وہ روایت کہیں بھی ہو۔

بخاری ومسلم کی روایتوں اور تمام احادیث صحیح وضعیفہ کو سامنے رکھ کر ہی محدثین نے اصول بنائے ہیں، ان اصول کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اصول حدیث کا فن ہی

بیکار ہوگا ۔

رفع یدین کے سلسلہ میں بڑی طویل گفتگو ہے سب کو یہاں ذکر نہیں کیا جاسکتا اگر میری یہ تحریر انصاف کی نگاہ سے پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ آپ کا ذہن مطمئن ہوگا اور آپ احناف کے نقطۂ نظر کو زیادہ صحیح قرار دیں گے ۔

البتہ اخیر میں ایک بار پھر اس بات کو اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے کہ رفع یدین کا مسئلہ حرام و حلال کا نہیں ہے ، بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے ، احادیث سے دونوں عمل ثابت ہیں اس لئے اس پر زیادہ ردوکد نہیں کرنا چاہئے ، اگر مقصود سنت پر عمل کرنے کا جذبہ ہے تو رفع یدین کرنے پر بھی اسی طرح ثواب ملے گا جس طرح نہ کرنے پر۔

غیر مقلدین کے عمل کو مت دیکھئے اپنا عمل سنوارئے ۔ قیامت کے روز آپ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ غیر مقلدین کیا کرتے تھے آپ سے آپ کے عمل کے بارے میں سوال ہوگا ۔ دکل محاسب علی عملہ ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازیپوری

کاشفؔ مرحوم

از عبدالرحمن انصاری

کیسے کہوں کہ کاشف مرحوم چل بسا
جو بھر سکے نہ حشر تک وہ زخم دے گیا
خود تو گیا سکون سے وہ سوئے خلد کو
صبر و قرار ، دل کا سکوں ، چین لے گیا

mdajmalansari52@gmail.com

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

امام بخاری کے نزدیک تراویح اور تہجّد دو الگ الگ نمازیں ہیں

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اہل حدیث مذہب میں تراویح اور رمضان میں تہجد ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ ؟

باپ ۔ بیٹا ہم لوگوں کے اہلحدیث مذہب میں جو نماز سال بھر تہجد کہلاتی ہے رمضان میں وہی تراویح ہے ، رمضان میں تہجد کی نماز الگ سے نہیں ہے جو تراویح پڑھ لے اسے تہجد نہیں پڑھنا چاہیئے ۔

بیٹا ۔ ابا جی اگر کوئی رمضان میں تراویح بھی پڑھے اور الگ سے تہجد بھی پڑھے تو اس کا یہ عمل خلاف سنت ہوگا ؟

باپ ۔ بیٹا ہمارے مذہب کی رو سے بلاشبہ اس کا یہ عمل خلاف سنت ہوگا

بیٹا ۔ تو ابا جی کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلاف سنت عمل کرتے تھے ؟

باپ ۔ کیا ہوا بیٹا ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین فی الحدیث تھے ، نہایت متبع سنت ان کا کوئی عمل حدیث و سنت کے خلاف بھلا کیوں ہوگا ۔

بیٹا۔ اباجی امام بخاری تو رمضان شریف میں تراویح بھی پڑھتے تھے اور پھر الگ سے تہجد بھی پڑھتے تھے۔ قرآن کا ایک ختم وہ تراویح میں کرتے تھے اور تین دن میں ایک ختم تہجد میں کرتے تھے، تراویح الگ پڑھنا اور رمضان میں تہجد الگ پڑھنا یہ تو ہمارے نزدیک خلاف سنت عمل ہے یعنی بدعت ہے تو کیا امام بخاری خلاف سنت اور بدعت والا عمل کرتے تھے؟

باپ۔ بیٹا یہ کہاں لکھا ہے کہ امام بخاری رمضان میں تراویح بھی پڑھتے تھے اور الگ سے تہجد بھی پڑھتے تھے؟ یہ تو خلاف سنت عمل ہے بھلا اتنا بڑا محدث یہ خلاف سنت والا عمل کیسے کرے گا؟

بیٹا۔ اباجی یہ بات اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب فتح الباری کے مقدمہ میں لکھی ہے، محدث مقسم بن سعد کے حوالہ سے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔

کان محمد بن اسماعیل	یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
البخاری اذا کان اول لیلة	پاس انکے شاگرد رمضان کی پہلی
من شهر رمضان یجتمع الیه	رات میں جمع ہوتے تھے اور امام بخاری
اصحابه فیصلی بهم ویقرأ	انکو تراویح کی نماز پڑھاتے تھے،
عشرین آیة وکذلك الی ان	ہر رکعت میں بیس آیت پڑھتے تھے
یختم القرآن وکان یقرأ	اسی طرح قرآن وہ ختم کرتے اور سحر
فی السحر ما بین النصف	(تہجد) میں کبھی نصف قرآن اور کبھی
الی الثلث من القرآن فیختم	ثلث قرآن پڑھتے تھے اور ہر تین
فی کل ثلاث لیال۔	رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

(مقدمہ فتح الباری ص۴۸۱)

باپ۔ بیٹا یہ تو بڑی عجیب بات ہے، امام بخاری جیسا عظیم محدث ہمارے مذہب کے

خلاف ، خلاف سنت والا عمل کرتا تھا ۔

بیٹا ۔ اباجی امام بخاری کا یہ عمل خلاف سنت اور بدعت والا تھا یا ہم لوگوں کا ہی یہ مذہب غلط ہے کہ نماز تراویح اور رمضان کی تہجد ایک ہی نماز ہے ؟

باپ ۔ امام بخاری کے مذہب کو تو غلط کہنا بہت مشکل ہے ۔

بیٹا ۔ تو پھر ہم لوگوں کا مذہب غلط ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

حضرت علی نے غصہ میں غلط مسئلہ بتلادیا
غیر مقلد محقق کی دریافت

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ہمارے نامور محقق مولانا رئیس احمد ندوی کی سنئے کیا فرماتے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا مولانا ندوی بڑے محقق عالم ہیں ، جماعت اہل حدیث میں ان کا بڑا مقام ہے ، ضرور ان کی بات بڑی تحقیقی ہوگی ، سناؤ مولانا کی بات ۔

بیٹا ۔ محقق ندوی صاحب کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ ،

حدیث کی کتابوں میں جہاں یہ قصہ لکھا ہے کہ حضرت علی نے تین طلاق کی وجہ سے عورت کو مرد کے نکاح سے نکل جانے کا فتویٰ دیا تھا ان کا یہ فتویٰ غصہ کی حالت میں تھا ۔

محقق صاحب کی اب پوری بات سنئے فرماتے ہیں :

" ظاہر ہے کہ حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی ورنہ تین طلاق سے زیادہ طلاقوں کو دوسری بیویوں پر تقسیم کرنے کا کوئی قائل نہیں ۔"

(تنویر الآفاق صـ ۱۰۳)

باپ ۔ بیٹا ۔ پہلے وہ حدیث تو ذکر کرو جس میں حضرت علی کا یہ فتویٰ مذکور ہے،
صرف ترجمہ کر دو مسئلہ سمجھ میں آجائے گا ۔

بیٹا ۔ اباجی محقق صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

" خلیفہ راشد حضرت علی سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو
ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں تو حضرت علی نے فرمایا کہ تین طلاق سے
تمہاری بیوی بائنہ ہو گی (یعنی تمہارے نکاح سے نکل گئی) اور باقی
نوسوستانوے طلاقیں تم اپنی دوسری بیویوں پر تقسیم کر دو "

(تنویر الآفاق ص۱۰۳)

اس حدیث کے بارے میں محقق صاحب کا فرمان ہے کہ حضرت علی کا فتویٰ غلط تھا
اور انھوں نے یہ فتویٰ غصہ میں دیا تھا ۔

باپ ۔ بیٹا حضرت علی نے تو یہ بات بطور مزاح اور ظرافت کے فرمائی تھی کہ بقیہ
طلاقیں تم اپنی بیوی پر تقسیم کر دو ۔ غصہ والا یہ کلام ہے ہی نہیں، اگر اس کو
غصہ والا کلام بھی مان لیا جائے تب بھی ایک عام مفتی کبھی غصہ کی حالت میں خلافِ
شریعت فیصلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تو بھلا حضرت علی جیسے خلیفہ راشد
کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے ؟

بیٹا ۔ تو کیا محقق صاحب نے حضرت علی کے فتویٰ جن کو وہ خلیفہ راشد بھی کہتے ہیں
محض بات بنانے کیلئے غلط کہا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

صحابہ کرام نے غصہ میں غلط فتویٰ دیا

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے محققین کو صحابہ کرام سے کیوں چڑ ہے ؟

باپ۔ نہیں بیٹا، ہم لوگ تمام صحابہ کرام کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ دیکھو ہمارے مولانا حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں

تمام صحابہ صرف حدیث اور سنت پر چلتے تھے۔ (سبیل الرسول ص۴۸)

اور دیکھو فرماتے ہیں کہ :

"ناجی (یعنی نجات پانے والی) جماعت وہ ہے جو رسول اور صحابہ کے طریقہ پر ہوگی"۔ (ص۴۲ ایضا)

بیٹا۔ مگر اباجی صحابہ کرام تو غصہ میں شریعت کا غلط مسئلہ بتلاتے تھے ان کی راہ پر چلنے والا ناجی کیسے ہوگا ؟ دیکھئے جامعہ سلفیہ بنارس کے محقق صاحب فرماتے ہیں :

"یہی غصہ والی بات ان صحابہ کرام کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی جنھوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاق کو واقع بتلایا"

(ص۱۰۳ تنویر الآفاق)

یعنی ہمارے محقق صاحب کا کہنا یہ ہے کہ جن صحابہ کرام نے ایک دفعہ میں دی گئی تین طلاق کو واقع ہوجانے کا فتویٰ دیا ان کا یہ فتویٰ غلط تھا، انھوں نے غصہ میں آکر خلاف شریعت یہ فتویٰ دیا تھا۔

باپ۔ بیٹا ہمارے محقق صاحب کی اس قسم کی تحقیقات سے ہمارے مخالفین ہمارے خلاف طوفان برپا کرتے ہیں خدا کیلئے محقق صاحب کی اس کتاب کو چھپاکر رکھدو کسی حنفی دیوبندی کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

بیٹا۔ اباجی تو ہمارے محقق صاحب کی یہ بات غلط ہے ؟

باپ۔ ہاں بیٹا بالکل غلط ورنہ صحابہ کرام کی کسی بات پر اعتماد ہی باقی نہیں رہے گا شیعوں کی بن آئے گی کہ دیکھو صحابہ کے بارے میں جو ہمارا عقیدہ ہے وہی

ہمارے بھائی اہلحدیثوں کا بھی ہے ۔

بیٹا ۔ تو اباجی صحابہ کرام نے جو ایک وقت میں دی گئی تین طلاق کے واقع ہو جانے کا فتویٰ دیا تھا وہ صحیح تھا ؟

باپ ۔ ذرا آہستہ بولو ، دیکھو غازی پوری دیوبندی مولوی ابھی ادھر سے گذرا ہے کہیں وہ ہماری بات سن نہ لے ۔

بیٹا ۔ اباجی اہل حق تو ڈنکے کی چوٹ پر اور علی الاعلان باتیں کرتے ہیں، ہم اہلحدیث لوگ چھپ چھپ کر کیوں باتیں کرتے ہیں ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

ناک کٹی یا ناک بچی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی فضیلۃ الشیخ جمن کے گھر بڑا زوردار معرکہ پڑا ہے دکتور سلفی جمع سالف اور جامعہ سلفیہ کے نامور محقق گتھم گتھا ہو رہے ہیں، دکتور سلفی جمع سالف نے محقق صاحب کی ناک کو پکڑ رکھا ہے کہ ہم اس کو کاٹ ڈالیں گے جس طرح تم نے ہماری ناک کٹوادی ہے ۔

باپ ۔ بیٹا قصہ کیا ہے ، یہ آپس میں گتھم گتھا کیوں ہو رہا ہے ، کیوں سلفی جمع سالف کی ناک کٹی ؟

بیٹا ۔ اباجی سلفی جمع سالف نے نامور محقق کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے غازیپوری مولوی کے جواب میں یہ لکھدیا تھا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی صحابہ کے قول کو حجت نہیں مانا جاتا ۔

باپ ۔ تو کیا نامور محقق کی بات غلط تھی ؟ میں تو بڑا خوش تھا کہ ہماری جماعت

کے محققین نے ایک نئی تحقیق دریافت کی ہے۔

بیٹا ۔ اباجی بالکل غلط تھی یہ بات ، نامور محقق صاحب نے حنفیوں کی جس کتاب کا حوالہ دیا تھا، اس میں کہیں یہ بات نہیں ہے۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے تلویح کتاب کی عبارت مع صفحہ پیش کی تھی۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے نامور محقق صاحب نے عبارت کو سمجھا ہی نہیں تھا، یا سمجھ کر فریب کیا تھا۔

اصل میں مطلق اور مقید کی بحث میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مطلق کو اسکے اطلاق پر باقی رکھا جائے گا۔ جبکہ یہ کچھ کا یہ مذہب نہیں ہے، اب حنفیوں کی طرف سے اپنے مذہب پر حضرت ابن عباس کے قول سے استدلال کیا گیا ہے کہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ جو اللہ نے مبہم رکھا ہے اس کو مبہم رکھو اور جس کو کھول کرکے بیان کیا ہے اس پر عمل کرو۔

تو ان مخالف کی طرف سے جواب دیا جارہا ہے کہ جناب والا ہمارے یہاں تو صحابی کا قول فروع میں تو حجت ہی نہیں ہے آپ اس کو اصولی مسئلہ میں بطور حجت کیسے ہمارے خلاف پیش کررہے ہیں، اسی بات کو تلویح والے نے اس انداز میں کہا ہے۔

هذا لا يقوم حجة على	یعنی حضرت ابن عباس کا یہ قول مخالف
الخصم لانه لا يجعل	(یعنی شوافع پر حجت نہیں ہوسکتا)
قول الصحابي حجة في الفروع	اسلئے کہ مخالف صحابی کے قول کو جزئیات
فضلا عن الاصول۔	میں حجت نہیں مانتا تو پھر وہ اصولی
(ص ۲۷۹ / ۱۲)	مسائل میں اسکو حجت کیسے تسلیم کرے گا۔

چونکہ تلویح کتاب بہت دقیق ہے۔ اس لئے غالب گمان ہے کہ نامور محقق کو کتاب کی عبارت سمجھ ہی میں نہیں آئی ہوگی۔ یا اگر ان کی علمی قابلیت سے حسن ظن قائم

باقی ص ۶۱ پر

محمد ۱۰ جمل مفتاحی

خطبۂ جمعہ سے متعلق ایک اہم استفتاء

اور

شرعی رہنمائی

ذوالمجد والکرم مولانا و مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خیریت دارم و عافیت شما خواہم!

عرض تحریر یہ کہ گزشتہ کچھ مہینوں بلکہ سالوں سے غیر مقلدیت اپنے بال وپر بڑی تیزی سے نکال رہی ہے۔ کتاب و سنت اور توحید خالص کا نام لے کر اور وحدت کلمہ کی بنیاد پر متحد ہونے کی دہائی دے دے کر یہ مذہبی طور پر آوارہ ٹولہ (طائفۃ لامذہبیین) دوسروں کو کافر و مشرک گردانے میں لگا ہوا ہے۔ اور تقلید مقلدین کی استہزاء کر رہا ہے۔ مالیگاؤں میں بھی ۸/۱۰ مہینہ پہلے اس فتنے نے کچھ سر اٹھایا تو اس کی سرکوبی کے لئے آپ کے تلمیذ رشید مہتمم معہد ملت حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملی کی زیر قیادت علماء مالیگاؤں نے اس فتنہ کی سرکوبی و استیصال کے لئے بھرپور کوشش کی، اور بحمد للہ اس کے خوش گوار اور اچھے نتائج سامنے آئے اور علماء مالیگاؤں (دیوبندی مکتب فکر کے حاملین) کو آج یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ؎

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور\
رستے میں جو کھڑا تھا وہ کہسار ہٹ گیا

ایک مرکزی ادارے سے وابستہ ہونے اور اہم منصب افتاء پر فائز ہونے کی بنا پر

ملک میں اپنوں کی ان ریشہ دوانیوں سے آپ یقیناً واقف ہی ہوں گے۔ میرا تو یہ گمان ہو چلا ہے کہ جس طرح تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے بالکل اسی طرح تحفظِ تقلیدِ ائمہ اور مضرتِ مذہبی آزادروی پر بھی کبھی کبھار عوام وخواص کو اکٹھا کرتے رہنا چاہئے۔

فی الحال خط لکھنے کا منشا یہ ہے کہ اس تخریبی تحریک کے بعد سے میں نے چونکہ مجھے امامتِ صلوٰۃ کا موقع حاصل ہے نمازِ جمعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خطبۂ جمعہ میں ائمہ اربعہ کے تذکرے کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اور اس طرح کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کے بعد درج ذیل جملے ادا کر کے ان اللہ یامر بالعدل پر خطبۂ ثانیہ ختم کرتا ہوں۔ اور اضافہ ملاحظہ ہو۔

فلذا اُقدم الرحمة والرضوان علی الائمة المجتهدین خاصة علی الائمة الاربعة امامنا الاعظم ابی حنیفة نعمان بن ثابت والامام مالك ابن انس والامام محمد ابن ادریس الشافعی والامام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین۔

یہ ترضی بھی بالتبع ہے نہ کہ بالاصل کیونکہ اوپر حضرات خلفاء راشدین عشرہ مبشرہ سید الشہداء اور حضرات حسنین وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ میں ائمہ اربعہ کے اس تذکرے کی گنجائش مصالح شرعیہ کی بنا پر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

یا یہ اضافہ بدعت قرار پا کر واجب الترک ہو گا؟

امید کہ از روئے شرع و کتاب جوابِ باصواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

فقط المستفتی

حافظ زبیر احمد ملی۔ ۵۵م۔ بیلباغ

مالیگاؤں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق ! حضرت خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام پر بالاصل ترضی کا اظہار کر کے تبعاً ائمہ مجتہدین، خاص کر ائمہ اربعہ کا ذکر مع ترضی درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، آپ کا یہ اضافہ بدعت نہ ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۶ر شعبان ۱۴۱۸ھ

ص۵۸ کا بقیہ :

رکھا جائے تو پھر ان کی دیانت مشکوک ہے کہ بات سمجھ کر بھی غلط انداز سے پیش کیا۔

باپ۔ بیٹا تم نے اتنی دقیق بات کو کیسے سمجھ لیا ؟

بیٹا۔ اباجی میں رضاء اللہ مبارکپوری کی بات پڑھ کر خوش خوش غازی پوری مولوی کے پاس گیا تھا کہ آج اس کو ہم چت کریں گے۔ مگر جب گفتگو ہوئی تو تلوے نکال کر عبارت کا صحیح مطلب سمجھا دیا اور میں خود چت ہو گیا۔ اباجی اب تو ہماری جماعت کی ناک کٹ ہی گئی ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

یہ تقدیر کا کھیل تھا اور جلدی اٹھا گیا
تو نے اے [illegible]
جس نے آپ کی موت دیکھی [illegible]
کاش مرحوم وہ معصوم سا [illegible]

از طرف
عزیزہ حفصہ بانو

R.A.

از محمد خالد عبداللہ

المناک حادثہ

مولانا غازی پوری کی خاندان کو زبردست صدمہ

یہ خبر قارئین زمزم کو نہایت افسوس کے ساتھ دی جارہی ہے کہ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدیر زمزم کے بڑے بھائی حاجی محمد فاروق صاحب کا پوتا اور مولانا محمد عبداللہ غازی پوری کا صاحبزادہ کاشف عبداللہ ۵ مئی ۱۹۹۶ء بروز سنیچر چار بجے دن میں گھر کی تیسری منزل سے نیچے آنگن میں گیند کھیلتے ہوئے گر گیا سر میں شدید ضرب آئی اور دماغ بری طرح متاثر ہوگیا، کو دا سے پانی آنے لگا ہاسپیٹل فوراً لیجایا گیا مگر قضا و قدر کا اس کے حق میں فیصلہ ہوچکا تھا اور آدھ گھنٹے کے وقفہ کے بعد اس کا انتقال ہوگیا، مرحوم کی عمر سات سال تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذہانت و ذکاوت کا نور شروع ہی سے اس کی پیشانی سے ظاہر تھا، قرآن ختم کرنے کو تھا، سخت جاڑے کے زمانہ میں بھی فجر کی نماز مسجد میں پڑھتا تھا، پنجوقتہ نماز باجماعت کا تقریباً پابند تھا، نہایت بھولا بھالا اور سب سے محبت کرنے والا بچہ تھا۔

حادثہ کی اطلاع فوراً محلہ والوں اور آس پاس کے لوگوں کو ہوگئی، مرحوم کو دیکھنے اور سوگوار خاندان سے تعزیت کیلئے ایک بڑا مجمع جمع ہوگیا، دوسرے دن ۱۳ مارچ کو تجہیز وتدفین عمل میں آئی، نماز جنازہ مولانا مفتی ابو القاسم صاحب بنارسی نے پڑھائی، نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد تھی مرحوم کو غسل میرے سامنے اس کے دادا، مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ

حافظ محمد اسحاق صاحب اور حاجی محمد فاروق صاحب کے خالہ زاد بھائی محمد حسین انصاری اور مولانا غازی پوری شریک رہے۔

سوگوار خاندان کی تعزیت کیلئے آج ایک ہفتہ بعد بھی لوگوں کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام تعزیت کرنے والوں کو بہترین بدلہ دے۔

اس کا بہت افسوس ہے کہ مرحوم کے والد مولانا محمد عبد اللہ مکہ مکرمہ میں ہیں اور اور مرحوم کے چچا ذبیح اللہ انصاری راجستھان اپنی ملازمت پر ہیں، چچا کو اپنے اس بھتیجہ سے خاص انسیت تھی، کاشف مرحوم سے بہت محبت کرنے والا مولانا غازی پوری کا چھوٹا لڑکا عبید الرحمٰن سلمہٗ بھی پرتاب گڈھ مدرسہ نور العلوم ہر ہر پور میں اپنی تعلیم کے سلسلہ میں تھا، ان تینوں افراد کی عدم موجودگی گھر والوں کے لئے اور بھی باعثِ رنج و ملال بنی رہی۔

خداوند قدوس کی کرم فرمائی تھی کہ مدیر زمزم ایک ہی روز پہلے علی گڈھ سے آئے تھے، انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے کام لے کر پورے گھر والوں کو سنبھالے رکھا، اور تجہیز و تکفین کا سارا انتظام کیا کرایا۔

زمزم کے قارئین سے گذارش ہے کہ مرحوم کے گھر والوں کے صبر و سکون کیلئے بطور خاص دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس مرحوم و معصوم شہید بچہ کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

غیر ممالک کے لئے سالانہ زر اشتراک
دس ڈالر امریکی

... مرحوم کی یادیں

وہ ... ہمارا خوب رو و خوش ادا
...ڑ کر ہم کو تڑپتا اس جہاں سے چلدیا
...ے کیسا غم یہ تھا، ہم غم کو کیسے سہ گئے
...ندگی کے سارے آنسو ایک دن میں بہ گئے
ہائے یہ کیسی اجل تھی دل کے ٹکڑے کر گئی
تیز دھار غم کی برچھی آہ دل پر چل گئی
میرے بچے، میرے پیارے کیوں خفا ہم سے ہوئے
کیوں ہم کو چھوڑ کر، تم اس جہاں سے چلدیئے
کیا تمہیں الفت نہیں تھی دادی داداجان سے
اپنے ابوجان سے اور اپنی امی جان سے
چھوٹے ابو، چھوٹے چچا، اپنی پھوپھی جان سے
اپنے نانا، اپنے ماموں اور خالہ جان سے
دیکھو تم کو سُمیّہ ڈھونڈتی ہے ہر جگہ
جس جگہ تم بیٹھتے گھرے، جاتی نہیں ہے اس جگہ
یہ تو میں کہتا نہیں کہ وقت سے پہلے چل بسا
لیکن اس میں شک نہیں کہ غم بہت گہرا دیا
کاشف مرحوم اب تم جب خدا سے جا ملے
عرض یہ کرنا خدا سے عرش اس کا تھام کے
صبر دے ہم کو خدا اور دل ہمارا تھام لے
ہم کریں بس کام وہ جو آخرت میں کام دے

mdajmalansari52@gmail.com

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی و علمی مجلہ

جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۸

ربیع الاول و ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۰

زمزم

محمد اجمل مفتاحی

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ———— ۶۰/ روپے

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک کیلئے دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔ یوپی

پن کوڈ ۔ ۲۳۳۰۰۱ فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

کتبہ
شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی

ادارىہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبلیغی جماعت اور اس کے ناقدین

تبلیغی جماعت جو ایک خالص دینی و دعوتی جماعت ہے، بعض لوگوں کی نگاہ میں اس کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیاں ناپسندیدہ قرار پا رہی ہیں، تبلیغی جماعت کے خلاف غیر مقلدین حضرات نے جو شور و غوغا برپا کیا اس سے متاثر ہو کر کچھ اپنے بھی اس جماعت کے خلاف تحریر اور تقریر اور بعض حضرات نجی مجلسوں میں ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جن سے بہت سے لوگوں کا ذہن اس جماعت کے خلاف بنتا جا رہا ہے۔

تبلیغی جماعت کے یہ ناقدین اپنے اس نقد و اعتراض میں کتنے مخلص ہیں اس کا فیصلہ تو دلوں کا حال جاننے والی ذات عالم الغیب والسرائر ہی کر سکتی ہے، مگر ہماری سمجھ میں اس نقد و اعتراض کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا جو طریقہ تبلیغ ہے اس کا وجود زمانہ خیر القرون میں نہیں ملتا، آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تبلیغ کا یہ طریقہ رائج نہیں تھا گویا کہنے والے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تبلیغ کا مروج طریقہ بدعت ہے۔

مگر یہ نہایت سفیہانہ انداز فکر ہے، کتاب و سنت سے تبلیغ کرنا اور کلمہ کی دعوت کو عام کرنا فرض کفایہ ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی متعین طریقہ مقرر نہیں فرمایا ہے، حالات و زمانہ کے لحاظ سے تبلیغ دین کے طریقے

مختلف ہوتے رہے ہیں، کسی زمانہ میں تبلیغ اسلام کا کوئی متعین طریقہ نہیں تھا علماء اور دین کا درد رکھنے والوں نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے جو طریقہ مناسب سمجھا اس کو اختیار کیا، اس لئے یہ کہنا کہ تبلیغ کا فلاں طریقہ سنت ہے اور فلاں طریقہ بدعت ہے غلط سوچ کا نتیجہ ہے۔

قدیم ایام میں درس و تدریس کا آج کا مروج طریقہ نہیں تھا، تو کیا یہ کہا جائے کہ موجودہ مدارس کا سلسلہ اور ان میں پڑھنے پڑھانے کا طریقہ بدعت ہے ؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے اپنی تعلیم میں صرف تبلیغی نصاب پڑھتے ہیں کوئی دوسری کتاب پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

یہ اعتراض بھی غیر معقول ہے، تبلیغی جماعت کے لوگ دوسری کتاب پڑھنے کو حرام تو نہیں کہتے۔ اگر انتظاماً اور ایک نظام کے تحت وہ صرف تبلیغی نصاب سے تعلیم کرتے ہیں تو اس پر خفا ہونے اور اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے، یہ اعتراض ایسا ہی ہے کہ مدارس میں فقہ کی کتاب ہدایہ اور شرح وقایہ ہی کیوں فلاں فلاں جماعت میں پڑھائی جاتی ہیں، کوئی دوسری کتاب کیوں نہیں پڑھائی جاتی، کیا اس طرح کے غیر معقول اعتراض کی وجہ سے مدارس والے اپنا نصاب بدل دیں گے، جس طرح مدارس میں ہدایہ اور شرح وقایہ کا فائدہ اور ان کی افادیت مسلم ہے۔ اسی طرح تبلیغی جماعت والوں کے نظر میں تبلیغی نصاب کی افادیت تجربہ سے ثابت ہے، اب خوامخواہ ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ اس کتاب کو بدل دو اس کی جگہ دوسری کتاب لاؤ یا کبھی اس کی جگہ اور کوئی کتاب پڑھو، یہ بلاوجہ کا مطالبہ ہے، اگر تبلیغی نصاب میں خلاف کتاب و سنت کوئی بات ہوتی یا اس کا نفع معلوم نہ ہوتا تو اس قسم کا مطالبہ جائز بھی ہوتا، مگر جب یہ بات محقق ہے کہ اس نصاب میں خلاف کتاب و سنت کوئی بات نہیں، اور اس کا نفع بھی ہر عام و خاص کو معلوم ہے اس نصاب سے کتنی زندگیاں سنور گئیں تو اس نصاب کی جگہ کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا مطالبہ کرنا نری زبردستی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جماعت میں جہلاء مقرر بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، جن کا نہ تلفظ درست ہوتا ہے اور نہ قرآن صحیح ہوتا ہے۔

تبلیغی جماعت میں جو نکلتا ہے وہ پہلے سیکھتا ہے سیکھ کر پھر سکھانے والا بنتا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں انتہائی مرحلے کی بات کرنا نادانی ہے، مدرسہ میں بچہ جاتا ہے نہ اس کا تلفظ درست ہوتا ہے اور نہ اس کا قرآن صحیح ہوتا ہے مگر مدرسہ والے اس کو نکال نہیں دیتے ہیں، مسلسل اس کے ساتھ محنت ہوتی ہے تو باصلاحیت بن جاتا ہے، اس کا قرآن بھی درست ہوجاتا ہے اور اس کا تلفظ بھی درست ہو جاتا ہے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ جو تبلیغ میں نکلتے ہیں اگر ان کو تقریر کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ قرآن کی آیت یا حدیث کا متن نہیں پڑھتے بلکہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں ان لوگوں کو گفتگو کے لئے کھڑا اس لئے کیا جاتا ہے کہ مشق سے بات کہنے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے، دوسروں تک بات پہونچانے کا سلیقہ آجائے، حجاب ختم ہو، اور پھر یہ کہ یہ جماعت عملی درسگاہ بھی ہے اس لئے جو بات آدمی کہے تو اس پر وہ خود عمل بھی کرے مشاہدہ یہی ہے کہ بے عمل جب مسلسل عمل کی بات کرتا ہے تو کسی نہ کسی درجہ میں وہ خود عمل والا بن جاتا ہے۔ تبلیغی جماعت کے طفیل کتنے کم پڑھے لکھے اور غیر عالم اچھے مقرر بن گئے، دین کی بات سلیقہ سے پیش کرنے کا ان کو ہنر آ گیا۔

رہی تلفظ کی بات تو کتاب وسنت میں یہ کہاں ہے کہ جس کا تلفظ صحیح ہو وہ تو اللہ ورسول کی بات کرے اور جس کا تلفظ درست نہ ہو وہ اللہ ورسول کی بات نہ کرے ہلکی بات کو بھاری بنا کر پیش کرنا یہ حکیمانہ انداز گفتگو نہیں ہے۔

تبلیغی جماعت فرشتوں اور معصومین کی جماعت نہیں ہے، لیکن اس میں بھی شک نہیں ہے کہ اس کی چلت پھرت بڑی مبارک ہے، کتنے لوگوں کی زندگیاں اس جماعت میں رہنے سے سنور گئیں، کتنے بے نمازی نمازی بن گئے، حرام سے بچنے والے بن گئے، بد عقیدہ تھے خوش عقیدہ ہو گئے، بے داڑھی والے تھے داڑھی کے نور

سے ان کا چہرہ چمک اٹھا، بدعت سے سنت کی طرف آگئے، تبلیغی جماعت کی کوششوں کے یہ وہ ثمرات ہیں جن کا کوئی اندھا ہی منکر ہوگا۔

اب اتنے سارے فوائد کے ساتھ ساتھ کچھ بے ضابطگیاں اور بے اصولیاں بھی بعض افراد میں پائی جائیں تو اس کی وجہ سے پوری جماعت کو نشانہ ملامت بنانا یہ کہاں سے جائز ہے۔

خیر کے راستہ میں کانٹے پتھر بچھانا یہ ایمانداروں کا کام نہیں ہے اگر آپ کسی وجہ سے تبلیغ والوں سے ذہنی موافقت نہیں رکھتے تو اپنا گھر دیکھئے الا الا خیر صلاً، اس جماعت کے خلاف عوام کا ذہن بنانا یہ کون سا دین کا کام ہے۔

غیر مقلدین حضرات یا جماعت اسلامی کے لوگ جماعت کے خلاف کچھ کہیں تو ان کو کہنا چاہیے اس لئے کہ صالحین کا دشمن ان سے بڑا کوئی دوسرا نہیں ہے، نیز جماعت سے ان دونوں فرقوں کو جو نقصان پہونچا ہے اس کی کسک سے ان کے قلوب زخمی رہتے ہیں ان کے دماغ میں جھنجھلاہٹ رہتی ہے، ان کا ذہن پراگندہ رہتا ہے، اس لئے تبلیغی جماعت پر ان کا غصہ بجا اور ان کی مخالفت روا، مگر ان سے متاثر ہوکر خود اپنے لوگوں کا ذہن تبلیغی جماعت کے خلاف بن جائے بہت تعجب اور نادانی کی بات ہے، دیکھئے کہ جماعت سے خیر کا ظہور ہو رہا ہے یا شر کا، یا خیر و شر میں سے غالب کون ہے، اگر خیر کا ظہور ہو رہا ہے یا خیر غالب ہے تو اس کی مخالفت سے باز رہئے۔ اور مناع للخیر بن کر اپنی عاقبت خراب مت کیجئے۔

محمد احمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومنین (مسلم)

اس حدیث میں ولی کا لفظ استعمال ہوا ہے، ولی وہ شخص کہلاتا ہے جس سے قلبی لگاؤ اور تعلق ہو، آنحضورؐ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ کا سچا متبع وہ ہوگا جس کا قلبی لگاؤ اور تعلق اللہ سے ہو اور اہل ایمان میں سے ان لوگوں سے ہو جو نیک اور صالح ہیں۔

ہر مسلمان کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ اپنا دوست ان کو بنائے جو نیک لوگ ہوں، فساق و فجار سے تعلق قائم کرنا اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنا درست اور مناسب نہیں، اچھے لوگوں کی صحبت میں رہ کر آدمی اچھا بنتا ہے، بروں کی صحبت آدمی میں بگاڑ پیدا کرتی ہے، ظاہری اور رسمی تعلق تو سب سے قائم کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کے بہت سے کام اس کے بغیر انجام نہیں پائیں گے مگر بد دینوں اور بے دینوں سے گہرا ربط و ضبط رکھنا انسان کی آخرت کی زندگی کے لئے بہت خطرناک ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے اور شدید ضرورت کے سوا بے دینوں اور بد دینوں کے پاس آمد و رفت اور ان سے رشتہ و تعلق کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین عمل نماز کا وقت پر ادا کرنا ہے، اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ (مسلم)

نماز دین کا اہم رکن بلکہ اہم ترین رکن ہے، شریعت میں نماز کی جتنی تاکید ہے کسی اور بات کی اتنی تاکید نہیں آئی ہے، نماز کا وقت پر ادا کرنا یہ ایمان کی علامت ہے، اللہ کے رسولؐ نے اس کو افضل اعمال قرار دیا ہے، وقت پر نماز ادا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی نماز کو جماعت سے پاتا ہے، نماز با جماعت کی بڑی تاکید ہے، اور اس کا ثواب بھی تنہا نماز ادا کرنے سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، جماعت کا پابند اور وقت پر نماز ادا کرنے کا اہتمام کرنے والا نماز کی طرف سے کبھی غافل نہیں رہتا، نماز کا خیال اسے ہر وقت رہتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایسا شخص گویا نماز ہی میں ہوتا ہے یعنی نماز سے باہر رہ کر بھی وہ نماز کا ثواب حاصل کرتا رہتا ہے۔

منافقین کا دستور تھا کہ وہ نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھا کرتے تھے اور نماز کو کسلمندی سے ادا کرتے تھے، قرآن نے ایسے منافقین کی سخت مذمت کی ہے۔ وقت سے نماز نہ ادا کرنا نماز کی طرف سے بے توجہ ہونے کی دلیل ہے، جو خود بہت برا عمل اور گناہ کی بات ہے۔ حاصل یہ کہ نماز کے بارے میں آدمی کو بڑا چاق و چوبند ہونا چاہئے تاکہ جماعت اور وقت کی پابندی سے اس کو ادا کیا جا سکے۔

دوسری بات حدیث میں یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کو افضل اعمال قرار دیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ کا بچوں پر تربیت و پرورش کے سلسلہ میں جو احسان ہوتا ہے وہ اتنا عظیم ہے کہ اس کا بدلہ ہم اپنے عمل سے نہیں دے سکتے اسلئے ہمیں ان کے ساتھ حسن سلوک، انکی دل جوئی اور ان کی اطاعت و فرماں برداری میں زندگی گذارنا چاہئے، خصوصًا بڑھاپے کا وقت والدین کے لئے بڑا احساس بن جاتا ہے۔ ایسے میں وہ اپنے بچوں سے بہت پرامید ہوتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ

ان کی اولاد ان کی خدمت گزاری سے غفلت نہ برتے، اگر اولاد کی طرف سے اس میں وہ کوتاہی دیکھتے ہیں تو اس کا اثر ان کے ذہن و دماغ پر بہت ہوتا ہے اس لئے بطور خاص بوڑھاپے کے عرصہ میں ماں باپ اگر وہ حیات ہیں تو پوری توجہ دینی چاہیئے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت یہ ہے کہ اگر والدین کافر بھی ہوں تو قرآن کی ہدایت ہے کہ ان کے ساتھ عام معاملات میں اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے دین کے خلاف باتوں میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی اس کے سوا بقیہ تمام حالات میں ان کی خبرگیری ان کی دلجوئی، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری ہوگا۔

حدیث میں آیا ہے کہ وہ سخت بڑا بد نصیب اور محروم ہے جو ماں باپ کو پائے اور جنت میں نہ جائے۔ یعنی ماں باپ کی خدمت کا ثواب یہ ہے کہ انسان کو جنت میں داخل ہونے کا ٹکٹ مل جاتا ہے۔

ماں باپ کی خدمت سے اولاد کو ان کی جو دعائیں ملتی ہیں وہ بہت بڑی دولت ہے اسی طرح اگر والدین کسی اولاد کے حق میں بد دعا کردیں تو یہ اس کے لئے بہت بڑی سزا ہے ماں باپ کی دعا اور بد دعا دونوں ہی اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ایک بظاہر بہت فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ رزق اور عمر میں برکت پیدا ہوتی ہے، اور خود اس کی اولاد اس کی فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوتی ہے، جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کرتے عموماً دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتی اور شاید دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہ ہوگی کہ اولاد ماں باپ کی نافرمان بن جائے اس لئے ماں باپ کی خدمت و اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیئے، دنیا میں ماں باپ کی خدمت کرکے زیادہ سے زیادہ ان کی دعائیں لینی چاہیئیں انشاء اللہ اس سے دین و دنیا دونوں جگہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔

(۳) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے، تو آپ نے فرمایا، وہ شخص جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔

کون سا اسلام بہتر ہے کا مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام میں سے کون آدمی افضل ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

اس حدیث میں بڑی اہم بات بڑے جامع لفظوں میں بیان کی گئی ہے، یعنی اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ہر قسم کی ایذاء و شر سے مامون ہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی برائی نہ کرے، اپنی زبان سے اس کی عزت و آبرو کے درپے نہ ہو اس کی غیبت نہ کرے، اس کے معائب کو دوسروں سے بیان نہ کرے، کسی کی برائی میں ادھر کی باتیں ادھر نہ کرے، جھوٹ بول کر اور جھوٹی شہادت دے کر اس کو نقصان نہ پہونچائے اس کا تمسخر نہ کرے، غرض ہر وہ بات جو کسی مسلمان کے لئے باعث اذیت اور تکلیف ہو اس سے بچے۔

اسی طرح اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرے مسلمان کا نقصان ہو مثلاً اس کے گھر کے راستہ میں کوئی آڑ کھڑا کر دے جس سے آنے جانے میں پریشانی ہو، کھیت میں پانی جارہا ہے پانی روک دے، یا اس کا پانی راستہ کاٹ کر کے اپنے کھیت میں پہنچائے غرض اس طرح کے ہر وہ کام جس سے دوسرا تکلیف محسوس کرے اس سے ایک مسلمان کو بچنا چاہیئے، یہی اسلام کا تقاضا ہے، اللہ کے رسول نے اس کو افضل اسلام قرار دیا ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے خود کو کسی دھار دار چیز سے قتل کر کے ہلاک کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جس نے زہر کھا کر اپنے کو ہلاک کیا وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

خودکشی اسلام میں حرام ہے، اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے، اس گناہ کی سزا یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اصل میں خودکشی کرنا قضا و قدر کے خلاف اقدام ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بندہ کے حق میں

کچھ ہوتا ہے اور خود بندہ کی خواہش اور اس کی تمنا اور امنگ کچھ ہوتی ہے، اور جب خدا کا فیصلہ اس کی خواہش و تمنا کے مطابق نہیں ہوتا تو وہ بڑی گھٹن محسوس کرتا ہے، اور اپنی زندگی کو ناکامیاب اور خود کو نامراد سمجھ لیتا ہے، اور اس پر یاس اور ناامیدی کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ زندہ رہنے سے بہتر موت کو سمجھتا ہے، اور پھر اس کا انتہائی اقدام یہ ہوتا ہے کہ وہ خودکشی کر لیتا ہے۔

عموماً خودکشی کی یہی وجہ ہوتی ہے، مگر خودکشی وہ کرتا ہے، جو کم ہمت اور کم حوصلہ ہوتا ہے اور جس کا خدا پر اعتقاد اور ایمان کمزور ہوتا ہے، جو خدا کی قدرت و مشیت کو اپنے جذبات و خواہشات کے تابع دیکھنے کا شوق پالے رہتا ہے، بخلاف اس کے کہ جن کا ایمان و عقیدہ پختہ ہوتا ہے، اور اللہ کی ذات پر جن کا یقین کامل ہوتا ہے۔ جو خدا کے فیصلہ کو ہر حال میں قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور اپنی مرضی و خواہش کو اللہ کی مرضی و مشیت کے تابع رکھتے ہیں، ان پر یاس و قنوط کی ایسی کیفیت کبھی طاری نہیں ہوتی جس کا انجام خودکشی ہو، تسلیم و رضا کا خوگر انسان اللہ کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیتا ہے، اور اس کی زبان پر ہر حال میں حمد و شکر کے کلمات ہوتے ہیں، وہ مصیبتوں کے پہاڑوں کے سامنے ثابت و صابر رہتا ہے، اور بس ایک جملہ انا للہ وانا الیہ راجعون سے اپنی تمام محرومیوں اور مایوسیوں کا علاج کر لیتا ہے اور پھر ایک نئی طاقت اور نئے حوصلہ کے ساتھ کارزار حیات میں قدم رکھتا ہے، یہی مسلمان کا کردار ہے۔ اور مسلمان کا یہی کردار ہونا چاہئے۔

(۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے شر سے دوسروں کو بچاؤ یہ تمہارے لئے تمہارے نفس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ایک بڑی نیکی انسان کی یہ بھی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا اذیت اٹھائیں، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اس عمل کا فائدہ یہ ہے کہ خود وہ دوسروں کی اذیت و تکلیف بچا رہے گا، دیکھا یہی گیا ہے کہ جب دوسروں کے

ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے تو دوسرے بھی اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہیں، اور دلوں میں ایسے آدمی کی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے، اگر اس کے شر سے دوسرے محفوظ رہیں گے تو یہ بھی دوسروں کے شر سے محفوظ رہے گا اور زندگی سکون وعافیت کی گزرے گی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس عمل کو اس کی سیئات کیلئے کفارہ بنا دیں گے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ جنت میں وہ انسان داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو اس پر ایک صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کبھی کوئی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا، اس کا جوتا اچھا ہو (یعنی کیا اچھا کپڑا اور اچھا جوتا پہننا بھی کبر میں داخل ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ صاحب جمال ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، یعنی یہ چیزیں کبر کی نہیں ہیں، کبر یہ ہے کہ زبردستی کسی کے حق کا انکار کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ (مسلم)

کبر بہت بڑا گناہ ہے، یہ شیطان کی صفت ہے، قرآن میں جگہ جگہ متکبرین کی مذمت آئی ہے، اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا نہ ان کا عمل قبول کرتا ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ متکبرین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تکبر یہ نہیں ہے کہ انسان اچھا کپڑا پہنے اور اچھا کھائے پیئے، یہ انسان کی فطرت ہے، ہر آدمی کی طبعی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کھانا پینا اچھا ہو، اس کے بدن پر کپڑا اچھا ہو، صفائی ستھرائی اور خوبصورت چیزوں کا شوق رکھنا یہ اسلام کا مزاج ہے، اللہ صفت جمال سے خود متصف ہے، بندوں کو بھی خوبصورتی کے ساتھ رہنے سہنے کو پسند کرتا ہے۔

کبر ایک دوسری چیز ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ کبر یہ ہے کہ آپ کسی دوسرے کا حق کا ظلماً انکار کریں اپنی بڑائی کی مستی میں دوسرے کے حقوق کا خیال نہ کریں، اپنا حق سب پر جتائیں اور سب سے وصول کرنے کی کوشش کریں لیکن دوسروں کا حق آپ

ماننے کے لئے تیار نہ ہوں، محض اس زعم میں کہ آپ بڑی اونچی شخصیت کے مالک ہیں یہ کبر ہے اور یہ گناہ کی بات ہے۔

اسی طرح سے کسی کو حقیر سمجھنا کہ ہمارے مقابلہ اس کی کوئی حیثیت نہیں دوسروں کو آپ کوئی مقام دینے کو تیار نہیں، دل میں خیال ہے کہ جو ہم ہیں وہ کوئی نہیں، اس قسم کے خیالات کبر کی باتیں ہیں، نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ جاہ ومنصب اور دولت وثروت کے زعم میں آپ دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھیں۔ دوسروں کے حقوق کو تسلیم نہ کریں۔

• صہ ۶۴ کا بقیہ :-

والد صاحب کے انتقال سے علمی اور ادبی دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ والد صاحب کا تعلق مئو۔ ادری۔ کوپا گنج اور بہادر گنج کے تمام مدارس سے بہت گہرا تھا اور چھٹیوں میں مدارس کی زیارت بھی کیا کرتے تھے۔ مدارسِ عربیہ سے ان کو ایک قلبی لگاؤ تھا اور اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کو غریقِ رحمت کرے۔ بعد نمازِ عصر تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے   کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

(غالب)

محمد ۱ جمل مفتاحی

مولانا عبدالرحمٰن مقیم جدہ

مریضین اور معذورین کا حج

اَلسُّوَالُ ۔ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میرے والد مسلمان ہو چکے ہیں اور ہم پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن میرے والد اس قدر بوڑھے اور ضعیف ہیں کہ وہ اونٹ پر سوار تک نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتا ہوں ؟

الجواب ۔ قَالَ اَنْتَ اَكْبَرُ وُلْدِهٖ ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهٗ عَنْهُ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَحُجَّ عَنْهُ (مسند احمد)

ارشاد فرمایا کیا تم اپنے باپ کے بڑے بیٹے ہو ؟ انھوں نے کہا جی ہاں، آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تمہارے باپ کے ذمے کسی کا قرض ہوتا اور تم اس کو اپنی جانب سے ادا کر دیتے تو کیا اس کا قرض ادا ہو جاتا ؟

اس شخص نے کہا جی ہاں ! آپؐ نے ارشاد فرمایا تو پھر اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔

تشریح ۔ اس قسم کے کئی ایک واقعات احادیث کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں ان سب کے جوابات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض والی تمثیل سے مسئلہ کو سمجھایا ہے کہ کسی کا قرض اگر کوئی دوسرا آدمی ادا کر دے تو مقروض کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی معذور کا حج کوئی دوسرا ادا کر دے تو حج ادا ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چند جوابات عالیہ مطالعہ کیجیے۔
حضرت ابوذر غفاریؓ کو بھی آپؐ نے یہی جواب ارشاد فرمایا جب کہ ان کے بوڑھے حج اور عمرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حُجَّ عَنْ اَبِیْكَ وَاعْتَمِرْ۔ (دار قطنی)

اپنے باپ کی جانب سے حج اور عمرہ کرلو
ایکؓ اور صحابی جن کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور ان پر حج فرض تھا ان کے سوال کرنے پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

حُجَّ عَنْ اَبِیْكَ فَدَیْنُ اللهِ اَحَقُّ۔ (مسند احمد)

اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔
ایکؓ خاتون نے آپؐ سے عرض کیا میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے وہ حج نہ کر سکی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

حُجِّیْ عَنْهَا (مسلم) تم اس کی جانب سے حج کر دو۔

ایکؓ اور خاتون نے حجۃ الوداع میں اپنے چھوٹے بچے کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کیا اس کا حج ہوگا؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ (مسلم)

ہاں اور تم کو اس کا اجر ملے گا۔
ایکؓ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور اس کا انتقال ہو گیا (کیا میں اس کا حج ادا کروں؟)
آپؐ نے ارشاد فرمایا

لَوْكَانَ عَلَیْهَا دَیْنٌ اَكُنْتَ قَاضِیَهٗ؟ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ فَاقْضِ اللهَ

فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَآءِ - (بخاری مسلم)

ارشاد فرمایا اگر تمہاری بہن پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا اس کو ادا کر دیتے؟ کہا جی ہاں۔ ارشاد فرمایا اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ ادا کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

یہ ساری روایات واضح طور پر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ مرحومین معذورین کی جانب سے حج، عمرہ، صدقات روزہ وغیرہ ادا کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے اور ان عبادات کا ثواب مرحومین کو مل جاتا ہے۔

تشریح - اہل علم نے ان جیسی تمام روایات کے پیش نظر یہ فیصلہ دیا ہے کہ عبادات خواہ مالی ہوں یا بدنی ہوں یا مشترک قسم کی سب کا ثواب میت کو مل جاتا ہے فتویٰ ۲۰ کی تشریح پھر یکبار یہاں پڑھ لیجئے۔

احرام کے ممنوعات

السُّوال - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ محرم کو حالتِ احرام میں کون سے کپڑے استعمال کرنا چاہیئے؟

الجوابُ - فَقَالَ لَا یَلْبَسُ الْقَمِیْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِیْلَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْخُفَّیْنِ اِلَّا اَنْ یَّجِدَ نَعْلَیْنِ فَیَقْطَعُهُمَا حَتّٰی یَکُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ - (بخاری مسلم)

ارشاد فرمایا قمیص، عمامہ، ٹوپی، پاجامہ نہ پہنا جائے اور ایسا کپڑا جس کو زرد رنگ کی خوشبو اور زعفران لگی ہو استعمال نہ کیا جائے اور اگر چپل نہ ہو تو موزوں کو (خاص قسم کے جوتے جو پیر کے ٹخنوں کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں) ٹخنے سے نیچے تک کاٹ دیا جائے تاکہ موزے ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

تشریح :- سوال تو احرام کے کپڑوں کے بارے میں تھا لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں استعمال نہ کی جانے والی اشیاء بیان فرمائی ہیں، وجہ اس کی یہ ہے

کہ احرام کے کوئی خاص کپڑے تو نہیں ہوتے صرف دو سادہ چادریں ہوتی ہیں ایک بطور تہبند اور دوسری بطور قمیص بدن پر ڈال لی جاتی ہے ، اس کے علاوہ حاجی کا اور کوئی لباس نہیں ہوتا ، البتہ جو کپڑے استعمال کرنا منع ہیں وہ دو چند ہیں اس لئے آپ نے ایسے لباس کی تفصیل بیان فرمائی ۔

قمیص اور پاجامہ اس لئے منع ہے کہ سلا ہوا کپڑا حاجی کو پہننا منع ہے ۔

عمامہ اور ٹوپی اس لئے کہ حالتِ احرام میں مردوں کو سر ڈھانکنا منع ہے ۔

اور چونکہ حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال بھی منع ہے اس لئے ایسا کپڑا جس پر زعفران وغیرہ جسم والی خوشبو لگی ہوا استعمال کرنا منع ہے ۔

حالتِ احرام میں جوتے استعمال کرنا اس لئے منع ہے کہ احرام میں قدم کا ظاہری حصہ کھلا رہنا ضروری ہے ۔ اور جوتے کے استعمال سے یہ حصہ پوشیدہ ہوجاتا ہے ۔ اگر کسی کے ہاں جوتے نہ ہوں بلکہ موزے ہوں تو ان کو کاٹ کر ٹخنے کے نیچے تک کر دیا جائے جس سے قدم کا ظاہر حصہ کھلا رہ جائے ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے جوتے استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے ۔

اور ان سب سے بے ضرر اور حالتِ احرام کے حسب منشاء دو پٹیوں والی چپل ہے جس کا آج کل عام رواج ہو چکا ہے ۔

ملحوظہ :- عورتوں کو حالتِ احرام میں سلا ہوا کپڑا ، قمیص ، پاجامہ ، جوتے ، دستانے سر کی اوڑھنی وغیرہ کا استعمال جائز ہے ۔ البتہ خوشبو کا استعمال مردوں کی طرح انھیں بھی منع ہے ۔

گوشۂ سیرت

مولانا زبیر احمد ملی
استاذ معہد ملت مالیگاؤں

تو نے جو بھی نقش کھینچا جاوداں بنتا گیا

قوموں کی زندگی میں اپنے اسلاف و اکابر و بزرگوں و پیرو جوں کے متعلق جو رجحان و میلان ہوتا ہے اسے مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم نے سیرت کے موقع پر اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"انسان ہمیشہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی یادگار مناتا ہے وہ اپنی تاریخ کے اونچے سے اونچے رہنماؤں اور لیڈروں کی، بادشاہوں اور شہنشاہوں کی، بہادروں اور جرنیلوں کی، باکمال ہنرمندوں اور اپنے وقت کے ہیرو کہلانے والوں کی یاد مناتا ہے ان کے نام پر دن منائے جاتے ہیں مجلسیں اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں، جلسے جلوس، تذکرے اور تقاریر کی رسوم ادا کی جاتی ہیں، آج کا دن بھی ایک تاریخی جشنِ مسرت اور دنیائے انسانی کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ لیکن ایک ایسی یادگار جو اپنی آن بان اور شان میں دوسری یادگاروں سے نرالی اور انوکھی ہے۔"

مذکورہ بالا جملوں میں مجاہد ملت مرحوم نے قومی زندگی میں پائے جانے والے ایک مسلّمہ

اور طے شدہ امر کی طرف اشارہ کیا ہے، عالم میں بسنے والے انسان عموماً اور مسلمان خصوصاً نبی امی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو محسنِ انسانیت، نبی رحمت اور اپنا پیغمبر و رہبر مانتے ہیں اس بنیاد پر وہ بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی یاد ہر سال ماہ ربیع الاول میں مناتے ہیں اور انھیں اپنے محسن کو یاد کرنے کا حق بھی ہے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا شخصیت، آپ کی ارفع و اعلیٰ ذات گرامی آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ فاضلہ، انسانیت کو راہِ ہدایت پر لانے کے لئے آپ کی دعوتی سرگرمیاں اور کمال سیادت و قیادت نیز نبوت و رسالت کے وصف سے متصف ہونا یہ وہ تمام اہم خوبیاں اور ممتاز اوصاف ہیں جو کسی تذکار اور یادگار منائے جانے کے محتاج نہیں ہیں اور نہ اس طرح آپ کے ذکر سے آپ کے قبول عام اور بقائے دوام کی کوئی سبیل پیدا کی جا سکتی ہے کیونکہ رب دو عالم نے خود ہی آپ کے ذکر کو چار دانگِ عالم میں عام کر دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ورفعنا لك ذكرك - ہم نے آپ کے ذکر کو اونچا کر دیا ہے اس کی ترجمانی علامہ اقبالؒ اس طرح فرماتے ہیں ؎

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان ورفعنا لك ذكرك دیکھے

مگر چونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کسی بھی طرح سے ہو، ذکر کے لئے وہ خود سرمایۂ سعادت اور آیۂ رحمت ہے اس لئے اس سعادت مندی میں اپنے آپ کو شمار کرانے کے لئے ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے ورنہ آپ کے اخلاق و اوصاف کی بلندی اور کردار و عمل کی پاکیزگی تو مسلم ہے اسے کوئی بیان نہیں کر سکتا ؎

زبان زنطق فرو ماند در از من باقی ست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی ست

ہاں ہو سکتا ہے کہ آپ کے ذکر جمیل سے کوئی شخص اپنے قول و قرار میں رنگ بھرے اور آپ کے ذکر سے اپنے زبان و قلم کو آراستہ و پیراستہ کرے۔ عربی زبان کے ایک شاعر

نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

مامدحتُ محمدًا بمقالتی   ولکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی میرے مختصر پیرایۂ بیان میں سیرتِ محمدی تو کیا بیان ہو بس آپؐ کے ذکر مبارک سے میرے قول میں رنگ آجائے تو یہی غنیمت ہے۔

آج سے سوا چودہ سو برس پہلے آفتاب نبوت افق عالم پر اس وقت جلوہ گر ہوا جب کہ دنیا اخلاق و کردار کی انتہائی پستی کو پہنچ چکی تھی، انسانیت و مروت، درندگی و حیوانیت میں تبدیل ہو چکی تھی، زبردستوں کا ظلم و جور اور فسق و فجور عروج پر تھا، زیردستوں کی مظلومیت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا نقشہ تھا، انسان اپنے ہی ہم جنس انسان کے حقوق کو یکسر فراموش کر چکا تھا احترام آدمیت اور پاسِ انسانیت نام کو بھی نہ تھا۔ شراب نوشی، قمار بازی، زناخوری، دختر کشی، اور بے شمار اخلاق خرابیاں جنم پا چکی تھی۔ حتیٰ کہ ملک عرب میں بھی خالق و مخلوق کا رشتہ غیر استوار اور مالک و مملوک کا ربط ناپائیدار ہو چکا تھا۔ خدائے واحد کا تصور سینکڑوں خداؤں کے ساتھ خلط ملط ہو گیا تھا، غیر متمدن اور غیر مہذب دنیا کا ذکر ہی کیا اس زمانہ میں جو ممالک مذہبی و متمدن کہلائے جاتے تھے۔ وہاں بھی خداوند عالم کی ذاتِ واحد کا صحیح تصوّر قائم نہ تھا۔ ہندوستان میں سینکڑوں ہزاروں سے زائد بتوں کو خدا کی ذات کا شریک سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح ددمۃ الکبریٰ میں پاپائے روم کے زیر سرپرستی تثلیث (تین خداؤں کے ماننے کا عقیدہ) پروان چڑھ رہا تھا اور ایرانیوں نے تو نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا یزداں اور اہرمن کی تقسیم کر دی تھی۔ خدا کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے الوہیت و ربوبیت میں اس شرکت و قسمت کی پرزور تردید فرمائی اور صاف طور سے اعلان فرمایا کہ کائنات عالم کا خالق، صرف ایک ہے۔ اور خداوند عالم کی ذاتِ گرامی ہے۔ بندوں کو خدا سے ربط و تعلق قائم رکھنے کی آپ نے تاکید فرمائی اور خدا کی ہستی ہی کو خالقِ کارساز اور مالکِ حقیقی بتایا جیسے مولانا الطاف حسین حالی نے اس طرح نظم کیا ہے ؎

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق　　زبان اور دل کی شہادت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ　　جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
مبرّا ہے شرکت سے اس کی خدائی　　نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

خداوند عالم کی ذات کا یقین دہانی کرانے کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی نبوت و رسالت کی بھی وضاحت کی اور ساتھ ہی اس زمانے کے بگڑے ہوئے لوگوں کے فکر و عقیدہ کی بھی درستگی فرمائی اور ان کے سامنے آخرت کی جواب دہی کا ایسا تصور پیش کیا جس کی بدولت ظالم کا ہاتھ ظلم سے رک گیا مظلوم کی امداد کا سامان پیدا ہوا۔ مختلف قسم کی اخلاقی برائیوں میں جکڑے ہوئے لوگوں نے ان برائیوں سے پشت پھیر لی اور اپنی حقیقت کو پہچانا۔

مظفر شاہجہاں پوری نے اپنی ایک نعت میں اسے اس طرح بیان کیا ہے : ؎

محبوب خدا نور مجسم ہوئے پیدا　　لو مظہر عرفانِ حقیقت ہوئے پیدا
مظلوم پہ اللہ کی رحمت ہوئی نازل　　ظالم کے لیے نور ہدایت ہوئے پیدا

اسی انقلابی اقدام کے بعد دنیا نے چشم حیرت سے یہ دیکھا کہ صنعا یمن سے ایک عورت تن تنہا مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کا سفر راہ کے خطرات سے بالکل آزاد و بے خوف ہو کر کرتی تھی۔ اسے راستے میں نہ قزاق کا خطرہ رہتا اور نہ وہ چوروں کا ڈر اپنے دل میں لاتی — ورنہ یہ وہی عرب تھا جہاں دن دہاڑے قافلے لوٹ لیے جاتے تھے۔

اسی طرح اس زمانے میں عورتوں کا جو پست مقام بلکہ کسی بھی مقام نہ دینے والے سماج میں آپ نے عورت کے مقام کو بلند کیا۔ ایک انگریز مورخ کارلائل زمانہ بعثت کے متمدن ممالک کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ روم و یونان اور یورپ کے پادریوں میں اس وقت یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ عورت انسان ہے بھی یا نہیں بہت بحث اور ردو کد کے بعد عورت کو انسان مانا بھی تو محض مردوں کے حظ نفسی کا ایک سامان سمجھا اس سماج میں عورت نہ ماں تھی نہ بیٹی نہ بہن اور نہ بیوی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نسوانی حیثیت کو اجاگر کیا اور زمانہ کو بتایا کہ ؎

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم نے چار چار بیٹیاں عطا فرمائیں، اس زمانے میں بیٹی کا پیدا ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے "انا ابوالبنات" کہہ کر واضح کیا کہ میں تو خود لڑکیوں کا باپ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کے ذریعہ مجھے عزت بخشی ہے۔

اسی طرح نکاح و بیاہ اور طلاق و وراثت میں عورتوں کے ساتھ جو ظلم روا رکھے گئے تھے آپؐ نے اسے بھی ختم فرمایا جس طرح ایک مرد کو کئی بیویاں رکھنے کا حق حاصل ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت بھی اپنے شوہر کے انتقال کے بعد یا طلاق کی نوبت آجانے کے بعد اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور عملی طور سے اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش بھی کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی ازواج مطہرات میں سب ہی بیوہ اور عمر رسیدہ تھیں اور میاں بیوی میں کبھی نا چاقی اور کوئی رنجش پیدا ہو جائے اور نبھنے کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے تو آپ نے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ طلاق کی بھی اجازت دی جسے اس زمانے میں دنیا نے غلط جانا اور مذاق اڑایا لیکن آج مہذب دنیا اس کی صداقت پر مہر ثبت کر رہی ہے۔

سترہویں صدی میں یورپ نے وراثت کو اور اٹھارہویں صدی میں طلاق کو قانونی حیثیت دے کر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی آج بیسویں صدی میں ہندوستان میں بھی ہندو کوڈ بل پیش کر کے وراثت اور طلاق کو تسلیم کر چکا ہے۔

سچ ہے ؎ عہد نو، آئین نو، اخلاق نو، انسان نو
تو نے جو بھی نقش کھینچا جاوداں بنتا گیا

غرض کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کردار و عمل اور اخلاق و اوصاف کی بنا پر ہر شعبۂ حیات میں ایک انقلاب جاوداں پیدا کیا، دولت کے سرمایہ دارانہ اور اشتراکانہ نظام کی آپ نے تردید فرمائی اور فرمایا کہ دولت خدا کی امانت ہے وہ خدا کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق ہی خرچ ہونا چاہیے اور حسب ارشاد باری آپ نے اپنے متبعین کو زکوٰۃ و صدقات اور

عشر وغیرہ کی تعلیم کے ذریعہ دولت کی تقسیم کا ایک نظام کار بنایا غرض کہ آپ نے جو بھی نقش کھینچا وہ جادواں بنتا گیا بن رہا ہے اور تا قیامت بنتا ہی رہے گا۔ موجودہ سائنسی دنیا بھی آپ کے ہر ہر فرمان کی صداقت کو پوری قوت سے ثابت کر رہی ہے اور آپ کی بات اس طرح عقل کی کسوٹی پر پرکھنے والوں اور جانچنے والوں کے لئے بھی مشعل راہ ہے اسی لئے اسد ملتانی نے کہا ہے ؎

سائنس کے موجودہ اسلوب تخیل میں
مذہب کی ترقی کا سامان نظر آتا ہے

قصہ مختصر یہ کہ نبی امی (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات نے اخلاقی، سیاسی سماجی ومعاشی اعتبار سے جو رہنمائی دنیا والوں کے سامنے پیش کی ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے ہی میں دنیا کی کامیابی ہے اور آپ کے حکموں سے سرتابی ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ مسلم مورخین اور سیرت نگاروں نے آپ کے اس اخلاق کی برتری اور تقویٰ و بالادستی کو تو قبول کیا ہی ہے لیکن غیر مسلم مصنفین اور اہل قلم بھی آپ کی توصیف وتعریف سے نہیں بچ سکے ۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ ۔ یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے ، یہاں مشتے نمونہ از خروارے، چند مثال پیش کرتا ہوں ــــ

مشہور یورپین مفکر وادیب جارج برنارڈ شاہ نے اپنے ایک مقالے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن اور آپ کی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ میں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے وہ بڑے بلند پایہ انسان تھے میری رائے میں انھیں انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہئے، مجھے یقین ہے کہ اگر ان جیسا انسان موجودہ دنیا کا ڈکٹیٹر بن جاتا تو اس کے پیچیدہ مسائل اس طرح حل کر دیتا کہ یہ انسانی دنیا مطلوبہ امن وراحت اور سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال ہوتی۔

گاندھی جی نے اپنے اخبار ہر یجن کے صفحات پر ایک جگہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق اپنے جذبات عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے ، مغربی دنیا اندھیرے میں غرق تھی

کہ ایک روشن ستارہ افق مشرق سے چمکا اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا، اسلام مجنونانہ مذہب نہیں ہے ہندؤں کو کھلے دل سے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے پھر وہ بھی میری طرح اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ میں پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کر رہا تھا اور جب کتاب کی آخری جلد ختم ہوگئی تو مجھے سخت افسوس ہوا کہ ایسی عظیم شخصیت کا مطالعہ کرنے کے لیے میرے پاس اور کچھ نہ تھا۔

مشہور مورخ ڈاکٹر مارکس حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی وقار میں گلہائے عقیدت نچھاور کرتے ہوئے کہتا ہے۔ وہ (آنحضرتؐ) سلطنت اور مذہب دونوں کے بانی تھے یعنی وہ قیصر بھی تھے اور پوپ بھی لیکن وہ ایسے پوپ تھے جنھیں پوپ جیسی بناوٹ اور تصنع نہ تھی، وہ قیصر بھی تھے مگر قیصر کی سی فوجیں ان کے پاس نہ تھیں نہ کوئی باڈی گارڈ اور نہ کوئی عالی شان محل تھا اگر کسی شخص کو یہ کہنے کا حق ہے کہ میں خدا کی طرف سے حکومت کرنے کا حق رکھتا ہوں تو یہ حق صرف حضرت محمدؐ کو خاص ہے اس لئے کہ ان میں حکومت کرنے کی تمام خوبیاں موجود تھیں جن سے دنیا اور انسانیت کی فلاح ممکن ہو سکتی ہے۔ تاریخ میں ایک ہی مثال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزوں کے بانی تھے۔ ملت، مذہب، اور سلطنت، وہ خود امی تھے مگر پھر بھی وہ ایک کتاب پیش کرنے والے تھے جو ایک نظم ہے اور ایک قانون ہے یہ دعاؤں کی کتاب بھی ہے اور مقدس بھی ہے، آج بھی نوع انسانی کا چھٹا حصہ (موجودہ دور کے حساب سے چوتھا حصہ) اس کی عزت کرتا ہے اسے فصاحت و بلاغت، حکومت و حکمت اور صداقت کا معجزہ مانتا ہے محمدؐ نے اس کو اپنا معجزہ بتلایا تھا اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ یہ یقیناً معجزہ ہے"۔

یہ آثار و شواہد سیرت و اسلام کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے والوں کے لئے مشعل راہ ہیں لیکن بارگاہ رسالت کے عقیدتمندوں کے لئے نقلی طور پر یہ ثابت ہے کہ اس سے سرمو انحراف خسران و نقصان کا سبب ہے۔ قرآن پاک صاف طور سے اعلان کر رہا ہے۔

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنه او يصيبهم

عذابٌ الیمہ ٥ پس ان لوگوں کو جو حضور صلعم کے حکم کی سرتابی کرتے ہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں انھیں کوئی فتنہ (آزمائش) یا کوئی دردناک عذاب نہ پہنچے ۔

جہاں تک سیرت نگاری کا تعلق ہے کوئی بھی شخص کما حقہٗ بیان نہیں کر سکتا یہی ایک مقام ہے جہاں بڑے بڑے شعلہ بیان مقرروں کے شعلے سرد ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے بلیغ اور فصیح ادیبوں کا قلم ان کا ساتھ دینے سے رک جاتا ہے۔ حضرت نازش پرتاب گڈھی نے اسی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؂

مصور نے دکھایا تجھ میں ایسا حسن فنکاری
نہ اٹھے گا کوئی روز ابد تک اب حریفانہ

اور حقیقت یہ ہے کہ اس کام کو بتمام و کمال تو صرف خداوند عالم کی ذات ہی انجام دے سکتی ہے ۔ غالبؔ نے اسی لئے مدح و ثنار رسول کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے کہا ہے ؂

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

قارئین سے گذارش

جن حضرات کا چندہ ختم ہو چکا ہے انکو اطلاع کر دی گئی ہے. براہِ کرم نئے سال کا چندہ بھیجدیں اور اگر پرچہ جاری نہ رکھنا ہو تو اس کی اطلاع دفتر کو کر دیں ۔

محمد اجمل مفتاحی

از محمد ابوبکر غازی پوری

خیربات سمجھ میں آتو گئی

جامعہ سلفیہ بنارس کے فاضل محقق ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری کا ایک مضمون سلفیت کے تعارف کے عنوان سے جامعہ سلفیہ کے ماہنامہ محدث میں اور شاید یہی مضمون ترجمان اہلحدیث دہلی میں کئی قسطوں میں چھپ رہا ہے میرے سامنے اس ناتمام مضمون کی چودہویں اور پندرہویں قسط ہے، مسلسل اور کئی قسطوں والے مضامین پڑھنا میرے لئے مشکل ہوتا ہے۔ میں نے اس مضمون کی ابتدائی کچھ قسطوں پر سرسری نظر ڈالی تھی تو مجھے یہ مضمون طول لایعنی کا عجیب شاہکار معلوم ہوا تھا، اس کے بعد میں نے یہ مضمون کبھی غور سے پڑھا نہیں، شاید قارئین میرے اس جملے "طول لایعنی" پر حیرت زدہ ہوں، اور ڈاکٹر صاحب بھی خفا ہوں، مگر ڈاکٹر صاحب کو خفا ہونے کی اور کسی اور کو حیرت زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پہلے آپ میری بات سن لیں کہ میں نے اس مضمون کو طول لایعنی کا شاہکار کیوں کہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا اس مضمون سے غالباً یہ مقصد ہے کہ وہ اپنی جماعت کا تعلق اسلاف سے ظاہر کریں اور یہ دکھلائیں کہ ہم لوگ بڑے قدیمی ہیں، سلفیت اور غیر مقلدیت کی تاریخ اسلام کے عہد اول ہی سے شروع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تاریخ وسیر کی کتابوں میں جہاں جہاں سلفی محمدی اور اصحاب الحدیث کا لفظ نظر آیا اسکو اپنی جماعت پر فٹ کرنا شروع کر دیا ہے، یہی حرکت ان کے بزرگوں کی پہلے بھی رہی ہے۔

میری گذارش یہ ہے کہ اگر اس قسم کی دلیلوں سے وہ اپنی جماعت کو اہل حق والی جماعت

ثابت کریں گے تو میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اسی قسم کی دلیلوں سے رافضی، خارجی، ناصبی قادیانی، منکرین حدیث سب اپنے کو اہل حق اور خالص مسلمان جماعت ثابت کر دیں گے اور ڈاکٹر صاحب ہائے ہائے کرتے رہ جائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون وقیع اور قابل قدر اس وقت ہوتا جب وہ غیر مقلدوں کے عقیدے اور مذہب اور اسلاف کے عقیدے اور مذہب میں مطابقت دکھلاتے کہ دیکھو جو عقیدہ و مذہب ہم غیر مقلدوں کا ہے وہی عقیدہ اور وہی مذہب اسلاف کا بھی تھا۔ اگر ڈاکٹر صاحب ایسا کرتے تو یقیناً ان کا یہ طول طویل مضمون اہل علم کی نگاہ میں قابل ستائش ہوتا اور ہم بھی کھلے دل سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی محنت وجانکاہی اور تحقیق کی داد دیتے۔ مگر اس مضمون میں جو کرنے اور کہنے کی بات تھی وہ تو ڈاکٹر صاحب نے نہ کیا نہ کہا علمائے دیوبند، یا غازی پوری کو برا بھلا کہنے یا کتابوں میں اصحاب الحدیث، اہل حدیث محمدی، سلفی کے الفاظ مل جانے پر ان کو اپنی جماعت پر فٹ کرتے چلے جانے سے جو ڈاکٹر صاحب کا اصل مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوا اور نہ ہوگا، اس لئے یہ پورا مضمون جو ابھی نہ معلوم کب تک جاری رہے میرے نزدیک طول لایعنی اور بلا وجہ کی کاوش ہے۔

معلوم نہیں میری بات ڈاکٹر صاحب نے سمجھی یا نہیں اس لئے میں تھوڑی مزید وضاحت کرتا ہوں۔

اگر ڈاکٹر صاحب واقعۃً اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ آج کل کے اصطلاحی اہلحدیث کی جماعت جو خیر سے سلفی بھی ہے، سلف والی جماعت ہے اور محدثین کے مسلک وعقیدہ والی جماعت ہے، تو براہ کرم یہ بتلائیں کہ قدمائے محدثین واسلاف میں سے کس کا یہ عقیدہ تھا۔

ولایجوز الانکار علی امور مختلفۃ فیھا بین العلماء کغسل الرجل ومسحہ فی الوضوء والتوسل بالاموات فی الدعاء والدعاء من اللہ	یعنی ان امور کا جو علماء میں مختلف فیہ ہیں انکار کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً وضو میں پاؤں کا دھونا یا اس پر مسح کرنا، دعا میں مردوں کا وسیلہ پکڑنا، انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے پاس

عند قبور الاولياء والانبياء والرسل	دعا کرنا، نماز میں قیام کی حالت میں دونوں
السادين في الصلوٰة ووطي الازواج	ہاتھ کا چھوڑے رکھنا، بیویوں یا باندی سے وطی
والاماء في الدبر والمتعة والجمع	فی الدبر کرنا (یعنی پیٹھ کے مقام میں ان سے
بين الصلوتين واللعب بالشطرنج	مباشرت کرنا) اور متعہ، اور جمع بین الصلوتین
والغناء والمزامير والفاتحة	کرنا، شطرنج کھیلنا، گانا بجانا، اور مروجہ فاتحہ
المسوسة او مجلس الميلاد ۔	دنیا، اور میلاد کی مجلس (ان تمام امور پر انکار کرنا
(هدية المهدى صـ۱۲۶)	جائز نہیں ہے)

یہ کسی ایرے غیرے کا کلام نہیں ہے یہ مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب کا فرمان ذی شان ہے، جن کی کتاب نزل الابرار اور خود اس کتاب ہدیۃ المہدی کا علمائے اہلحدیث کی تصنیفی خدمات میں جو جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی ہے، تعارف موجود ہے ۔

میں ڈاکٹر رضاءاللہ صاحب سے بصد ادب گذارش کروں گا کہ وہ بتلائیں کہ اسلاف میں سے کس کا یہ عقیدہ تھا، اگر اسلاف کا یہ عقیدہ ومذہب نہیں تھا تو غیر مقلدین اس قسم کے عقیدوں کے باوصف اپنے کو سلفی کہیں اور اپنا شمار خیر القرون والے اسلاف میں سے کریں یہ کیا ابوالہوسی نہ ہوگی ۔

غیر مقلدین کے یہاں اجماع اور قیاس دلائل شرعیہ میں سے نہیں ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب ثابت کریں کہ اسلاف کا یہی مسلک تھا ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی جو پہلی اذان ہوتی ہے وہ بدعت ہے حضرت عثمان کی ایجاد ہے، غیر مقلدین اس اذان کے قائل نہیں، ڈاکٹر صاحب بتلائیں کہ فقہا، محدثین میں سے کون اس اذان کو غیر مشروع اور بدعت کہنے والا تھا، امام بخاری اور امام مسلم اور ائمہ اربعہ کا مسلک کیا ہے ؟

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تراویح کی نماز آٹھ رکعت ہے اور تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں نہیں ہیں ۔

ہم ڈاکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے اسلاف گذرے ہیں جن کا مسلک

یہی تھا۔

غیر مقلدین ایک مجلس کی تین طلاق کو واقع نہیں مانتے۔

براہ کرم ڈاکٹر صاحب بتلائیں کہ فقہاء و محدثین میں سے کون کون سے وہ فقہاء اور محدثین گذرے ہیں جن کا یہی مذہب تھا جو غیر مقلدوں کا ہے۔ ائمہ اربعہ اور امام بخاری کو آپ اسلاف میں سے شمار کرتے ہیں یا نہیں بتائیں کہ امام بخاری اور ائمہ اربعہ کا اس بارے میں کیا مذہب ہے۔؟

غیر مقلدین محققین بڑے طنطنے سے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام خلاف شریعت اور خلافِ نصوص کام کرتے تھے۔

اپنے جامعہ کے محقق کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر نے معاملہ طلاق میں حکم شریعت کے خلاف بخیال خویش اصلاح کیلئے تعزیری قانون نافذ کیا تھا"۔ (تنویر الآفاق ص۱۰۱)

حضرت عمر خلیفہ راشد کے بارے میں اس طرح کی ہذیانی باتوں کا اسلاف میں سے کون قائل تھا۔

یہی محقق صاحب خلفائے راشدین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں بلکہ جلی قلم سے عنوان بناتے ہیں۔

"خلاف نصوص بعض خلفائے راشدین کے نافذ کردہ کچھ قوانین (ص۱۰۹ ایضاً)

ڈاکٹر صاحب سے گذارش ہے کہ آپ بتلائیں کہ صحابہ کرام کے بارے اور خلفائے راشدین کے بارے میں اسلاف میں سے کس کا یہ عقیدہ و خیال تھا۔

غیر مقلدین کے مذہب میں حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب فرمائیں کہ بعض اہل ظاہر اور شیعوں کو چھوڑ کر اسلاف میں سے کون اس کا قائل تھا۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی صرف انھیں باتوں کو مانا جائے گا جو احادیث رسول کے مطابق ہوں۔ (تحفۃ الاحوذی دیکھ لی جائے)

براہ کرم ڈاکٹر صاحب فرمائیں کہ اسلاف میں سے کس کا یہ مذہب تھا۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ بلکہ اس کی صراحت خود ڈاکٹر صاحب نے بھی کی ہے کہ مطلق تقلید شرک کے درجہ کی چیز ہے، آپ فرمائیں کہ حافظ ابن حجر، امام ذہبی، حافظ ابن عبد البر، ابن قدامہ صاحب المغنی وغیرہم کو آپ اپنا سلف شمار کرتے ہیں کہ نہیں اگر سمجھتے ہیں تو بتلائیں ان حضرات کا یہی مذہب و عقیدہ تھا کہ تقلید شرک ہے، اگر یہی تھا تو پھر انھوں نے اپنے اپنے ائمہ کی تقلید کیوں کی؟ اور اگر یہ حضرات آپ کے اسلاف نہیں ہیں تو براہ کرم آپ فرمائیں کہ آپ کے اسلاف کی ابتدا اور انتہا کہاں سے کہاں تک ہے؟ غیر مقلدین تصوف اور اہل تصوف پر سخت نکیر کرتے ہیں اور اس میں اہل حق اور اہل باطل کا فرق نہیں کرتے مطلق تصوف کو برا بھلا کہتے ہیں، سلف میں سے مطلق تصوف کا منکر کون تھا؟

یہ چند چیزیں میں نے اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے بطور نمونہ ذکر کی ہیں تاکہ ڈاکٹر صاحب سمجھ جائیں کہ جب تک آپ اپنے عقیدے اور اپنے مذہب کو اسلاف کے عقیدے اور ان کے مذہب کے مطابق نہ ثابت کریں گے آپ کا یہ مضمون سلفیت کا تعارف والا مہمل قرار پائے گا اور آپ کی کاوش بلاوجہ کی سمجھی جائے گی کتابوں میں اہلحدیث اصحاب الحدیث سلفی محمدی، اہل اثر وغیرہ جیسے الفاظ دیکھ کر آپ حضرات خوش ہوجاتے ہیں کہ واہ واہ دیکھو روشن یہ زمانہ ہے ناموں سے ہمارے تو یہ بوالہوسی ہے، جنون ہے، دیوانہ پن ہے، حماقت کی انتہا ہے آپ تو ماشاء اللہ پی ایچ ڈی ہیں، ایسی نامناسب باتوں کی آپ سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی، خدارا آپ اپنے پی ایچ ڈی پنے کا کچھ تو لحاظ رکھئے، حقیقۃ الفقہ والے یوسف جے پوری اور سبیل الرسول والے صادق سیالکوٹی کی سطح سے بلند ہوکر آپ کو میدان میں آنا چاہیے۔

خیر یہ تو ضمنی طور پر کچھ باتیں تھیں جو اس مضمون کے تعلق سے زبان قلم پر آگئیں، مجھے تو اصلاً یہ عرض کرنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کا مضمون "سلفیت کا تعارف" کی چودہویں قسط پڑھ کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خیر غیر مقلدوں کو عقل آہی گئی اور ڈاکٹر صاحب کے قلم سے آخر وہ بات نکل ہی گئی جس کا ہمیں بہت دنوں سے انتظار تھا۔ کاش ڈاکٹر صاحب کی ہم نوائی جماعت غیر مقلدین بھی کرے تو بڑی بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی اپنے اس مضمون میں فرماتے ہیں :

" موصوف (یعنی غازی پوری) نے اہلحدیث کا مفہوم یہ متعین کیا ہے کہ جملہ مسائل میں جملہ احادیث نبویہ پر عمل کرنے کی دعویدار جماعت خواہ کسی مسئلہ میں حدیث پائی نہ جاتی ہو یا متعلقہ مسئلے میں حدیث کا اسے علم ہی نہ ہو یا ایک نہیں کئی حدیثیں پائی جاتی ہوں، لیکن باہم متعارض ہوں پھر بھی دعوی عمل بالحدیث کی وجہ سے اس کو حدیث پر بلکہ جملہ احادیث پر عمل کرنا ضروری ہے . . . . . اگر موصوف حدیث و اصول حدیث سے شغف رکھتے تو شاید ان کو یہ پریشانی لاحق نہ ہوتی ۔ (محدث بنارس مارچ ۱۹۹۰ء ص ۳۳)

احقر کو اس کا کھلے دل سے اعتراف ہے کہ ہم ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب جیسا حدیث و اصول حدیث کا شغف نہیں رکھتے، ڈاکٹر صاحب سے گذارش ہے کہ اپنے خصوصی اوقات میں دعا فرمائیں کہ ان جیسا ہمیں بھی شغف نصیب ہو ۔

اس گذارش کے بعد بات کہنے کی یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس کلام میں اس کا اعتراف موجود ہے کہ :

(۱) اہلحدیث جماعت نام کی جو جماعت ہے وہ جملہ مسائل میں جملہ حدیث پر عمل نہیں کرتی ۔

(۲) جملہ مسائل میں جملہ احادیث پر عمل کرنا ممکن بھی نہیں ہے، اسلئے کہ

(۳) بعض مسئلوں میں کوئی حدیث پائی ہی نہیں جاتی ۔

(۴) یا حدیث تو پائی جاتی ہے مگر عمل کرنے والوں کو اس کا علم نہیں ہوتا ۔

(۵) یا ایک ہی مسئلہ میں کئی حدیثیں ہوتی ہیں جو باہم متعارض ہوتی ہیں

(۶) اس لئے کسی بھی مدعی اہلحدیث سے یہ مطالبہ کرنا کہ تم تمام احادیث پر عمل کر کے دکھاؤ بلاوجہ کا مطالبہ ہے ۔

(۷) یہ ساری حقیقتیں وہ ہیں جن کا علم ان لوگوں کو خوب ہے جو حدیث اور اصول حدیث سے شغف رکھتے ہیں ۔

ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ بالا کلام کا حاصل یہی ہے جو ان سات نقاط میں پیش کیا گیا۔

اب مجھے کہنے دیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کا فرمانا بالکل بجا اور ان کا یہ کلام سراسر حق ہے، ہمیں اس بارے میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے پورا اتفاق ہے، بس اتنی گذارش ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کے افراد سے یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے کلام سے یہ جو ساتوں باتیں نکھر کر سامنے آرہی ہیں وہ آپ حضرات صرف اپنے لئے خاص نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی ان باتوں کا حق دیں، اور جملہ مسائل میں جملہ حدیث پر عمل کرنے کا ان سے مطالبہ نہ کریں، ان کے بارے میں بھی یہ یقین رکھیں کہ بعض مسائل میں ان کو بھی حدیث کا علم نہ ہوگا اور وہ قیاس ورائے پر عمل کریں تو اس کی وجہ سے ان کو حدیث کا مخالف نہ ٹھہرائیں۔

ان کے بارے میں یہ خوش گمانی رکھیں کہ قیاس ورائے کا استعمال اسی وقت کیا گیا ہے جب کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں تھی، یا حدیث تو تھی مگر ان کے علم کی حد تک قابلِ احتجاج نہ تھی۔

دوسروں کے بارے میں بھی ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کے افراد یہ جانیں کہ کسی مسئلہ کے ایک پہلو کو اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں متعدد احادیث تھیں جو باہم آپس میں متعارض تھیں اس وجہ سے سب پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا تو ان دوسروں نے بھی کسی ایک حدیث کو اختیار کر لیا اور اپنے مسئلہ کی بنیاد اس پر رکھی۔

اور جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسروں نے جو باہم متعارض حدیثوں میں سے کسی مسئلہ میں کسی ایک حدیث کو اختیار کیا ہے اس سے غیر مقلدین اتفاق کریں اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ غیر مقلدین نے جو باہم متعارض حدیثوں میں سے کسی ایک مسئلہ میں ایک حدیث کو اختیار کیا ہے دوسرا بھی ضرور اس سے اتفاق کرے، اور اگر وہ غیر مقلدین سے اتفاق نہ کرے تو اسے مخالف حدیث ہونے کا طعنہ دیا جائے اور اہل سنت اور سلفی جماعت سے خارج ہونے کا سارٹیفکٹ دے دیا جائے۔

ہم صرف اتنی گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ جو اصول آپ اپنے لئے پسند کریں براہِ کرم

اگر دوسرا بھی اپنے لیے وہی اصول اپنا تا ہے تو طعن و تشنیع کا تیر و نشتر نہ چلائیں اور اس کو بھی اس کے علم و فہم اور کتاب و سنت کے ذوق کے اعتبار سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کا موقع دیں۔

آپ کو تو یہ بات بڑی لے دے کے بعد اب سمجھ میں آرہی ہے مگر عقلمندوں نے اس بات کو بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں سے کسی نے ایک دوسرے کو اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں کیا کسی نے یہ نہیں کہا کہ فلاں مخالف حدیث ہے۔ فلاں مشرک ہے، فلاں کافر ہے اور کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بس ہمارا ہی عمل کتاب و سنت پر ہے اور بقیہ دوسرے سارے کتاب و سنت کے مخالف ہیں، یہ رسم تو آپ غیر مقلدین حضرات نے زبردستی اہلحدیث بن کر اور سلفیت کا جھوٹا ٹائیٹل لگا کر نکالی ہے کہ اپنے سوا سب کو کتاب و سنت کا مخالف کہو، اہل سنت اور سلفی صرف خود بنو، اور دوسروں کو سنت اور سلف مخالف قرار دو یہ ظلم و تعدی تو آپ حضرات کا شیوہ ہے۔

بہر حال اگرچہ بعد از خرابی بسیار اب بھی عقل آگئی ہے اور بات سمجھ میں آرہی ہے کہ تمام احادیث پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ کسی کا بھی تمام احادیث پر عمل ہے تو بھی کچھ برا نہیں ہے، اب آپ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ اپنی جماعت کے تمام افراد کو تلقین کریں کہ دوسروں کے خلاف زبان و قلم چلانا بند کردیں اور کسی اہلسنت والجماعت کے فرد کے بارے میں یہ غوغا نہ مچائیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا مخالف ہے، اور یہ پروپیگنڈہ بھی بند کریں کہ اہلحدیث تمام صحیح حدیثوں کو قابل عمل مانتے ہیں، اور تمام سنتوں پر جان چھڑکتے ہیں، اور ہر صحیح حدیث کے سامنے ان کا سر جھکا ہوا ہے۔

اس طرح کے پروپیگنڈے غیر مقلدین اپنی کتابوں میں خوب کرتے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو صرف طریق محمدی اور سبیل الرسول دیکھ لے۔

اب جب کہ ڈاکٹر صاحب کے کلام سے یہ معلوم ہو گیا کہ ہر ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا

ممکن ہی نہیں ہے اور نہ غیر مقلدوں کا ہر صحیح حدیث اور ہر صحیح سنت پر عمل ہے تو پھر یہ پروپیگنڈہ بند ہونا چاہئے۔

بلا وجہ امت کو فریب میں مبتلا کرنا بڑا گناہ بلکہ بہت بڑا ظلم ہے، جو اہل حق کا شیوہ نہیں۔

اور اخیر میں ڈاکٹر صاحب سے یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر قلم چلانے کا ہی کا شوق ہے تب تو خیر کوئی بات نہیں ورنہ اب اس مضمون کا بقیہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں سلفیت کا تعارف حاصل ہو گیا، اور اگر ابھی اس مضمون کی قسطیں چلانی ہی ہیں تو براہ کرم میری اس بات کو دھیان میں رکھیں کہ کتابوں میں سلفی واثری ومحمدی کے الفاظ دیکھ کر خوش نہ ہوں بلکہ دور اول کے جو سلفی ومحمدی واثری تھے ان کے عقیدے اور مذہب کو بھی نگاہ میں رکھیں، اور اپنے عقیدہ ومذہب کو ان کے عقیدہ ومذہب کے مطابق دلیل سے ثابت کریں صرف زبان وقلم چلانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مضامین نگار حضرات کی خدمت میں

ادارہ زمزم اپنے ان تمام کرم فرماؤں کا تہ دل سے شکر گزار ہے جو زمزم کو اپنی نگارشات سے نوازتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ البتہ ہمیں ان کرم فرماؤں سے یہ گذارش کرنی ہے کہ آپ حضرات زمزم کے صفحات کا ضرور خیال رکھیں لمبا طویل مضمون نہ بھیجیں۔ زمزم کے صفحات کے بقدر آٹھ صفحات سے زیادہ کا مضمون نہ ہو ورنہ اس کی اشاعت میں تاخیر ہو سکتی ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شائع ہی نہ ہو۔

محمد ۱۰جمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کی شرعی حیثیت

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ، اڈیٹر

دوماہی مجلہ زمزم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

غیر مقلدین حضرات فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر لیٹنے کو مسنون بتلاتے ہیں، مسجد میں ہوتے ہیں تو بھی لیٹ جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔

والسلام خادم

ابوالمجاہد سرفراز گورکھپور

زمزم!

غیر مقلدین حضرات یوں تو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا عمل حدیث پر ہوا کرتا ہے، مگر فی الاصل یہ بیچارے نہ حدیث جانتے ہیں نہ ان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ سنت کیا چیز ہوتی ہے، شرعی مسائل کی سمجھ بوجھ سے یکسر یہ محروم ہوتے ہیں، حدیث میں کوئی بات دیکھ لی بس اس کو سنت سمجھ کر عمل شروع کر دیتے ہیں، اس کی علت اور حکمت کی انھیں معرفت نہیں ہوتی ہے، بیشتر مسائل فقہیہ میں غیر مقلدوں کا حال یہی ہے کہ ظاہر حدیث کو دیکھا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

تفقہ فی الدین اللہ کی بڑی نعمت ہے ، یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی ہے اللہ کا خصوصی انعام جن پر ہوتا ہے انھیں کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے ، تفقہ فی الدین کی نعمت سے وہ شخص محروم رہتا ہے جو بلا اہلیت و صلاحیت دین کی باتوں میں پڑتا ہے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر فقہائے امت اور اکابر دین کے بالمقابل سینہ زوری دکھلاتا ہے ، صحابہ کرام تک کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور اللہ کے ولیوں سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے ، غیر مقلدوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے اسی وجہ سے یہ تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں ، اور بلا اہلیت وصلاحیت دین کی باتوں میں پڑتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ۔

کتاب وسنت کی صحیح معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی صحابہ کرام کے ساتھ حسن عقیدت رکھے اور دین کو جس طرح انھوں نے سمجھا ہے اسی راہ سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرے صحابہ کی راہ سے ہٹ کر دین کو نہیں سمجھا جا سکتا ، تمام اسلاف نے متقدمین ومتاخرین کے ہر فرد نے صحابہ کرام پر اعتماد کیا اور ان کو دین کے باب میں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا جانا اور ان کی عملی زندگی سے روشنی حاصل کر کے دین کو جانا اور سمجھا ، اس وجہ سے وہ جادۂ مستقیم پر رہے ، اور جن فرقوں نے صحابہ کرام سے بغض رکھا ، ان کو مقتدیٰ اور پیشوا نہیں جانا ، دینی وشرعی مسائل میں ان کے اسوہ وعمل سے روشنی حاصل نہیں کی وہ راہ مستقیم سے بھٹکے رہے ، شیعہ وخوارج کی مثال ہمارے سامنے ہے غیر مقلدوں کا شمار بھی انھیں باطل فرقوں میں سے ہے جن کو دینی وشرعی امور میں صحابہ کرام پر اعتماد نہیں ، اس وجہ سے غیر مقلدین کا فرقہ بھی بھٹکا ہوا اور گم کردہ راہ فرقہ ہے ۔ اس لئے دینی وشرعی مسائل میں ان کا اعتبار نہیں ، جتنے باطل فرقے ہیں سب کتاب سنت کا نام لے لے ہی کر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں ، اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مسئلہ پیش آمدہ میں صحابہ کرام ، اکابر اہلسنت اور فقہاء وائمہ حدیث کا کیا مذہب تھا ، اگر کسی کی بات اکابر اہلسنت کے مسلک سے ملتی ہے تو اس کو مان لیا جائے گا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا ۔

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کا مسئلہ اکابرامت کے مسلک کے خلاف ہے اس عمل کو کوئی بھی مسنون نہیں سمجھتا، اگر آدمی تھکا ہوا ہو تو کسلمندی دور کرنے کے لئے اور راحت حاصل کرنے کے لئے بشرط گنجائش وقت لیٹ سکتا ہے، خواہ فجر کی سنت کے بعد لیٹے یا فجر کی سنت سے پہلے، مگر یہ عمل کوئی عبادت نہیں ہے نہ سنت اور غیر سنت سے اس کا کوئی تعلق ہے، اگر سنت سمجھ کر کوئی لیٹتا ہے تو بدعت کا مرتکب قرار پائے گا، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کا امر فرمایا ہو یا اس کو سنت قرار دیا ہو، آپ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز طویل پڑھتے تھے تو کبھی وتر کے بعد اور کبھی سنت فجر سے پہلے آپ لیٹ کر آرام فرمالیتے مگر آپ کا یہ عمل محض راحت کے لئے ہوتا یہ کوئی شرعی و تعبدی عمل نہیں تھا اور نہ یہ آپ کا عمومی عمل تھا، کبھی کبھی ایسا کر لیتے اور اس کا مقصد بھی محض رفع تعب (تھکاوٹ دور کرنا) ہوتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی سنۃ الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع۔ یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب سنت فجر پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار رہتی تو مجھ سے بات کرتے ورنہ لیٹ جاتے (بخاری) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وفائدۃ ذالک الراحۃ والنشاط لصلوٰۃ الصبح (یعنی اس لیٹنے کا فائدہ اور مقصد یہ تھا کہ صبح کی نماز کیلئے آدمی تازہ دم ہو جائے اور تہجد کی طویل نماز کی وجہ سے جو تھکاوٹ ہو وہ ختم ہو، مگر غیر مقلدین اس حقیقت سے بیگانہ رہے اور نماز تہجد ادا کرنے والے اور نہ کرنے والے کا فرق انھوں نے ملحوظ نہیں رکھا اور سب کے لئے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کو مسنون قرار دے دیا، غیر مقلدین حضرات اس مسئلہ میں آنحضور کی اس حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

اذا صلی احدکم الرکعتین قبل صلوٰۃ الصبح فلیضطجع علی جنبہ الایمن ۔ (ترمذی)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ جب کوئی فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لے تو داہنے پہلو لیٹ جائے۔

مگر یہ حدیث بقول ابن تیمیہ باطل ہے، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

سمعت ابن تیمیة یقول هذا باطل ولیس بصحیح ۔ یعنی میں نے ابن تیمیہ سے سنا کہ وہ کہتے کہ یہ حدیث باطل ہے صحیح نہیں ہے۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۳۱۹)

غیر مقلدین اسی باطل حدیث پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں، چونکہ غیر مقلدین ابن تیمیہ و ابن قیم پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور ان کو سلفیوں کا امام و پیشوا سمجھتے ہیں اس وجہ سے بہتر ہے کہ میں زاد المعاد ہی سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق پیش کر دوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے لیٹنے کا فعل کبھی کبھار ثابت تو ضرور ہے مگر یہ رفع تعب کے لئے ہوتا تھا بطور سنت نہیں، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

ان النبی صلے اللہ علیه وسلم لم یکن یضطجع لسنة ولکنه کان یدأب لیله فیستریح ۔ کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سنت کی وجہ سے نہیں لیٹتے تھے، چونکہ آپ رات بھر نماز میں لگے رہتے اس وجہ سے (لیٹ کر) آرام حاصل کرتے۔

(ایضاً ج ۱ ص ۳۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا یہ واقعہ ہے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے گھروں میں شب گذاری کرتے تھے، تہجد کی نماز گھر ہی میں پڑھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اس لیٹنے کا مقصد کیا تھا خوب سمجھتی تھیں اس لئے اگر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کا یہ لیٹنا بطریق سنت نہیں تھا بلکہ آرام حاصل کرنے کی غرض سے تھا تو حضرت عائشہؓ ہی کا بیان معتبر ہوگا۔ غیر مقلدین اور ان جیسے ظاہر پرست لاکھ اس لیٹنے کو سنت قرار دیں اس کی طرف حضرت عائشہ کے اس فرمان کے مقابلہ میں کون ایسا عقل کا مارا ہے جو توجہ دے گا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اتباع سنت کا خاص شوق وجذبہ تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک سنت کا چھوڑنا بھی آپ کو گوارا نہ تھا، ان کا

حال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص فجر کی سنت کے بعد لیٹا ہوتا اور آپ اس کو دیکھ لیتے تو کنکر مار کر اٹھا تے اور صاف صاف یہ کہتے کہ یہ بدعت ہے۔ زادالمعاد میں ہے۔

وکان ابن عمر یحصبھم اذا رأھم یضطجعون علی ایمانھم (ایضا) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ لوگ لیٹے ہوئے ہیں تو ان کو کنکر مارتے۔

ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھا کہ کچھ لوگ فجر کی دو رکعت کے بعد لیٹے ہوئے ہیں تو آپ نے کسی کو بھیج کر ایسا کرنے سے منع کیا، تو لیٹنے والوں نے کہا کہ ہم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ارجع الیھم واخبرھم انھا بدعۃ۔ (ایضاً) لوٹ کر ان کے پاس جاؤ اور بتلاؤ کہ یہ سنت نہیں ہے بدعت ہے۔

کبھی آپ فرماتے کہ شیطان ان کے ساتھ کھیل کرتا ہے، چنانچہ ابو مجلز فرماتے ہیں کہ میں نے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

یلعب بکم الشیطان (ایضاً) یعنی تمہارے ساتھ شیطان کھیلتا ہے۔

کبھی آپ اس عمل کو گدھے کا عمل قرار دیتے، آپ فرماتے کہ

مابال الرجل اذا صلی الرکعتین یفعل کما یفعل الحمار اذا تمعك (ایضا) آدمی کو کیا ہو جاتا ہے کہ جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتا ہے تو وہی حرکت کرتا ہے جو گدھا کرتا ہے جب وہ دھول میں لت پت ہو۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر فیصلہ امام مالک وغیرہ کا ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر راحت کے طور پر کوئی لیٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو سنت سمجھ کر لیٹنا مکروہ ہے۔ (ایضا)

میرا خیال ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اتنا جچا تلا ہے کہ اس کا کوئی صاحب فہم انکار نہیں کرے گا۔ بلاشبہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی فجر کی

سنت کے بعد اور کبھی وتر کی نماز کے بعد لیٹنا ثابت ہے مگر حضرت عائشہؓ کے بقول یہ لیٹنا آرام کی غرض سے ہوتا تھا۔ آج بھی اگر کسی کو اللہ توفیق دے تہجد کی نماز طویل پڑھے پھر جاگتے ہوئے وقت گذارے اور فجر کی نماز تک جاگتا رہے تو اگر وہ تعب محسوس کر رہا ہے تو موقع ہو تو لیٹ جائے تاکہ فجر کی نماز کے لئے چاق و چوبند رہے اس کا کوئی منکر نہیں، مگر اس عمل کو سنت سمجھنا اور غیر تہجد گزار کے لئے بھی اس کو مستحب اور مسنون قرار دینا اور جو نہ لیٹے اس کو مطعون کرنا یہ حد سے گزر جانے والی بات ہے اور یہ دین نہیں بے دینی کی بات ہے۔

غیر مقلدین سے آپ یہاں ایک سوال یہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ حضرات تو بطور سنت کے فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹتے ہیں اور ماشاء اللہ مسجد میں بھی لیٹنے کو مسنون قرار دیتے ہیں، ہم آپ سے قولی یا فعلی صرف ایک حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ صرف ایک حدیث سے یہ ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت مسجد میں ادا کر کے مسجد ہی میں لیٹ جاتے تھے، میرا چیلنج ہے کہ پوری دنیائے غیر مقلدیت سر پٹک کر کے رہ جائے گی مگر وہ کوئی ایک حدیث بھی اس طرح کی نہیں پیش کر سکتی کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر مسجد میں لیٹے ہوں، اور جب ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر غیر مقلدین مسجد میں دو رکعت سنت فجر پڑھ کر لیٹنے کو کس بل بوتہ پر سنت کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا جو عمل کبھی نہ رہا ہو وہی عمل غیر مقلدین کے مذہب میں سنت قرار پاتا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

غیر مقلدین تو بزعم خود ماشاء اللہ اہلحدیث اور سنت پر عمل کرنے والے ہیں، ہمیں ذرا یہ بتلائیں کہ کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے کبھی فجر کی سنت مسجد میں ادا کی ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو غیر مقلدین فجر کی سنت رسول اللہ کے عمل و اسوہ کے خلاف مسجد میں کیوں ادا کرتے ہیں، غیر مقلدوں کے عقل کل مولانا عبدالرحمٰن

مبارکپوری تو صاف صاف فرماتے ہیں ۔

لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلی سنۃ الفجر فی البیت ۔ یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت گھر میں پڑھتے تھے (تحفہ ج ۱ ص ۳۲۲)

تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عمل اور دائمی عمل کے خلاف غیر مقلدین کو کیوں شوق رہتا ہے کہ وہ فجر کی سنت مسجدوں میں بھی پڑھتے ہیں ۔

حاصل یہ ہے کہ مسجدوں میں نہ فجر کی سنت پڑھنا آنحضور سے ثابت ہے اور نہ مسجد میں فجر کی سنت کے بعد سونا آنحضورؐ سے ثابت ہے ، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے غیر مقلدین فجر کی سنت کے بعد سونے کو ثابت کرتے ہیں وہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ باطل اور غیر صحیح ہے تو اب بتلایا جائے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ فجر کی سنت کے بعد سونا مسنون ہے کس قدر درست ہے ؟

اعتماد علی اللہ کی مثال

مولانا افضال جوہر قاسمی لکھتے ہیں :

" ہمارے دارالعلوم میں داخلہ سے دو سال پہلے دارالعلوم کے دارالتفسیر کی تعمیر ہو گئی تھی ، انجینئر لوگ حیران تھے کہ نیچے ہال کی جو لمبی کمان ہے وہ نازک ہے اس کے اوپر دارالحدیث ہے اس کے اوپر دارالتفسیر کی اتنی بڑی عمارت کو نچلی عمارت برداشت کر سکے گی یا نہیں ؟

یہ مسئلہ جب شیخ (مولانا سید حسین احمد مدنی رح) کے سامنے آیا تو ارشاد فرمایا کہ عمارت بنانا ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کی ضروریات پوری کریں لیکن باقی رکھنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے ۔ جو نقشہ ہے اس کے مطابق بننے دیں ، اور وہ عمارت بن گئی ۔ بحمد للہ ۶۰ برس ہو گئے اب تک باقی ہے ۔ (ترجمان دارالعلوم دہلی)

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

کیا ھدایہ کتاب قرآن کی طرح ہے؟

محترم مولانا غازی پوری صاحب مدظلہ'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہمارے اطراف گجرات میں غیر مقلدین کی کچھ چھٹ پٹ آبادیاں ہیں۔ جہاں انکے دو چار گھر ہیں، یہ فتنہ فساد کی باتیں کرتے رہتے ہیں، احمد آباد شہر اس قسم کی باتوں سے ناآشنا تھا مگر کچھ روز سے غیر مقلدین کا نوجوان طبقہ کوئی نہ کوئی بات پیدا کرتا رہتا ہے، تبلیغی جماعت کے خلاف ان کا بڑا زور لگتا ہے۔

آج کل ان لوگوں نے ایک نیا شوشہ یہ چھوڑ رکھا ہے کہ ھدایہ میں لکھا ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے، آپ کی کتابیں ہم نے پڑھی ہیں، اس لئے اب ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں رہ گیا ہے کہ یہ کتنا سچ کہتے ہیں اور کتنا جھوٹ مگر عوام کو یہ ورغلاتے رہتے ہیں مندرجہ بالا قول کی کیا حقیقت ہے۔ براہ کرم بذریعہ زمزم مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی واقف ہوں ۔

احمد موسیٰ احمد آباد گجرات

زمزم!

غیر مقلدین حضرات سے صرف آپ ہی نہیں یا آپ کا علاقہ ہی نہیں بلکہ ہند و پاک کے بیشتر علاقے ان کی فتنہ سامانیوں اور شرانگیزیوں سے پریشان ہیں، ان کی تحریک کا

مقصد عوام میں اضطراب پیدا کرنا اور اسلاف سے بیزار کرنا ہے، خدا امت اسلامیہ کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔

میرا خیال ہے جس غیر مقلد نے یہ بات اڑائی ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے، اس نے غالباً حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد کی کتاب سبیل الرسول سے یہ بات نقل کی ہے، اس لئے کہ یہ جھوٹ سبیل الرسول ہی والے نے بولا ہے، وہ لکھتا ہے۔

"جس طرح قرآن کے بعد اصح الکتاب[1] صحیح بخاری ہے اسی طرح احناف میں ہدایہ کا درجہ ہے کہ ہدایہ ہی میں لکھا ہے کہ ان الھدایۃ کالقرآن، کہ ہدایہ مثل قرآن ہے" ص۲۲۶

حکیم صادق سیالکوٹی سبیل الرسول کے مصنف نے خدا کا ادنیٰ خوف رکھے بغیر اتنا بڑا جھوٹ گڑھا ہے، ہدایہ کوئی نایاب کتاب نہیں ہے، ہر عربی مدرسہ میں اس کا ایک نہیں کئی کئی نسخہ موجود ملے گا۔ کسی غیر مقلد عالم کا آپ ہاتھ پکڑئے اور کسی بھی آس پاس کے عربی مدرسہ میں لیجا کر اس کے ہاتھ میں ہدایہ دے دیجئے اور اس سے کہئے کہ دکھلاؤ یہ بات ہدایہ میں کہاں لکھی ہے، وہ ہدایہ کے اوراق ساری زندگی الٹتا پلٹتا رہے گا مگر ہدایہ میں اسے یہ بات نظر نہیں آئے گی، غیر مقلدین علماء خود تو جھوٹ بولتے ہی ہیں افسوس یہ کہ وہ اپنے عوام کو بھی جھوٹ کی راہ پر لگاتے ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب سبیل الرسول میں مولانا یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، حقیقۃ الفقہ کی باتیں کبھی حوالہ دیکر اور کبھی بلا حوالہ دیئے ہوئے اس کتاب میں نقل کرتے رہتے ہیں، یہ بات بھی انھوں نے غالباً حقیقۃ الفقہ ہی سے اڑائی ہے، مگر حقیقۃ الفقہ والے نے ہدایہ کا نہیں بلکہ مقدمہ ہدایہ کا حوالہ دیا ہے، ہمارے

---

(۱) یہ ہے حکیم صاحب غیر مقلد کی قابلیت کا ادنیٰ نمونہ اصح الکتاب فرما رہے ہیں، اور اس قابلیت کے بل بوتہ پر وہ کتاب و سنت سمجھنے کا بھی حوصلہ رکھتے ہیں۔

پاس جو ہدایہ ہے ہم نے اس کا مقدمہ دیکھا ہے ، ہمیں یہ بات ہدایہ کے مقدمہ میں کہیں نظر نہیں آئی ، یقیناً یوسف جے پوری نے یہی جھوٹ بولا ہے ، یا معلوم نہیں اس کے نزدیک ہدایہ کے مقدمہ سے کیا مراد ہے ،[1] بہر حال یوسف جے پوری کی پوری بات سنئے فرماتے ہیں :

" یہ ہدایہ ہے جس کی شان میں یہ شعر مقدمہ ہدایہ میں منقول ہے

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ‏ ‏ ‏ ما صنفوا قبلها فی الشرع من کتب

ترجمہ :۔ ہدایہ قرآن کی طرح ہے جس نے تمام پہلی کتابوں کو جو شرع میں لکھی گئیں منسوخ کر دیا ہے ، " (حقیقۃ الفقہ صہ ۱۵۴)

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس جو ہدایہ ہے اس کے مقدمہ میں مجھے یہ شعر کہیں نظر نہیں آیا ، اب اگر مولانا یوسف کی یہ بات یا یہ حوالہ صحیح ہے تو ہدایہ کے مقدمہ میں کوئی غیر مقلد عالم یہ شعر دکھلائے ، ورنہ اللہ سے ڈرے اور دین کے نام پر جھوٹ بول بول کر بے دینی کا کام نہ کرے ۔

آپ کا جواب تو پورا ہو گیا مگر مجھے ناظرین کی آنکھیں کھولنے کے لئے غیر مقلدین علماء کی قابلیت کو بھی ظاہر کرنا ہے ۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے صرف اتنا نقل کیا ہے ، ان الهداية كالقرآن اور ترجمہ کیا ہے کہ ہدایہ مثل قرآن کے ہے

اور مولانا یوسف جے پوری نے پورا شعر نقل کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے ۔

ہدایہ قرآن کی طرح ہے جس نے تمام پہلی کتابوں کو جو شرع میں لکھی گئیں منسوخ کر دیا ہے ۔

قطع نظر اس کے کہ یہ شعر کس کا ہے اور کہاں لکھا ہے آیئے ہم دیکھیں کہ اس شعر کے ترجمہ میں غیر مقلدین کے یہ مجتہدین علماء کیسا غچہ کھا رہے ہیں ، نہ تو حکیم صادق سیالکوٹی نے شعر کو سمجھا اور نہ مولانا یوسف جے پوری نے شعر کا مطلب و مفہوم جانا ، شعر کا صحیح اور با محاورہ ترجمہ یہ ہے ۔

بیشک ہدایہ نے قرآن کی طرح پہلے کی تمام فقہی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے ۔

---

(۱) غالباً مقدمہ ہدایہ سے مراد ہے ہدایہ کے شروع میں ہدایہ کتاب کی تالیف کے صدیوں بعد مولانا عبد الحی لکھنوی کی وہ تحریر ہے جس میں انھوں نے ہدایہ اور اس کے مصنف کے بارے میں اپنی معلومات جمع کی ہیں اور اسکو ہدایہ کے ساتھ ناشرین نے شائع کیا ہے ۔ یہ شعر مولانا لکھنوی کی اس تحریر میں ہے ، اگر ان غیر مقلدین کی نیت صاف ہوتی تو اس کو واضح کرتے کہ مقدمہ ہدایہ سے مراد مولانا لکھنوی کی تحریر ہے ۔

شعر کہنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن نے گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کو اپنی فصاحت و بلاغت اور اسرار و حکم اور آخری کتاب ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیا ہے اسی طرح سے ہدایہ اپنے عمدہ اسلوب تحریر، عبارت کی جامعیت، بلاغت و جزالت کی وجہ سے پہلے کی تمام فقہی کتابوں سے فائق ہے، اگر صرف ہدایہ کو پڑھ لیا جائے تو کسی فقہ کی کسی اور کتاب کی اب ضرورت باقی نہیں رہتی۔

شاعر کا مقصد تو یہ ہے، جس میں کسی طرح کی معنوی قباحت نہیں یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے بخاری کی شرح فتح الباری کے بارے میں کوئی کہے کہ جس طرح قرآن سے بقیہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں کسی اور کتاب کی اب حاجت نہیں اسی طرح فتح الباری نے حدیث کی تمام شروح کو منسوخ کر دیا ہے اس کتاب کے بعد بخاری کی کسی اور شرح کی ضرورت نہیں رہتی، فتح الباری کے بارے میں اس طرح کا اظہار خیال زیادہ سے زیادہ کسی کو مبالغہ نظر آئے گا مگر معنوی طور پر یہ بات ایسی نہیں ہے کہ کسی کو اس پر اعتراض کی گنجائش ہو، شاعر نے ہدایہ کو قرآن کی طرح نہیں کہا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ قرآن نے جس طرح دوسری آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا اسی طرح ہدایہ نے دوسری فقہی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے یعنی ہدایہ کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے اگر کسی کا یہ خیال ہو تو آپ کو یا کسی کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

بات صرف اتنی سی ہے مگر غیر مقلدین مجتہدین شعر کا غلط ترجمہ کر کے بات کہاں سے کہاں پہونچا دیتے ہیں۔(۱)

اہل علم جان رہے ہیں کہ شعر میں الہدایۃ یہ ان کا اسم ہے اور کالقرآن سے آخر تک سب مل کر ان کی خبر ہے۔ اور پورے شعر کا ترجمہ صحیح وہ ہے جو میں نے کیا ہے، مگر غیر مقلدین قابل لوگ ان الهدایۃ کو مبتداء بنا کر کالقرآن کو خبر بنا دیتے ہیں اور یہیں بات کو پوری کر دیتے ہیں، اور ترجمہ کرتے ہیں کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے، واہ رے قابلیت، اگر جملہ یہیں پر مکمل ہوتا تو پھر ضروری تھا کہ کالقرآن کے بعد الذی یا التی اسم موصول لایا جاتا۔ بلا اس کے عبارت درست نہیں ہو سکتی تھی۔

---

(۱) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے شعر کا ترجمہ صحیح کیا ہے، ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔ ہدایہ نے قرآن مجید کی طرح ان کتابوں کو منسوخ کر دیا جو اس کے پہلے لوگوں نے تصنیف کی تھیں، المقالۃ الحسنیٰ۔ مولانا نے جاہل غیر مقلدین کی طرح "ہدایہ قرآن کی طرح ہے" ترجمہ نہیں کیا ہے۔

اور کمال تو مولانا یوسف جے پوری کا ہے۔ فی الشرع کا ترجمہ آپ کرتے ہیں شرع میں ایسے پاگلوں کو جے پور سے لاکر آگرہ کے پاگل خانہ میں کیوں نہیں رکھ دیا گیا، بھلا بتلائیے جس کو عربی کے ایک معمولی شعر کا ترجمہ کرنے کا سلیقہ نہ ہو، جو عربی کی معمولی عبارت کا صحیح ترجمہ نہ کر سکتا ہو اور نہ سمجھ سکتا ہو اس کو شوق ہوتا ہے ہدایہ کے خلاف منہ زوری دکھلانے کا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ابھی حقیقۃ الفقہ کتاب جب میں نے دیکھی تو اس میں عربی کی اس عبارت پر نظر پڑ گئی۔ والاولی ان یکون الشارع اسماً للدین فلا یحتاج الی التاویل (ص۱۶۵)

اور اس کا ترجمہ یہ جے پوری قابل صاحب کرتے ہیں۔

شرع نام ہے دین کا جو تاویل کا محتاج نہیں

اہل علم داد دیں اس ترجمہ کی، اور جماعت سلفیہ والے مٹھائی تقسیم کریں قابلیت کے اس شاہکار نمونہ پر۔

چونکہ غیر مقلدین کو حقیقۃ الفقہ پر بڑا ناز ہے اور اس کا مؤلف جو جاہل محض تھا اس کو یہ لوگ بڑا محقق سمجھتے ہیں، اس لئے ذرا اس کی قابلیت کا ایک نمونہ اور اہل علم ملاحظہ فرمائیں مگر شرط یہ ہے کہ قہقہہ نہ لگائیں، تدریب الراوی سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وکان یقول وایاکم والاخذ بالحدیث الذی اتاکم من بلاد اھل الرای الابعد التفتیش۔ (۱)

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

کوئی حدیث بھی عراق سے آوے اور اس کی اصل حجاز سے نہ ہو تو نہ قبول کی جاوے اگرچہ صحیح ہو، نہیں چاہتا ہوں، مگر خیر خواہی تیری ص۱۳۲

---

(۱) عوام ناظرین کی خاطر اس کا صحیح ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔
یعنی امام شافعی فرماتے تھے کہ اہل الرائے کے شہروں سے جو حدیث آئے اسکو چھان بین کرکے ہی لینا۔

یہ ہے الابعد التفتیش کا شاندار، شاہکار ترجمہ، متنبی ہوتا تو یوسف جے پوری کی قابلیت پر پورا ایک قصیدہ کہہ دیتا۔

میں کیا بتاؤں جب میں غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیتوں کے نمونے دیکھتا ہوں تو حیران ہو کر سوچتا ہوں کہ جہل مرکب کے یہ گرفتار یہ آخر کب اپنی اوقات پہچانیں گے ایسے لوگ امت کو گمراہی کی کس خندق و کھائی میں ڈالیں گے، آقائے دوجہاں کی پیشگوئی آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، جاہل دین کے ٹھیکہ دار بن گئے ہیں، انھوں نے حرام و حلال کی تمیز اٹھا دی ہے۔ ضلوا فاضلوا کا پورا نقشہ آج نگاہوں کے سامنے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہدایہ میں یا ہدایہ کے مقدمہ میں مذکورہ بالا شعر یا یہ بات کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے کہیں نہیں ہے، اگر کسی کتاب میں یہ شعر مذکور بھی ہے تو اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں، اس شعر میں کسی طرح کی کوئی معنوی قباحت نہیں ہے جیسا کہ عرض کیا گیا، غیر مقلدین کی باتوں کو سنجیدگی سے سننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ وہ جماعت ہے جو ہر روز ایک نیا فتنہ جنم دیتی ہے، بس اس سے ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

آخر میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو ہر قسم کے شر و فساد اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے، زمانہ بڑا نازک آگیا ہے، اپنے لئے خیر اور ایمان کی سلامتی کی ہر وقت دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

احرام کیلئے دو رکعت نماز

محترم المقام حضرت مولانا غازی پوری صاحب مدظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

والا گرامی قدر ترجمان اہلحدیث جناب کی نظر سے گزرتا ہوگا اس کے ہر شمارے میں آپ کے خلاف نہایت گھٹیا زبان میں کئی کئی مضامین ہوتے ہیں ۲۴ر شوال والے شمارہ میں ایک فتویٰ کے جواب میں لکھا ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی قولی، فعلی یا تقریری حدیث مروی نہیں ہے جس میں آپ نے اپنی امت کے لئے احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز مشروع قرار دی ہو۔

براہ کرم آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرما دیں کرم ہوگا۔

حبیب الرحمٰن نیازی کٹک

زاحزام !

مجھے اپنے ایک متعارف عزیز سے یہ شمارہ ملا، انھوں نے بھی اتفاق سے اسی مسئلہ کی طرف توجہ دلائی۔ میرا گھرانہ اس وقت ایک شدید حادثہ سے متاثر ہے۔ طبیعت میں نشاط نہیں ہے کہ میں کوئی تفصیلی گفتگو کروں، اختصاراً عرض یہ ہے کہ عام طور پر محدثین، فقہاء اور جماہیر سلین کا مذہب یہی ہے کہ دو رکعت نماز کے بعد احرام

باندھنا افضل ہے، فرض نماز کے بعد چاہے باندھے ورنہ دو رکعت نفل نماز ادا کرے اور احرام باندھے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہی احرام باندھا اور تلبیہ کہا ہے، بخاری شریف میں ہے:

فلما صلی فی مسجد ذی الحلیفة رکعتین اوجب من مجلسه فاهل بالحج ۔ (بخاری مع فتح الباری ۱۵۳)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کی اس وقت احرام باندھا اور لبیک کہا۔

اور بخاری ہی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نافع فرماتے ہیں۔

کان ابن عمر رضی اللہ عنهما اذا اراد الخروج الی مکة ادهن بدهن لیس له رائحة طیبة ثم یأتی مسجد الحلیفة فیصلی ثم یرکب واذا استوت به راحلته قائمة احرم ثم قال، هکذا رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم یفعل۔	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کیلئے تشریف لے جاتے تو بلا خوشبو کا تیل استعمال کرتے پھر مسجد ذوالحلیفہ میں آکر نماز ادا کرتے پھر سواری پر سوار ہو کر تلبیہ کہتے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے۔

ان عبد اللہ بن عمر کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرکع بذی الحلیفة رکعتین ثم اذا استوت الناقة قائمة عند مسجد الحلیفة اهل بهؤلاء الکلمات۔	یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر تلبیہ کہتے تھے۔

مسلم شریف ہی میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا قصہ سنایا تو اس میں یہ فرمایا فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی اور اس کے بعد آپ نے تلبیہ کہا، نسائی و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اھل فی دبر الصلوٰۃ یعنی نماز کے بعد آپ نے احرام باندھا۔

ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھنا اور تلبیہ کہنا نماز کے بعد تھا یا نہیں؟

مشہور سلفی حنبلی عالم شیخ عبدالعزیز المحمد السلمان اپنی کتاب الاسئلۃ والاجوبۃ الفقھیہ میں لکھتے ہیں۔

وسن احرام عقب رکعتین فرض او رکعتین نفلا۔ (ص ۲۲۵/۲۲۰)	یعنی دو رکعت فرض یا دو رکعت نفل نماز کے بعد احرام باندھنا مسنون ہے۔

حافظ ابن عبدالبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نقل کرتے ہیں۔

ویستحب له ان یکون احرامه باثر صلوٰۃ یصلیها قاصدا لذلك ولو احرم باثر صلوٰۃ مکتوبة او نافلة اجزأه۔	یعنی حاجی کے لئے مستحب ہے کہ اس کا احرام نماز کے بعد ہو اسی مقصد کے لئے وہ نماز ادا کرے اگر فرض یا نفل نماز کے بعد بھی وہ احرام باندھتا ہے تو بھی کافی ہے۔

(الکافی ج ۱ ص ۲۶۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مکث بالمدینة تسع سنین لم یحج، ثم اذن فی الناس فی العاشرة ان رسول اللہ	یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نو سال تک مدینہ میں رہے اور آپ نے حج نہیں کیا پھر دسویں سال آپ نے حج کا اعلان کیا، آپ کا اعلان سن کر بہت سے لوگ مدینہ آگئے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم حاج فتقدم المدینة بشر کثیر نخرج حتی اتی ذاالحلیفة فاغتسل وتطیب وصلی رکعتین فی المسجد ولبس ازاراً ورداء واحرم ولبی۔	صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے ذوالحلیفہ آئے غسل کیا خوشبو لگائی اور مسجد میں دورکعت نماز پڑھی ازار باندھا چادر لپیٹی اور احرام باندھ کر لبیک کہا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۶۱)

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں۔

وکان اول اھلا لہ حین صلی رکعتین، وانما اغتسل وصلی رکعتین لان ذلک اقرب لتعظیم شعائر اللہ۔ (ایضا)	یعنی آپ نے احرام دورکعت پڑھنے کے بعد باندھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لئے غسل کیا اور دورکعت نماز پڑھی کہ اس میں شعائر اللہ کی زیادہ تعظیم ہے۔

ہماری اس مختصر سی گفتگو کے بعد آپ کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ غیرمقلدین حضرات کا یہ کہنا کہ احرام کے لئے دورکعت نماز پڑھنا مشروع نہیں ہے اور یہ کہ اس بارے میں کوئی قولی، فعلی یا تقریری حدیث مروی نہیں ہے، غیرتحقیقی اور بے وزن بات ہے، عام مسلمانوں کا عمل دورکعت نماز کے بعد ہی احرام باندھنے کا شروع ہی سے رہاہے، اوران کا یہ عمل احادیث اور صحابہ کرام کے فعل کی روشنی میں ہے۔ غیرمقلدین کا مزاج متفق علیہ مسائل کے خلاف فتویٰ بازی کرکے عوام میں انتشار پیدا کرنے اوراسلاف امت سے بدظن کرنے کا شروع ہی سے رہاہے، پہلے بھی انھوں نے یہی کیا اور آج بھی ان کا یہی وطیرہ ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے دورکعت نماز پڑھنا غیرمقلدین کے نزدیک بلادلیل ہے مگر انڈے اور مرغ کی قربانی کرنا بادلیل ہے، فتاویٰ ستاریہ میں ہے۔

سوال نمبر ۲۹ معروض آنکہ زمانہ حال میں چیزوں کی گرانی حد سے بڑھ گئی ہے

..... کسی صحیفہ میں نکل چکا ہے کہ مرغ کی قربانی بھی جائز ہے ...
آپ مرغ کی قربانی جائز سمجھتے ہوں تو بندہ کی تحقیق کرا دیں

جواب ۲۹ "شرعاً مرغ کی قربانی جائز ہے !

(ص۲ جلد دوم طبع حدیث منزل کراچی نمبر)

اور اسی فتاویٰ ستاریہ کی جلد چہارم میں ہے :

"سوال نمبر ۶۲۴) مرغ اور انڈے کی قربانی ہو سکتی ہے ؟

(جواب) حدیث جمعہ میں آیا ہے کہ جو شخص سب سے پہلے آیا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد آنے والے کو گائے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آئے اس کو بکرے بھیڑ کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آیا اس کو مرغ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد بھی آیا تو اس کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا " ص ۱۴۰

اس حدیث سے غیر مقلدین حضرات کے مجتہدین و علمار کرام و مفتیان عظام انڈے اور مرغ کی قربانی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ، کیسا شاندار استدلال ہے !

یہ حضرات غیر مقلدین (اللہ ان کو ہدایت دے) احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قسم کا بھونڈا مذاق کرتے ہیں اس پر ہمیں بہت زیادہ تعجب اس لئے نہیں ہوتا کہ عدم تقلید کے نتائج اس سے بھی زیادہ خطرناک ہمارے سامنے آچکے ہیں ۔

جب آدمی بلا اہلیت مجتہد بن جاتا ہے تو وہ کیا کچھ کہہ ڈالے اور کیا کچھ لکھ ڈالے نہیں کہا جا سکتا ، جس مسئلہ کے بارے میں ایک نہیں متعدد احادیث ہوتی ہیں اس کا تو یہ انکار کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں ہوتی اس کو یہ حضرات شرعی مسئلہ بنا کر پیش کرتے ہیں ـــــــــ اب آخر میں یہ عرض ہے کہ ترجمان اہلحدیث دہلی میں ہمارے بارے میں جو کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے ، اس پر آپ تعجب نہ کریں ، اس قسم کی زبان اور تحریر غیر مقلدین کی علمی میدان میں پسپائی کی دلیل ہے ، یہ بیچارے اسی طرح کی طبیعت کے مالک ہیں ، بس ان کیلئے ہدایت کی دعا کرتے رہیں کہ ہمارے بس میں اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد عالم کے کچھ حالات

مکرمی مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعض احباب سے مولانا غازی پوری کے گھرانہ پر جو قیامت گزری اس کا علم ہوا، مولانا کو میں نے تعزیتی خط لکھ دیا ہے، اس موقع پر ان سے کسی طرح کا استفسار مناسب نہیں معلوم ہوتا اس لئے اب آپ کو زحمت دے رہا ہوں، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی کے مؤلف کے کچھ حالات درکار ہیں، کیا آپ کرم فرما کر ہمیں اس سے آگاہ کریں گے۔ اگر ان کا کہیں مفصل تذکرہ ہو یا ان کی سوانح حیات چھپی ہو تو اس سے آگاہ کریں۔ امید ہے کہ آپ بذریعہ زمزم یا پرائیویٹ طریقہ پر جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔

والسلام

خادم عبدالمجید قاسمی گونڈہ

زمزم!

آپ کے سوال کا بہترین جواب تو جامعہ سلفیہ بنارس سے ملتا، وہاں کے لوگوں کو مولانا مبارکپوری کے بارے میں زیادہ واقفیت ہے، مجھے معلوم نہیں کہ ان کی کوئی سوانح حیات چھپی ہو۔ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری مرحوم کی کتاب تذکرہ علمائے مبارکپور اور مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی جگدیش پوری کی کتاب تذکرہ علمائے اعظم گڈھ میں مولانا موصوف کا تذکرہ ہے، اگر یہ کتابیں آپ کو مل جائیں تو آپ ان کو دیکھ لیں، تحفۃ الاحوذی

کے مقدمہ کے آخر میں بھی موصوف کا ترجمہ ہے اس سے بھی آپ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مولانا کی کنیت ابوالعلی اور نام محمد عبدالرحمٰن ہے، والد کا نام شیخ عبدالرحیم ہے دادا کا نام شیخ بہادر، والد کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ محمد ہاشمی جعفری کے تلامذہ میں سے تھے یہ بات بطور لطیفہ کے یاد رکھئے کہ عموماً اکابر غیر مقلدین کا رشتہ کسی نہ کسی طرح جعفریوں سے جا ملتا ہے۔

مولانا مبارکپوری کی پیدائش ۱۲۸۳ھ ہے، جائے پیدائش قصبہ مبارکپور اعظم گڈھ ہے۔ ابتدائی تعلیم قصبہ میں حاصل کی، پھر مئو کے لوگوں سے کچھ حاصل کیا، اور انتہائی تعلیم کیلئے حنفیوں کے مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور پہنچے، جہاں مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ سے بطور خصوص استفادہ کیا۔

حافظ کے نام سے کیسے مشہور ہوئے کچھ پتہ نہیں چلتا، شاید قرآن حفظ کیا ہو، مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی مسجد میں تراویح سنائی ہو، یا یہ کہ محدثین کی اصطلاح والے حافظ ہوں۔

واللہ اعلم بالصواب

غازی پور میں علم کی تکمیل کے بعد مولانا عبداللہ صاحب کے مشورہ سے دہلی شیخ الکل فی الکل کے یہاں پہنچے، اور میاں صاحب سے ایک مدت تک استفادہ کیا۔

، مولانا نذیر حسین میاں دہلوی کے درس کی خاص بات یہ تھی کہ غیر مقلدیت اجتہاد کے رنگ میں ڈھل جاتی تھی، یہ شیخ دہلوی کا ادنیٰ کمال تھا۔

مولانا مبارکپوری دہلی سے فارغ ہوکر مبارکپور آگئے، جہاں انھوں نے مدرسہ دارالتعلیم کی بنیاد ڈالی جو روز اول سے آج تک طلبہ کے قحط کا شکار رہا، مولانا کی ابھی وہ شہرت نہ ہوئی تھی کہ طلب جوق درجوق مبارک پور ان کے نام پر آتے۔ جس سے مولانا بڑے ملول خاطر ہوئے۔ اور خفا ہوکر بلرام پور، بستی، گونڈہ میں مدرسہ پر مدرسہ قائم کرتے رہے، خود کہیں جم کر نہیں رہے، حافظ عبداللہ محدث غازیپوری اپنے اس لائق فائق شاگرد کی پریشان حالی و پریشان خاطری اور عدم استقلالی کو محسوس

کر رہے تھے، مولانا غازی پوری مدرسہ احمدیہ آرہ میں صدر مدرس تھے، انھوں نے از راہ شفقت مولانا مبارکپوری کو آرہ بلالیا، مگر مولانا کا آرہ پہونچنا مدرسہ کیلئے فالِ بد ثابت ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد یہ گلستان علم خزاں رسیدہ ہوگیا، اس لئے مولانا کو کلکتہ کا سفر کرنا پڑا، وہاں مدرسہ دارالقرآن والسنہ میں تدریس کا کام انجام دیا، یہ آخری مقام تھا اس کے بعد مولانا پھر وطن لوٹ آئے اور یہیں رہ کر لکھنے پڑھنے کا مشغلہ اختیار کیا اور آخر تک یہی مشغلہ رہا، تا آنکہ سولہ شوال ۱۳۵۳ھ کو مبارکپور ہی میں انتقال ہوگیا۔

مولانا مبارکپوری کو جدلیات سے کافی مناسبت تھے ساری کتابیں ان کی جدلی ہیں۔ ترمذی کی شرح بھی احناف کے مسائل کا رد کرنے کے لئے شروع کی تھی، چنانچہ جن مسائل میں احناف کے خلاف قلم چلا تو چلتا رہا اور بقیہ جگہوں پر معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مولانا مبارکپوری کے قلم سے شرح ہے۔

مولانا مرحوم کی تمام اہم کتابیں احناف کے رد میں ہیں، مولانا کو اسی موضوع سے خاص دلچسپی تھی، اور مولانا نے اسی واسطے سے خوب نام کمایا۔

مگر چونکہ مولانا شروع ہی سے پراگندہ خاطری اور انتشار ذہنی کا شکار تھے اس وجہ سے ان کی کتابوں میں بھی یہ رنگ پیدا ہوگیا، کبھی کچھ لکھتے ہیں، کبھی کچھ لکھدیتے ہیں، کہیں ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں اور کبھی رد کرتے ہیں، کہیں کسی راوی کو ثقہ کہتے ہیں اور کبھی اسی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں، کبھی صحابہ کے قول سے حجت پکڑتے ہیں اور کبھی اس کو رد کردیتے ہیں، کبھی قیاس کے خلاف قلم چلتا ہے اور کبھی قیاس کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں، اگر اس کی مثالیں دیکھنی ہوں تو مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی کتاب غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ مطالعہ کیجئے۔

مولانا مبارکپوری کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں: (۱) تحفۃ الاحوذی ترمذی کی شرح ہے، مولانا نے اپنے بعض تلامذہ کی مدد سے اسکو چار جلدوں میں مکمل کیا ہے۔ (۲) تحقیق الکلام دو جلدوں میں قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر ہے (۳) ابکار المنن آثار السنن (تالیف علامہ شوق نیموی) کے رد میں ہے۔ (۴) المقالۃ الحسنیٰ، اس میں مولانا نے ثابت کیا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہئے۔ انکے علاوہ کچھ اور معمولی رسائل ہیں۔ والسلام۔ نورالدین نوراللہ الاعظمی۔

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ہمارے اہل حدیث لوگ عام طور پر حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام موصوف حدیث سے نابلد تھے، ان کو حدیث نہیں آتی تھی۔

باپ ۔ جی بیٹا ہمارے کم پڑھے لکھوں کو ہمارے متعصب علماء نے یہی سکھلایا ہے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

بیٹا ۔ اباجی تو کیا امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں ہمارے علماء غلط بیانی سے کام لیتے ہیں؟

باپ ۔ جی بیٹا۔ ہمارے متعصب عالم نما جاہلوں کو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے للٰہی بغض ہے، وہ ان کی شان میں بڑی بڑی گستاخیاں کرتے ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے اور امت کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

بیٹا ۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کیا امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث آتی تھی؟

باپ ۔ بیٹا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ حدیث میں سے تھے ہمارے تمام انصاف پسند

علماء کو اس کا اعتراف تھا، جلیل القدر محدثین نے ان کو ائمہ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ذرا اس کی وضاحت کردیں اس لیے کہ آپ کی یہ بات عام اہل حدیث کے خیال سے مختلف ہے۔

باپ ۔ اس وقت میں تم کو حافظ ابن حجر کی بات سناتا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ ہمارے محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حافظ ابن حجر اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث تھے، علم حدیث کی سرداری ان کے زمانہ میں ان پر ختم تھی، ابن حجر کے حافظ حدیث ہونے پر اور ان کی علمی جلالت پر ہمارے تمام علماء اہل حدیث متفق ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واقول هنا ان ابا القاسم	یعنی میں کہتا ہوں کہ کتاب التذکرہ میں
عبد الرحمٰن بن الحافظ ابی عبد اللہ	ابوالقاسم عبدالرحمٰن نے یہ کہا ہے کہ جن
بن منده ذکر فی کتاب التذکرة	لوگوں نے اس روایت کو حافظ ہشام
ان الذین رواه عن الحافظ هشام	سے ذکر کیا ہے (ان کی تعداد ان کے
من ذلك وسرد اسمائهم فزادوا	شمار کے مطابق) چار سو ستر سے زیادہ
علی اربعمائة نفس وسبعین	ہے، ان میں بڑے بڑے محدثین بھی
نفسا منهم الکبار شعبة ومالك	ہیں، جیسے امام شعبہ امام مالک امام سفیان
وسفیان الثوری والاوزاعی	ثوری امام اوزاعی ابن جریج امام مسعر
وابن جریج ومسعر وابو حنیفة	امام ابوحنیفہ سعید بن عروبہ حماد بن
وسعید بن عروبة والحمادان	اور معمر۔
ومعمر،	(فتح الباری ص ۲۸۲ / ۱۳)

دیکھو یہاں اس عبارت میں حافظ ابن حجر نے جن بڑے محدثین کا نام لیا ہے انھیں میں سے امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی نام لیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں کتنا بلند مقام تھا، حافظ ابن حجر کی یہ شہادت کوئی معمولی بات

نہیں ہے ، حافظ ابن حجر جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری کا فرمان ہے
اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے
وہ علماء جو دیانت و تقویٰ سے متصف تھے وہ بھی حضرت امام ابو حنیفہ کو ائمہ حدیث
اور اہل سنت کا پیشوا سمجھتے تھے ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"حضرت امام صاحب امام اہلسنت اور اہلحدیث کے پیشوا تھے ۔"

(تاریخ اہل حدیث صفحہ ۷۲)

بیٹا ۔ اباجی واقعی حافظ ابن حجر اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی بات تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت بڑی شہادت ہے ، ہمارے علماء اہل حدیث پھر امام موصوف کو قلت حدیث کا طعنہ دیکر اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہیں ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے پر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ہم لوگ اہل حدیث ہیں نا ، یعنی حدیث ہی پر عمل کرنے والے لوگ ۔

باپ ۔ جی بیٹا ، ہم لوگ اہل حدیث ہیں ، ہم لوگ جو بات حدیث سے ثابت ہوتی ہے اسی پر عمل کرتے ہیں ۔

بیٹا ۔ ہم اہل حدیث لوگ سورہ فاتحہ نماز کی ہر ہر رکعت میں بطور فرض پڑھتے ہیں ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔ نماز کی ہر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی نماز کی ہر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا کس حدیث سے ثابت ہے ؟

باپ ۔ بیٹا حدیث میں ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی جو سورہ فاتحہ

نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، اس لئے نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

بیٹا ۔ اباجی اگر کسی نے نماز میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھ لیا تو فاتحہ کا پڑھنا نماز میں ثابت ہوگیا، وہ حدیث سنائیے جس سے معلوم ہو کر دو رکعت والی نماز میں سورہ فاتحہ دو دفعہ پڑھی جائے گی اور تین رکعت والی نماز میں تین دفعہ اور چار رکعت والی نماز میں چار دفعہ ۔

باپ ۔ بیٹا ایسی صحیح حدیث تو ہمیں یاد نہیں ہے جس سے دو رکعت والی نماز میں دو دفعہ اور تین رکعت والی نماز میں تین دفعہ اور چار رکعت والی نماز میں چار دفعہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہو ۔

ابن حبان اور امام احمد کی ایک روایت سے اس کا پتہ چلتا ہے مگر اس کی صحت کی ہمیں تحقیق نہیں ۔

بیٹا ۔ ہمارے اہل حدیث علمار کی کتابوں میں تو ایسی صحیح حدیث ضرور ہوگی

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے ؟

باپ ۔ حرام ہے بیٹا، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی کیا اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ۔ ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہننے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ یہ بڑے گناہ کا کام ہے ۔

بیٹا - ہمارے کسی عالم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟

باپ - ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی اہلحدیث عالم نے اس قسم کا فتویٰ دیا ہو۔

بیٹا - مگر اباجی اب ہمارے سلفی علمار تو یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، دیکھئے ہمارے مولانا یونس قریشی صاحب دستور المتقی میں فرماتے ہیں۔

"ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیئے" ص۲

باپ - انھوں نے کسی حدیث یا قرآن کی کسی آیت کا حوالہ بھی دیا ہے ؟

بیٹا - اباجی ہمارے علمار تو مجتہد ہیں نا، یہ تو خود ہی حوالہ ہیں، کتاب و سنت سے حوالہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے علمار کا ہر قول، ہر رائے اور ہر فتویٰ مستقل حوالہ ہے۔

اباجی آپ سوچ کیا رہے ہیں، کیا یہ ہمارے سلفی علمار کی کوئی نئی دریافت ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

لفظ سلفیت کا عرب دنیا میں استعمال۔

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ہمارے علمار کہتے ہیں کہ لفظ سلفیت کا استعمال عرب دنیا میں زیادہ ہوتا ہے۔ (ترجمان اہلحدیث ص۱۵ ہر ستمبر ۱۹۹۶ء)

باپ - جی بیٹا - یہ بات صحیح ہے، خاص طور پر سعودیہ میں، والدنا، شیخ ابن باز حفظہ اللہ کی کوشش سے بہت سے لوگ سلفی ہو گئے ہیں۔

بیٹا - اباجی اگر عرب میں سلفیت کا استعمال زیادہ ہوتا ہے تو کسی بھی عرب ملک کے سعودیہ کے

کویت کے، مصر کے، شام کے، دبئی کے، عراق کے تین عرب عالم کا نام لیجئے جو اپنے نام کے ساتھ سلفی لکھتا ہو۔

باپ۔ (سوچتے ہوئے) بیٹا سر دست تو ایسا کوئی ایک نام بھی یاد نہیں آرہا ہے۔

بیٹا۔ اباجی اچھا کسی عرب ملک میں ادارے، جامعات یا مدرسے کا نام بتلائیے جن کے نام کے ساتھ سلفی کا لفظ لگا ہو؟

باپ۔ (سر کھجاتے ہوئے) بیٹا یہ بھی یاد نہیں آرہا ہے۔

بیٹا۔ اباجی تو جو ترجمان میں لکھا ہے کہ عرب دنیا میں سلفی کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے جھوٹ ہے کیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

اجماع اور قیاس قرآن وحدیث ہی کی شاخ ہیں

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ہم اہلحدیث لوگ قیاس کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔

باپ۔ بیٹا یہ بات ہمارے تمام علماء نہیں کہتے ہیں بلکہ جاہل قسم کے لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

بیٹا۔ تو کیا اباجی ہمارے اہلحدیث علماء بھی قیاس کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا جو بھی مجتہد ہوگا اسے قیاس کرنا ہی ہوگا، دیکھو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصَّلٰوۃ بعد الجمعۃ وقبلہا یعنی جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد (سنت) نماز پڑھی جائے گی، مگر اس دعویٰ پر ان کو کوئی صریح دلیل حدیث سے نہیں مل سکی تو انھوں نے اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔ عن عبداللہ

بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی قبل الظھر رکعتین وبعد الظھر رکعتین ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی فرض سے پہلے اور اس کے بعد دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے، یعنی امام بخاری نے جمعہ کو ظہر پر قیاس کیا کہ چونکہ جمعہ ظہر ہی کے قائم مقام ہے اس لئے جس طرح ظہر میں دو رکعت پہلے اور دو رکعت بعد میں سنت ہیں اسی طرح جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد دو دو رکعت بطور سنت پڑھی جائے گی ۔ فتح الباری میں ہے اراد اثباتھا قیاساً علی الظھر ص۲۲۶ یعنی امام بخاری جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد نماز سنت کو ثابت کرنے کے لئے ظہر کی نماز پر قیاس کیا ہے ۔

بیٹا ۔ تو اباجی امام بخاری بھی قیاس کرتے تھے ؟

باپ ۔ جی ہاں بیٹا امام بخاری مجتہد تھے اور مجتہد کو قیاس کے بغیر چارہ نہیں ۔

بیٹا ۔ تو اباجی دین میں قیاس کرنا حرام نہیں ہے ؟

باپ ۔ ہرگز نہیں بیٹا دیکھو مولانا حکیم حافظ ابو یحیٰی محمد صاحب شاہجہان پوری اپنی مشہور کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں ۔ اجماع اور قیاس شرعی قرآن و حدیث ہی کی شاخ ہیں ۔ ص۲۲

بیٹا ۔ تو اباجی ہمارے وہ علماء جو قیاس کا انکار کرتے ہیں اور قیاس کرنے والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں وہ ان باتوں سے جاہل ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

انیس احمد ابن مولانا حبیب الرحمٰن ندوی

مولانا حبیب الرحمٰن ندوی کی وفات حسرت آیات

مولانا حبیب الرحمٰن ندوی مئو کی سرزمین پر ایک علمی اور ادبی شخصیت کے مالک تھے ۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم، مقالہ نویس، ادب شناس اور بحر صحافت کے بہترین شناور اور غواص تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اچھے ایماندار اور سچے دیانتدار تاجر تھے۔ مگر افسوس ا یہ تابندہ ستارہ بروز جمعہ ۱۰ ½ بجے دن میں اچانک دل پر حملہ کے نتیجہ میں ۱۲ر فروری ۱۹۹۹ء کو ڈوب گیا ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

والد صاحب مرحوم مئو کے دونوں قدیم مدارس ۔ مدرسہ دارالعلوم اور مدرسہ مفتاح العلوم سے فارسی اور عربی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گلشن ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ساون خوشہ چینی کی ہے اور عالم اسلام کی مایہ ناز ہستی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا ہے ۔ فراغت کے بعد تجارت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ لیکن علم ادب سے ذوق وشوق تھا اسلئے ہمیشہ علمی اور ادبی خدمات کیا کرتے تھے اور وقت کے زیر وبم کے لحاظ سے اخبارات ورسائل میں مضامین بھی قلمبند کیا کرتے تھے، آپ ایک عظیم مفکر بھی تھے، اور فکر ونظر آپ کی ایک عظیم شاہکار بھی ہے جو تحت الحالات گرانقدر مضامین کا ایک مجموعہ ہے ۔ والد صاحب مرحوم مئو کے علماء پر بھی کام کر رہے تھے جو ادھورا ہی رہ گیا اور ان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ لیکن ان کا تمام مسودہ مئو کے ایک لائق فرزند عالم دین مولانا مفتی سعید الحق قاسمی صاحب مدظلہ مفتی مدرسہ مدنی دارالقرآن مئو لے گئے جنھوں نے تذکرہ علماء مئو پر تقریباً کام مکمل کر لیا ہے ، جو انشاء اللہ کبھی بھی منظر عام پر آسکتا ہے ۔

مولانا مرحوم بڑے سنجیدہ اور سادہ مزاج، رہن سہن اور لباس میں سادگی، پرمزاح ملنسار، ہنس مکھ چہرہ اور بڑے متواضع تھے، اور ظریف الطبع اور حاضر جواب بھی تھے۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میں جامعہ فیض عام کے دفتر میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فیضیؒ سے بغرض ملاقات گیا تو وہاں بنارس کے ایک مولانا تشریف فرما تھے میں نے ان سے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو انھوں نے ایک ہاتھ بڑھایا اور میں نے دونوں ہاتھ بڑھایا والد صاحبؒ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی وجہ پوچھی تو بنارسی مولانا نے فرمایا کہ ساٹھ حدیثیں ایسی ہیں جن میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مذکور ہے اور صرف ایک حدیث سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہے تو والد صاحب نے فرمایا کہ ہم نے اکسٹھ حدیثوں پر عمل کیا کیونکہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے میں ایک ہاتھ بھی شامل ہے اور آپ نے ساٹھ حدیثوں پر عمل کیا تو عامل بالحدیث ہم ہوئے نہ کہ آپ۔ اس پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فیضیؒ متوجہ ہوئے اور بنارسی مولانا سے کہا کہ مولانا آپ ان سے بحث مت کیجئے جیت نہیں پائیں گے [1] اس کے بعد بنارسی مولانا بالکل خاموش ہو گئے۔

مولانا ندوی مئو کی عظیم شرعی پنچایت کے (محکمہ قضاء) کے رکن تھے اور ۱۹۷۶ء میں جب یہ محکمہ خلیفۂ شیخ الاسلام مولانا محمد صفات اللہ صاحب مہتمم مدرسہ مدنی دارالقرآن کی کوششوں کے نتیجہ میں قائم ہوا تو ان کے ارکین کے انتخاب کے لئے محدث جلیل ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ سے درخواست کی گئی تو جن تیرہ ۱۳ ناموں کا انتخاب کیا ان میں مولانا حبیب الرحمٰن ندوی صاحب کا بھی نام تھا جس سے ان کے علم و فہم دینی بصیرت و فکر و نظر کا اندازہ بھی لگتا ہے کہ مولانا کس معیار کے آدمی تھے۔

مئو کے ایک ادبی مشہور ادارہ دانش کدہ سے بھی مولانا کے گہرے روابط تھے اور اکثر ان کی ادبی محفلوں میں شریک ہوا کرتے۔ مولانا بڑے ہر دل عزیز اور مقبول تھے۔

باقی ص۱۲۱ پر

---

[1] راوی مولانا سعید الحق قاسمی جن سے والد صاحب نے خود یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا

دو ماہی مجلہ

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی وعلمی مجلہ
جلد ۲
جمادی الاولیٰ ، جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۲۰ھ
شمارہ ۹
زمزم
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی
پن کوڈ — ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

اداریہ

انگریزوں کا منحوس قدم اگرچہ اس برصغیر سے چلا گیا ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ اس کی بہت سی نحوستوں کی جڑ اتنی پیوست رہی کہ ہم ان کے اثر سے آج بھی محفوظ نہیں ہیں، ہماری تہذیب ہمارے اخلاق، ہمارے رہن سہن اور روزمرہ کی زندگی میں ان کا اثر صاف محسوس ہوتا ہے۔

غیر کیا کرتے ہیں ہمیں اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، مگر مسلمان کیا کرتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے اس کی فکر ہمیں ضرور کرنی چاہئے۔ یہ ہماری دینی دعوتی ذمہ داری ہے۔

انگریز ہندوستان آیا تو اس نے اپنی تہذیب و اخلاق کا گہرا اثر یہاں کے باشندوں پر چھوڑا، کچھ لوگ جو انگریزوں کے زیادہ خیرخواہ بنے رہے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ انگریزی تہذیب کو قبول کر لیا بلکہ اس کے مداح و داعی بنے رہے، اور انکی جدو جہد و اصلاح کا بڑا مرکز یہ تھا کہ مسلمان انگریزوں سے رہنے سہنے کا سلیقہ سیکھیں ان کی تہذیب و ثقافت کو اپنالیں، ان کی زبان، ان کا کلچر ان کا رہن سہن، کھانے پینے پہننے کا طریقہ اگر مسلمان اپنالیں گے تو وہ بھی انگریزوں جیسی ایک ترقی یافتہ مہذب قوم بن جائیں گے، یہ ان کا فکر تھا، اور یہی ان کی دعوت تھی، چونکہ ہر جدید چیز میں لذت زیادہ ہوتی ہے، اس وجہ سے اس دعوت کو قبول عام حاصل ہوا، اور لباس سے لیکر کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کے تمام انگریزی طریقے کو تمدن و ترقی کی علامت سمجھ لیا گیا اور پھر ہوا کیا، مسلمان انگریز جیسی ترقی یافتہ قوم تو نہیں بن سکا، لیکن اپنی چال ضرور

بھول گیا، اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب پر فخر کیا یعنی ان سے مسلمانوں کو شرم آنے لگی اور آہستہ آہستہ مسلمان اسلامی زندگی سے بہت دور ہو گئے۔

کوٹ پتلون پہننا آدمی کے مہذب ہونے کی علامت بن گیا، میز پر کھانا کھانا ہاتھ کا نہ دھونا، کاغذی رومال سے ہاتھ پونچھ لینا، بائیں ہاتھ سے پانی پینا، کھڑے کھڑے گھوم پھر کر کھانا کھانا ان چیزوں کو ترقی کی علامت سمجھ لیا گیا، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عام مزاج بن گیا، اس طرح کی کتنی غیر اسلامی چیزیں انگریزوں کی نقالی میں ہم مسلمانوں کی زندگی میں در آئیں ہیں اور ہم نے بخوشی ان کو قبول کر لیا بلکہ یہ چیزیں ہمارے لئے باعثِ فخر بنی ہوئی ہیں۔

انھیں بد بختیوں میں سے جو آجکل ہمارے سر پر انگریزوں کی نقالی میں مسلط ہیں پکارے جانے والے ناموں کے سلسلہ میں ہماری بے راہ روی ہے، باپ کو ڈیڈی اور پاپا پکارا جانا اچھا سمجھا جاتا ہے، ماں کو ممی، خالہ کو آنٹی، چچا کو انکل پکارے جانے کا عام گھرانوں کا مزاج بن گیا ہے، اور ان ناموں سے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے ابا، ابو، امی، خالہ، پھوپھی، چچا کے نام پرانے زمانہ کی یادگار سمجھ کر چھوڑا جانے لگا ہے۔ ماں باپ بھی اپنے بچوں اور بچیوں کے نام رکھنے میں پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان پر قدامت کی ہلکی سی بھی پرچھائیں نہ پڑے، عبداللہ، عبدالرحمٰن، عائشہ اور حفصہ نام رکھا جانا پسند نہیں کیا جاتا۔ ان ناموں سے ان جدید مزاج والوں کو کڑھن محسوس ہوتی ہے، پپو، پپی، گڈو، نکی، مہ جبیں، نازنیں، درخشاں یاسمین جاوید ہنال صدام وغیرہ ناموں کو پسند کیا جاتا ہے، جب قوم زوال کے راستے پر ہوتی ہے تو اس کی زندگی میں اسی قسم کا انقلاب رونما ہوتا ہے۔

ہمارا یقین و ایمان ہے کہ مسلمان قوم جب تک اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنے اخلاق و آداب پر فخر کرنا نہ سیکھے گی ترقی کی منزل سے وہ بہت دور ہوگی

غیروں کی ذہنی غلامی میں گرفتار رہ کر کوئی قوم خود زندہ وجاوید نہیں بن سکتی اور نہ زندگی میں وہ کوئی مقام حاصل کر سکتی ہے۔

ناموں کے سلسلہ میں ہماری بے راہ روی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو نام اللہ اور اس کے رسول کو پسند تھے ان ناموں سے ہمیں کراہیت محسوس ہوتی ہے، آج اپنے بچوں کا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن رکھنا ہمیں اچھا نہیں لگتا، کہا جاتا ہے کہ یہ پرانے نام ہیں ؛ مگر ہمارے رسولؐ کا ارشاد تھا۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احب اسمائکم الی اللہ عزوجل عبد اللہ وعبدالرحمٰن

(مسلم)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کو سب سے پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔

غور کا مقام ہے جو نام اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے ان ناموں سے ہمیں کراہت ہے۔ آہ! ہمارا ذہنی بگاڑ اب اس حد تک بڑھ گیا ہے۔

آج کون ہے جو پپو اور نکی نکا کو بدل کر عبداللہ اور عائشہ نام رکھے گا۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے اور اس کی جگہ کوئی مناسب نام رکھ دیتے تھے۔

ناموں کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔

تسموا باسماء الانبیاء۔

(ابوداؤد ونسائی)

یعنی تم لوگ انبیاء علیہم السلام کا نام رکھا کرو

موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان، داؤد وغیرہ ناموں سے ہمارے کان دن بدن ناآشنا ہوتے جا رہے ہیں۔

حقیقت میں یہ غیرت و حمیت کی بات ہے کہ آدمی اپنی تہذیب اور اپنے اخلاق پر فخر کرے، جب انسان سے غیرت و حمیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ دوسروں کی نقالی کرتا ہے اور اپنے دین کی تعلیمات و ہدایت کے خلاف اس کا قدم بلا تکلف اٹھتا ہے ایسے لوگ بظاہر تو مسلمان ہوتے ہیں مگر فی الاصل اسلام ان کے قلب دماغ سے رخصت ہو چکا ہوتا ہے، اگر ان کی زبان خاموش بھی ہو تو عملاً ان کی بغاوت اسلام کے خلاف مسلسل جاری رہتی ہے۔

ہمیں اپنی اس روش کو بدلنا ہوگا، اور غیروں کی ذہنی و فکری غلامی سے اپنے کو اور اپنی نسل کو آزاد کرانا ہوگا۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو دنیا میں ہمارا وجود رہے گا مگر اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی جیسے پانی کا ایک بلبلہ۔ کہ: نہ کسی شمار میں ہم رہے نہ کسی قطار میں ہم رہے

شرکِ خفی

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر چند صحابہ پر ہوا جو دجّال کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تم کو دجّال کے فتنے سے بھی خطرناک فتنہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا مجھ کو تم لوگوں پر شرک خفی کا اندیشہ ہے کہ تم اس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ صحابہ نے عرض کیا شرکِ خفی کیا چیز ہے؟

فرمایا آدمی نماز پڑھتا ہے اور اپنی نماز کو اس لئے خوبصورت کرتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

نبوی ہدایات

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

. اللہ کی رحمت و مغفرت کا وہ شخص زیادہ مستحق ہوتا ہے جو سلام میں ابتدار کرے ۔ (ترمذی وابوداؤد)

سلام میں ابتدار کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے ، بعض متکبرین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ سلام کی ابتدار کرنے سے گریز کرتے ہیں ، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے ان کو سلام کرنے میں ابتدار کریں ، خود اس میں پہل کرنے سے وہ پہلو بچاتے ہیں ، یہ نہایت غیر اسلامی حرکت ہے ، اور کبر کی علامت ہے ، حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام میں ابتدار کرنے والا اللہ کی رحمت و مغفرت کا زیادہ مستحق ہوتا ہے ۔

حضرت علیؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کی جائے سلام کرنے میں یہودیوں کا طریقہ تھا کہ وہ انگلیوں کے اشارے سے سلام کرتے تھے اور نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ ہتھیلی سے سلام کرتے تھے ۔ (ابوداؤد)

اسلام میں سلام کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے السلام علیکم پورا جملہ کہا جائے ہاتھ یا انگلی سے اشارہ کر کے سلام کرنا یہود و نصاریٰ کا فعل تھا ۔

یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہماری ایمانی غیرت کا تقاضا ہے ۔ کھانے ، پینے

اٹھنے بیٹھنے، پہننے اوڑھنے میں ہمیں اسلامی تعلیمات وہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ یہود ونصاریٰ کے طریقہ کو اپنا کر ہم اپنا اسلامی تشخص باقی نہیں رکھ سکتے، اس بارے میں اتنی تاکید ہے کہ سلام کرنے میں بھی یہود ونصاریٰ کی نقالی کرنا ناجائز ہے۔

افسوس آج مسلمان یہود ونصاریٰ کی عادات واطوار کو اختیار کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں لگے ہوئے ہیں اور اسی میں اپنی ترقی کا راز سمجھتے ہیں، ان کو کون بتلائے کہ اسلامی تعلیم وہدایات سے ہٹ کر دوسروں کی نقالی سے وہ پائیں گے کچھ نہیں، کھودیں گے سب کچھ۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ بیٹے جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرو، تمہارے لئے اور گھر والوں کے لئے بھی اس میں برکت ہے۔ (مشکوٰۃ)

سلام کر کے گھر میں داخل ہونا یہ مسنون ہے، آج اس سنت سے ہم بالکل لاپرواہ ہو گئے ہیں، عوام تو عوام پڑھے لکھے حتیٰ کہ علماء کے گھروں سے بھی یہ سنت رخصت ہو چکی ہے ——— گھر میں سلام کر کے داخل ہونے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ گھر میں عورتیں جو کبھی بے پردگی کی حالت میں ہوتی ہیں وہ سلام کی آواز سن کر محتاط اور پردہ سے ہو جائیں، گھر کی عورتوں میں ماں بہن بیٹی بھی ہوتی ہیں، ان کے بدن کے بعض کھلے حصہ کو دیکھنا محرم کو بھی درست نہیں ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چھ حق ہے (۱) ملنے پر ایک دوسرے کو سلام کرے، (۲) اگر دعوت ملے تو اس کو قبول کرے (۳) اگر اسے چھینک آئے تو اس کا جواب دے۔ (۴) بیمار پڑے تو اس کی عیادت کی جائے (۵) اس کا انتقال ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جایا جائے (۶) اور مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بڑا گہرا روحانی ربط ہوتا ہے

اس ربط و تعلق کی رعایت عملاً بھی ہونی چاہئے۔ تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ سارے مسلمان ایک برادری اور ایک خاندان ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اسی بات کو بتلاتی ہے کہ ہمارا عمل دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے جس سے مسلمانوں کا ایک دوسرے سے ربط و تعلق معلوم ہو، اور آپس میں بھائی چارہ بڑھے۔

پہلی بات میں اس کی ہدایت ہے کہ اگر کوئی مسلمان آپ کو دعوت دے رہا ہے تو اس کی دعوت کو آپ قبول کرلیں، اگر آپ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے تو اس کا دل ٹوٹے گا اگر آپ اس کی دعوت کو قبول کرلیں گے تو آپ کی قدر و قیمت اس کی نگاہ میں بڑھے گی۔ بعض متکبر قسم کے لوگ غرباء اور فقراء کی دعوت قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور اس کو اپنی بڑائی اور شان سمجھتے ہیں، اور یہ فریب نفس میں مبتلا لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی ذلیل حرکتوں سے کسی کی شان اور آن میں اضافہ نہیں ہوتا ہے، بعض اونچے خاندان والوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جس خاندان اور برادری کو یہ لوگ اپنے خیال میں نیچا سمجھتے ہیں ان کے گھر جانے کو وہ معیوب سمجھتے ہیں یہ سب جھوٹی شان کے مظاہرے ہیں اور کبر کی علامت ہے اور متکبر آدمی کبھی باعزت زندگی نہیں گزارتا۔

دعوت قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گھر جاکر کھانا بھی ضرور کھایا جائے، کھانا کھانا انسان کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے، کبھی طبیعت چاہتی ہے اور کبھی نہیں چاہتی، اسلئے کھانا کھانا ضروری نہیں۔ دعوت دینے والوں کو بھی اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ کھانا کھانے پر اصرار کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۳) کسی کو چھینک آئے تو اسے الحمد للہ کہنا چاہئے اور جو سنے اس کو رحمک اللہ واضح بالک سے جواب دینا چاہئے۔ البتہ چھینکنے والا اگر الحمد للہ نہ کہے تو پھر جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

(۴) بیمار کی عیادت کرنا اسلامی اخلاق کا ضروری حصہ ہے، بیمار چاہتا ہے کہ لوگ اس کی پریشانی میں اس سے ہمدردی کریں، اس سے بیمار کو بڑی تقویت ملتی ہے، اور بیماری کے احساس میں کمی ہوتی ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بیمار کی حالت اور اس کی طبیعت

کی رعایت کی جائے، اگر اس کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے سے اس کو تنگی و پریشانی ہوتی ہے تو اس کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے یا اگر بیمار کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ اس کے پاس کوئی نہ آئے تو گھر والوں سے ہمدردی اور بیمار کی خیریت پوچھنے پر اکتفا کیا جائے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بیمار کے پاس بہت دیر تک بیٹھے رہ جاتے ہیں اور مریض کو اس سے کلفت ہوتی ہے، عیادت میں مریض کے مزاج اور اس کی طبیعت کی رعایت بہت ضروری ہے۔

(۵) موت سب کو آنی ہے، اس کا دھیان ہر وقت رہنا چاہئے، آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ مرنے کے بعد اس کے جنازہ میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں، آپ کو بھی اسکی خواہش ہوگی تو آپ دوسروں کے جنازہ میں شریک ہونے کا خود بھی اہتمام کریں، اس سے جہاں مردہ کو آپ کی نماز اور دعا سے فائدہ ہوتا ہے، مردہ کے گھر والوں کا بھی غم ہلکا ہوتا ہے، اور آپ کا فائدہ یہ ہے کہ موت کا تصور ہر وقت تازہ رہتا ہے اور آدمی فکر آخرت میں لگتا ہے۔

(۶) ناگوار باتیں اپنے لئے کوئی نہیں پسند کرتا تو آپ کو چاہئے کہ دوسروں کیلئے بھی اسکو ناپسند کریں، حدیث شریف کے آخری حصہ میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے، جو آپ اپنے لئے پسند کریں وہی اپنے مسلمان بھائی کیلئے پسند کریں، اور جو اپنے لئے ناپسند کریں اپنے بھائی کیلئے بھی اسے ناپسند کریں۔

اسلام کی یہ وہ تعلیم ہے کہ اگر انسان حدیث کے صرف اس آخری حصہ کو گرہ سے باندھ لے اور اس پر عمل کرے، تو اسلام کا معاشرہ قابلِ رشک ہو جائے۔ اور مسلمانوں کی زندگی دوسروں کیلئے نمونہ بن جائے۔ آپس کے سارے اختلاف اور جھگڑے ختم ہو جائیں حسد جلن کڑھن سے آدمی نجات پا جائے اور کوئی دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرے، غیبت چغلی سے بچے۔

ایک حدیث میں اس بات کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے تاکیدی انداز میں فرمایا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے: خدا کی قسم تم میں کا کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا عبدالرحمٰن مقیم جدہ

پانی پینے کا ادب

اَلسُّوَال :۔ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک سانس میں پانی پیتے ہوئے سیراب نہیں ہوتا ؟

الجواب :۔ قَالَ فَاَبِنِ الْقِدْحَ عَنْ فِيْكَ ثُمَّ تَنَفَّسَ ۔

فرمایا تو پھر پیالے کو اپنے منہ سے دور کرو اور سانس لو۔

اَلسُّوَالُ ۔ عرض کیا کبھی پانی میں کچرے کی قسم سے تنکہ وغیرہ پاتا ہوں ؟

الجواب ۔ قَالَ فَاَهْرِقْهَا (موطا مالک، ترمذی)

فرمایا اس تنکے کو بہادو ۔

تشریح :۔ سوال کرنے والے صاحب پانی پیتے وقت پیالے میں بار بار سانس لیا کرتے تھے ۔ جیسا کہ بعض نادان لوگ کیا کرتے ہیں ۔ ان صاحب کا یہ کہنا تھا کہ میں ایک سانس میں پانی پینے سے سیرابی نہیں پاتا ، اس لئے پیالہ منہ سے مسلسل لگائے رکھتا ہوں ۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں ہدایت فرمائی جب ایسی صورت ہو تو سانس لیتے اور چھوڑتے وقت پیالہ اپنے منہ سے جدا کر دیا کرو ، پانی پینے کی یہی سنت ہے کہ پیالے میں سانس لینا اور چھوڑنا نہ چاہیے ۔

اسی طرح ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آپ نے پانی میں پھونکنے سے منع کیا ہے ۔

یہ اسلامی تہذیب و تمدن کے طور طریقے ہیں ۔ جن کو مسلمانوں کے لئے پسند کیا گیا ہے ۔

بِتْعٌ (شراب کی ایک قسم)

السُّوَالُ ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملک یمن کی اُن دو شراب کے بارے میں فتویٰ عنایت فرمائیے جس کو ہم وہاں بنایا کرتے تھے ۔

اوّل البِتْعُ ۔ جو شہد سے بنائی جاتی ہے ۔

دوم المِزْرُ ۔ جو گیہوں اور جو سے بنائی جاتی ہے ۔

الجَوَابُ ۔ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (بخاری و مسلم)

فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے ۔

تشریح :۔ زمانۂ جاہلیت میں شراب کا استعمال ضروریات زندگی میں شمار کیا جاتا تھا، شراب کی سینکڑوں اقسام تھیں اور ہر قسم کا جُدا جُدا نام تھا ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ملک یمن کے باشندے تھے مسلمان ہونے کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے وہاں کی دو مشہور شراب کے بارے میں دریافت کیا جو حلال چیزوں (شہد اور گیہوں) سے بنائی جاتی تھیں ، آپ نے ایک اصولی جواب عنایت فرمایا جو ہر قسم کی شراب کے لئے معیار ثابت ہوتا ہے ، شراب کسی بھی چیز سے بنائی جائے اگر وہ نشہ پیدا کرنے والی ہو تو حرام ہے ۔

قرآن حکیم نے خمر کو حرام قرار دیا ہے اور خمر ہر اس شراب کو کہا جاتا ہے جو نشہ پیدا کرتی ہے ۔

ملحوظہ :۔ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ نشہ حرام ہے لہذا اگر شراب کی قلیل مقدار پی لی جائے جس سے نشہ پیدا نہ ہو تو جائز ہے ۔

یہ فکر اُن کے علم و عقل کا افلاس ہے ، شریعت نے نشہ نہیں بلکہ نشہ والی چیز کو حرام کیا ہے لہذا نشہ والی چیز کا ایک قطرہ بھی حرام ہو گا ، قلیل مقدار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دارقطنی کی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں ۔

محمد اجمل مفتاحی

إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ عَنْ قَلِيلِ مَا أَسْكَرَ وَكَثِيرِهِ۔
اللہ تعالیٰ نے نشہ والی ہر چیز کی قلیل وکثیر مقدار کو حرام ہے۔

طِينَةُ الخَبَالِ

اَلسُّوَال :۔ ایک یمنی شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی ملکی شراب ،، اَلْمِزْر،، کے بارے میں دریافت کیا ؟

الجواب ۔ قَالَ أَمُسْكِرٌ هُوَ ؟ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَإِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ ۔
قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ ؟
قَالَ عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ قَالَ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ (مسند احمد)

فرمایا کیا وہ نشہ والی ہے ؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم)
آپ نے ارشاد فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جو شخص نشہ والی چیز پیے گا اس کو (جہنم میں) طینۃ الخبال پلایا جائے گا ۔
صحابہ نے عرض کیا طینۃ الخبال کیا چیز ہے ؟
فرمایا دوزخیوں کا پسینہ اور خون پیپ
نَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ

شراب برائے دوا

اَلسُّوَال :۔ حضرت طارق بن سعیدؓ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مرض کی دوا کے لئے شراب بناتا ہوں (یعنی بطور دوا اس کا استعمال کیا جاتا ہے)

الجواب ۔ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ (مسند احمد)
فرمایا شراب دوا نہیں دار (بیماری) ہے

تشریح :- حرام چیزوں کا جیسے استعمال حرام ہے ایسے ہی ان کا بنانا تیار کرنا بھی حرام ہے ۔

شراب چونکہ خالص حرام شئے ہے اس لیے اس کا تیار کرنا بھی حرام ہوگا خواہ کسی مقصد کے لئے کیوں نہ ہو البتہ جو چیزیں فی نفسہ حرام نہیں بلکہ ان کا استعمال حلال اور حرام دونوں میں کیا جاتا ہے ایسی چیزوں کا بنانا اور تیار کرنا جائز ہوگا جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، کیسٹ ، جنگی آلات وغیرہ ۔

ان اشیاء کو خیر و شر دونوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے اس لئے ایسی چیزوں کا تیار کرنا ممنوع نہ ہوگا ، استعمال کرنے والے کے عمل پر حکم لگایا جائے گا ۔

مذکورہ سوال میں آپ سے یہی بات دریافت کی گئی تو فرمایا کہ شراب دوا نہیں ہے مرض و بیماری ہے ۔

یعنی ممنوع چیز ہے ۔ ارشاد کا ایک مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ شراب سے شفاء نہیں ہوتی بلکہ مرض میں اضافہ ہوتا ہے ۔

احادیث میں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان میں شفاء اٹھالی گئی ہے ۔

گناہ کی تلافی

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے کیا مجھے توبہ کرنے کا حق ہے ؟

فرمایا کیا تمہاری ماں موجود ہے ؟ کہا نہیں (وفات پا چکی ہے) فرمایا ۔ کیا تمہاری خالہ ہے ؟ کہا ہاں موجود ہے ۔

فرمایا ان پر احسان و نیکی کرو ۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری

ایک نئی بدعت
نماز جمعہ کے بعد اجتماعی صلوۃ وسلام

بعض جگہ مسجد میں نماز کے بعد خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد قیام کر کے لوگ اجتماعی طور پر ایک خاص طرز سے جھوم جھوم کر زور زور سے التزاماً درود وسلام پڑھتے ہیں اور اس طریقہ کو ۔ اہل سنت (سنی) ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے جو لوگ ان کے ساتھ اس فعل میں شرکت نہیں کرتے ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہتے ہیں، بدعقیدہ سمجھتے ہیں، درود اور معاذاللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور گستاخ کہتے ہیں اور بعض متشدد تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ بھی لگا دیتے ہیں۔

انا للہ ۔ معاذاللہ

یقیناً درود وسلام بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور بہت عظیم عمل ہے۔ قرآن مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان کئے گئے ہیں، اس عظیم عبادت کے لئے بھی دیگر عبادات کے مانند کچھ اصول اور آداب ہیں ان کی رعایت کرنا اور ان کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے اور ان کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور اپنے من گھڑت اور خود ساختہ طریقے کے مطابق عمل کرنا بجائے ثواب کے گناہ اور بجائے قرب کے بُعد کا سبب بن سکتا ہے۔

غور کیجئے! اگر کوئی شخص نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ کے بجائے درود شریف سے

کرے، سورہ فاتحہ کی جگہ درود پاک پڑھے، سورہ ملانے کے بجائے درود شریف پڑھتا رہے تکبیرات انتقالات کے موقعہ پر درود پاک کا ورد کرتا رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی درود پڑھتا رہے، تشہد چھوڑ کر درود پاک کا شغل رکھے تو آپ خود بتلائیے کہ ان مقامات پر درود پاک پڑھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے صحیح طریقہ کہا جا سکتا ہے؟ نماز صحیح ہو جائیگی؟ اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے موقعہ اور بے محل درود شریف پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

صلوٰۃ وسلام انفرادی طور پر (تنہا تنہا) پڑھا جاتا ہے، صلوٰۃ وسلام کے لئے اجتماع، اہتمام اور التزام ثابت نہیں ہے، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین تبع تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین اولیاء عظام، مشائخ کرام، حضرت غوث الاعظم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ سے نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر کھڑے ہو کر زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ایک نمونہ اور ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ طریقہ یقیناً بدعت ہے، اسے ایجاد کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس پر اصرار کرنے والے اور اسے دین سمجھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق ہیں۔ اور بدعت کے سلسلہ میں جو وعیدیں ہیں آپ اسے تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری

مُصافحہ بعد نماز

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ترمذی شریف ص۹۷ ج۲)

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

مجالس الابرار میں ہے: واما المصافحۃ فسنۃ عند التلاقی اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ص۲۹۲ مجلس ۵۴)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر، نماز عصر، نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فان محل المصافحة المشروعة
اول الملاقات وقد يكون
جماعة يتلاقون من غير مصافحة
ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة
العلم وغيره مدة مديدة، ثم
اذا صلوا يتصافحون فاين هذا
من السنة المشروعة ولهذا
صرح بعض علمائنا بانها مكروهة
حينئذٍ وانها من البدع المذمومة
(مرقاة شرح مشکوٰۃ ص۵۵ ج۴)

بیشک مشروع مصافحہ کا محل شروع
ملاقات کا موقع ہے بعض لوگ ایسا
کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے
اور دیر تک اِدھر اُدھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں
کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ
لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ
کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض علماء
نے تصراحۃً لکھدیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ
ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط
انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء
الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صافحوا
بعد اداء الصلوٰۃ ولانہا من سنن
الروافض اھ ثم نقل عن ابن حجر
من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروہۃ
لا اصل لہا فی الشرع وانہ ینبہ
فاعلہا اولاً ویعزر ثانیا ثم قال
وقال ابن الحاج من المالکیۃ
فی المدخل انہا من البدع

نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسلئے
کہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے
اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا
طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ قابل
کراہت بدعت ہے شریعت محمدی میں
اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنیوالے
کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کردی جائے۔
(نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اسے سزا
دی جائے اور ابن الحاج مالکی رح "مدخل"
میں تحریر فرماتے ہیں، یہ بھی ایک بدعت
ہے، شریعت میں مصافحہ کا وقت وہ بتایا

وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخیه لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشارع بعضها فینهی عن ذلک ویزجر فاعلها لما اتی به من خلاف السنة

(شامی ص۳۳۶ ج۵)

گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے موقعہ پر مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے۔ اور خلاف سنت مصافحہ کرنے والے کو سختی سے منع کیا جائے۔

مجالس الابرار ص۲۹۸ مجلس ۵۰ میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

بہرحال اصل مسئلہ یہی ہے، البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں مزاج بگڑ چکے ہیں، بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ لہذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی صورت پیدا نہ کرنا چاہئے کہ اسے بدگمانی، شکایت اور رنج ہو۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۵۷۵ ج۴ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص۳۲۰ ص۳۲۱ ص۳۲۲ ج۲)

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل و عیال متعلقین احباب اور پوری امت کو سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور طریقہ سلف صالحین پر عمل کرنے اور بدعات سے بالکلیہ بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دین و ایمان پر استقامت ایمان و سنت پر موت نصیب فرمائے، اپنی رضامندی عطا فرمائے۔ آمین

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

محمد ابوبکر غازی پوری

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب
سبیل الرسول پر ایک نظر

(قسط اوّل)

زمزم کے قارئین نے حقیقۃ الفقہ پر ایک نظر والا مضمون زمزم کے ابتدائی تین شماروں میں پڑھا ہوگا۔ حقیقۃ الفقہ مولانا محمد یوسف جے پوری غیر مقلد عالم کی کتاب ہے، میرے اس مضمون سے معلوم ہوا ہوگا کہ غیر مقلدین علماء کی قابلیت جو آسمان کو چھونے والی ہوتی ہے اس کی کیا حقیقت ہے، اور یہ مجتہدین علم و عقل، دین و دیانت کی کس بلندی پر ہیں۔

اس وقت میرے ہاتھ میں ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب کی دو کتابیں ہیں، ایک کا نام صلوٰۃ الرسول ہے اور دوسری کا نام سبیل الرسول ہے، اس فرصت میں سبیل الرسول کا تھوڑا سا تعارف کرانا مقصود ہے۔

مولانا حکیم محمد صادق صاحب کون بزرگ ہیں؟ بقول مجلہ تنظیم اہلحدیث لاہور:

"مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی اہل علم حلقوں میں عموماً اور اہل قلم حلقوں میں خصوصاً اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص متعارف

شخصیت ہیں ۔ (سبیل الرسول ص۱۵)

اور حکیم صاحب موصوف کی کتاب سبیل الرسول کی غیر مقلدین حلقوں میں اہمیت کیا ہے ؟ بقول صحیفہ اہلحدیث کراچی :

سبیل الرسول . . . . . وہ معرکۃ الآرا، بصیرت افروز اور مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں آیات و احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ... (ص۲۰ ایضاً)

کتاب اس لائق ہے کہ ہر اہل سنت، اہلحدیث کے گھر میں موجود ہو۔

(ص۲۱، ایضاً)

سبیل الرسول کی اٹھان

حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی یہ کتاب جس کا ہر اہلسنت اہل حدیث کے گھر میں موجود ہونا ضروری ہے ، ماشاء اللہ اس کتاب کی اٹھان یہ ہے ، حکیم صاحب موصوف حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں :

"جب ہمارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے جھانسے میں آکر شجر ممنوعہ کھا لیا۔" ص۲۶

جن کو اس کی لیاقت نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اردو میں کون سا پیرایہ بیان مناسب ہے اور کون سا نہیں ، ان کو سبیل الرسول بتلانے کا ذوق پیدا ہوا ہے ، ناظرین خط کشیدہ عبارت میں غور کریں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے کتنا کریہہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔

اس ابتدائی اٹھان ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں کیا کچھ نہ ہوگا اور حکیم صاحب نے اپنی قابلیت کے کیسے کیسے گل بوٹے کھلائے ہوں گے ۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں :

ومن اتبعنی اور جس نے تابعداری کی میری، یعنی جس نے میری متابعت کی جو میری راہ پر چلا وہ بھی بصیرت پر ہے، نور ہدایت پر ہے، میرے قدم پر قدم رکھنے والے کی دل آنکھیں روشن ہیں، معلوم ہوا کہ حضور کے صحابہ کے سینے آپ کی پیروی کے سبب روشن تھے، ہدایت کے نور سے معمور تھے اور اسی طرح حضور کے ہر تابعدار، سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے، (ص۳۲)

اس عبارت میں غور کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ حکیم صاحب کو اعتراف ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت کے دل روشن تھے، وہ بصیرت پر تھے، آنحضور کے سچے متبع تھے، ان کا قدم آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش پا پر تھا، ان کا ہر فرد ہدایت یافتہ تھا، ان کا دل قرآنی نور سے معمور تھا، غرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، آنحضور کی اتباع کے سچے وکامل نمونہ تھے۔

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ

صحابہ کرام کے بارے میں حکیم صادق صاحب کا یہ بصیرت افروز بیان ہے، مگر یہ صرف زبانی قوالی ہے، اور غیر مقلدوں کی منافقت کا بد ترین اظہار ہے، اس لئے کہ غیر مقلدوں کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نہ ان کا قول حجت ہے اور نہ ان کا فعل قابل اتباع ہے، ان کے تمام بڑوں نے اس کا بار بار اعلان کیا ہے، نواب بھوپالی صاحب فرماتے ہیں :

وقول الصحابی لا تقوم به حجة ۔ یعنی صحابی کے قول سے حجت قائم نہیں ہوتی ہے ۔ (الروضۃ الندیہ ج۱ ص۱۴۱)

وفهم الصحابی لیس بحجة (ایضا ۱۵۴) یعنی صحابی کا فہم حجت نہیں ہے

اور میاں صاحب شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں :

مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۹۴)

اور نواب صاحب التاج المکلل میں فرماتے ہیں :

و فعل الصحابی لا یصلح حجۃ (ص۲۹۲) یعنی صحابی کا فعل دلیل بننے کے لائق نہیں ہوتا ۔

ایک غیر مقلد صاحب جو اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ متبع سنت عاشق رسول اور عالم قرآن و حدیث ہونے کا زعم رکھتے ہیں، حضرت فاروق اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں :

مگر چونکہ موصوف کا یہ فرمان کتاب و سنت کے ظاہری نصوص کے مطابق ہونے کے بجائے مخالف ہے اس لئے تمام فقہی مذاہب والوں نے نیز جملہ اہل علم نے حضرت عمر کے اس قول کو نہ سنت قرار دیا اور نہ صحیح و درست مانا، بلکہ سبھی نے اسے کتاب و سنت کے صریح و ظاہری نصوص کے خلاف پاکر رد کر دیا ۔ (تنویر الآفاق ص۵۲)

(۱) یہ ہے غیر مقلدین کا صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں نقطۂ نظر و عقیدہ مگر جہاں صرف قوالی گانی ہوگی وہاں مولانا حکیم صادق جیسے لوگ عوام کو فریب میں مبتلا کرنے کے لئے فرمائیں گے :

---

(۱) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ اور مذہب معلوم کرنے کے لئے میری کتاب مسائل غیر مقلدین، کا مقدمہ اور میرا مضمون "صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر" شائع شدہ زمزم شمارہ ۱۰ جلد ۱ ملاحظہ کیا جائے

صحابہ کے سینے آپؐ کی پیروی کے سبب روشن تھے، ہدایت کے نور سے معمور تھے۔

غیر مقلدین صحابہ کرام کے بارے میں جب شیعوں کا عقیدہ رکھتے ہیں اور شیعوں والی زبان استعمال کرتے ہیں تو حسب ضرورت و موقع شیعوں والا تقیہ بھی اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

مذکورہ کلام میں حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں:

" اسی طرح حضور کے ہر تابعدار سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے "

ذرا غیر مقلدین سے آپ پوچھیں یہ آنحضور کا ہر تابعدار سچا متبع کون ہے ؟ صحابہ کرام کے بارے میں تمہارا عقیدہ معلوم ہو چکا ہے، اس لئے ان کا سچا متبع ہونا تو ثابت نہیں ہو سکتا، ائمہ دین اگر سچے متبع ہوتے تو ان کی تقلید و اتباع سے غیر مقلدین کو گریز کیوں ہوتا، تو پھر آنحضور کے سچے متبع غیر مقلدین ہی ہوں گے، اور دینی بصیرت و قرآنی نور ان ہی کا موروثی حصہ ہو گا، جی، صحابہ کرام اور ائمہ دین تو نہ لائق اتباع ہیں اور نہ ان کا قول، فعل اور فہم حجت ہے، اور نہ ان کے قلوب قرآنی نور سے بھرے ہیں، اور میاں جی کی کھیتی سے اُگی ہوئی دور برطانیہ کی جماعت غیر مقلدین ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ آنحضور کی سچی تابعدار اور سچی متبع اور قرآن و حدیث کے نور سے بھری جماعت ہے، اور ان کی راہ جو چلے وہی حق پر ہے، چہ خوب!

رہِ حیات میں جو خود بھٹک رہے ہیں ہنوز
بزعم خویش وہ اٹھے ہیں رہبری کے لئے

جنازہ میں سورۃ پڑھنی فرض ہے،

ائمہ دین کے بارے میں جو میں نے عرض کیا ہے کہ غیر مقلدین ان کو آنحضور کا

متبع وتابعدار نہیں مانتے یہ اپنی طرف سے گڑھ کر کوئی بات نہیں کہی گئی ہے، بلکہ یہی مولانا صادق سیالکوٹی بھی فرماتے ہیں، حکیم صادق صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"حضورؐ نے حدیث شریف میں فرمایا ہے بغیر الحمد شریف کے (کوئی) نماز نہیں ہوتی، پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اماموں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہوا ہے اور انکی تقلید میں عوام فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا بھول چکے ہیں" (ص۴۱)

حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کا جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا مذہب

حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور قرأت قرآن درست نہیں ہے، لیکن بطور دعا کے پڑھنا جائز ہے، حکیم صادق صاحب کے اندر اگر صداقت ہوتی تو عوام کے سامنے صحیح مسئلہ رکھتے بطلق یہ کہنا کہ اماموں نے سورہ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے، کس قدر غلط بات ہے۔

صلوٰۃ جنازہ کا مقصود میت کے لئے دعا ہے۔

نماز جنازہ کو پنجوقتہ نماز جیسی نماز سمجھنا اور جو احادیث پنجوقتہ والی نماز کے بارے میں ہے ان کو نماز جنازہ پر فٹ کرنا مولانا صادق اور ان جیسے دوسرے غیر مقلدین کی قابلیت اور دین فہمی و مسائل شرعیہ سے واقفیت کی انتہا ہے ان کو یہی پتہ نہیں ہے، صلوٰۃ جنازہ کا مقصود کیا ہے، ابن قیم فرماتے ہیں:

ومقصود الصلوٰۃ علی الجنازۃ	یعنی نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا
هو الدعاء للميت، لذلك حفظ	کرنا ہے، اس وجہ سے جتنی دعائیں
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضورؐ سے محفوظ و منقول ہیں درود اور

ونقل عنه مالم ينقل من قراءة الفاتحة والصلوٰة عليه۔	سورہ فاتحہ کا پڑھنا اتنا منقول نہیں ہے۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰۵)

ابن قیم کے اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کا معاملہ پنجوقتہ نماز کا نہیں ہے، اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اگر کبھی پڑھی بھی ہے تو بطور قرأت قرآن کے نہیں بلکہ بطور دعا کے پڑھی ہے اور نماز جنازہ میں اس طرح سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا کوئی منکر نہیں، اپنی کھوپڑی تو خود الٹی ہے اور طعنہ دیں گے ان لوگوں کو جو ائمہ کے مقلدین ہیں۔

اگر نماز جنازہ حقیقی عبادت والی پنجوقتہ جیسی نماز ہے تو پھر کم ازکم جو نماز جنازہ پڑھائے اس کو تو سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ بھی ملانا چاہئے کیا بلا سورہ ملائے نماز صحیح و درست ہوتی ہے؟

غیر مقلدین سے یہ بھی سوال کرنا چاہئے کہ کیا صلوٰۃ جنازہ وہی نماز ہے جو ہر بالغ مرد و عورت پر فرض ہے اور جس کو الصلوٰۃ عماد الدین کہا گیا ہے۔ یعنی نماز دین کا ستون ہے، اور جس کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ جو نماز کو چھوڑتا ہے وہ دین کو ڈھا دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ نماز کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر صلوٰۃ جنازہ کے سلسلہ میں لاصلوٰۃ والی حدیث سے استدلال کرنا قابلیت ہے یا حماقت، علمیت ہے یا جہالت؟

جہالت کے باوصف جو دعویٰ اجتہاد کرتا ہے اور خواہ مخواہ علمی میدان میں کود پڑنے کا شوق دکھلاتا ہے اس کے بارے میں اظہار افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

صادق صاحب نے یہاں حصن حصین اور ابن ماجہ سے دو روایتیں بھی نقل کی ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، اولاً تو اس کا منکر ہی کون ہے، سب کے نزدیک سورہ فاتحہ بطور دعا جائز ہے۔

بلکہ قرآن کے کسی اور حصہ کو بھی دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو پڑھے، اس لئے کہ صلوٰۃ جنازہ کا مقصود ہی میت کے لیے دعا کرنا ہے۔

غیر مقلدین دورنگی فطرت کے مالک ہیں

دوسری بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین عجیب دورنگی فطرت کے مالک ہیں، جب دوسرا کوئی اپنے مذہب کو بتلانے کے لئے حدیث پیش کرتا ہے تو فوراً اس کی تحقیق میں لگ جاتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، ضعیف حدیث ہو تو فوراً اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر جب اپنی باری ہوتی ہے تو ان کے حرم میں ہر طرح کی گنجائش ہو جاتی ہے۔ ضعیف حدیث سے بھی بلا تکلف استدلال کریں گے، اور ایمانداری یہ برتیں گے کہ ہرگز نہیں بتلائیں گے کہ جس حدیث سے وہ استدلال کر رہے ہیں اس کا درجہ کیا ہے، ضعیف ہے یا صحیح، قابلِ استدلال ہے بھی یا نہیں؟ کھوٹا سکہ بھی ان کی فیکٹری میں جا کر رائج الوقت بن جاتا ہے، کھوٹے کو چلتا ہوا بنانے کا گر غیر مقلدوں کو خوب آتا ہے۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ان دو روایتوں کے بارے میں بلکہ ان جیسی تمام روایتوں کے بارے میں ابن قیم فرماتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امران یقرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب و لایصح اسنادہ۔ (ایضا ص۲۰۴)	یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا امر فرمایا، (لیکن) اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

اور مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے نہایت ایمانداری سے انھیں روایتوں سے استدلال کیا ہے جن کی سند صحیح نہیں ہے۔

سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں غیر مقلدین کے نزدیک اسی طرح سے پڑھنا

ضروری اور فرض ہے جس طرح فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان غیر مقلدوں کے نزدیک فرض اور ضروری ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مرحوم سیالکوٹی نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب و فرض کو بتلانے کے لئے بخاری و مسلم کی وہی حدیث پیش کی ہے جس کو غیر مقلدین فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ کو بتلانے کے لئے پیش کرتے ہیں، مرحوم سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"سورہ فاتحہ کے پڑھے بغیر نہ فرض نماز ہوتی ہے اور نہ جنازہ وغیرہ ہر نماز میں ضرور فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ (خلاصہ کلام صفحہ ۴۸)

جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں ابن تیمیہ وابن قیم کا مذہب

یہ تو غیر مقلدوں کا مذہب ہے اور ابن قیم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کیا فرماتے ہیں وہ بھی سن لیں۔

قال شیخنا لاتجب قرأة الفاتحة فی صلوٰة الجنازة (ص ۵۰۰ ایضاً)

یعنی ابن قیم فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

جیساکہ میں نے عرض کیا کہ بطور دعا کہ فاتحہ کا پڑھنا سب کے یہاں جائز ہے بلکہ بعض صحابہ کرام کا یہ معمول منقول بھی ہے اس وجہ سے اس کو سنت بھی کہا جا سکتا ہے۔

مولانا صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"برادران اسلام دیکھا آپ نے حضورؐ نے جنازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی صحابہؓ نے پڑھی لیکن ہم نے چھوڑ رکھی ہے، صفحہ ۴۹

صادق صاحب نے یہاں صداقت سے کام نہیں لیا، پہلے وہ یہ بتلائیں کہ آنحضورؐ کا سورہ فاتحہ پڑھنا بطور دعا کے تھا یا بطور قرآن کی تلاوت کے، اگر تلاوت کے طور پر تھا اور واجب تھا تو پھر ابن قیمؒ ابن تیمیہ کیوں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا

پڑھنا ضروری نہیں ہے اور ابن قیم کیوں یہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اتنا منقول نہیں ہے۔ جتنا دعا کا پڑھنا منقول ہے۔

اور اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور دعا کے تھا اور درجہ وجوب میں نہیں تھا جیسا کہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں تو اس کا کون منکر ہے، اس طرح سورہ فاتحہ کا پڑھنا سب کے نزدیک جائز ہے۔

صحابہ کرام میں سے جن چند ایک سے جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہے وہ بطور سنت ہے۔

مولانا صادق نے اپنی اس عبارت میں ایک اور گھپلا کیا ہے۔ وہ گھپلا یہ ہے کہ صحابہ کرام کا ذکر اس جگہ انھوں نے اس طرح کیا ہے کہ گویا تمام صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا، اور تمام صحابہ کرام نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، حالانکہ اس طرح کی بات سراسر کذب ہے، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل چند ہی ایک صحابہ تھے، اکثر صحابہ کرام کا یہ مذہب نہیں تھا، اور جو سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے قائل تھے ان کے نزدیک بھی اس کا پڑھنا واجب اور ضروری نہیں تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ درجہ اس کا سنت کا تھا۔

ابن قیم فرماتے ہیں :

> "ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے نماز جنازہ پڑھائی، تو انھوں نے تکبیر اولیٰ کے بعد زور سے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ تم لوگ جانو کہ یہ سنت ہے اور اسی طرح ابوامامہ بن سہل کا قول ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔" (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں جن بزرگوں نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز بھی رکھا تھا تو وہ خود تصریح فرمارہے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کا درجہ سنت کا ہے۔ لیکن آغوشِ نبوت کے پروردہ ان صحابہ کرام کے قول وفعل کے خلاف غیر مقلدوں نے اپنا

مذہب جماہیر مسلمین کی دشمنی میں یہ بنایا ہے کہ جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے ۔ رسول اکرم اور صحابہ کرام کی اس مسئلہ میں صریح مخالفت کے باوجود حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد عالم کو شوق ہوا تھا کہ وہ سبیل الرسول کتاب لکھیں اور لوگوں کو رسول کے طریقہ پر چلائیں ائمہ دین اور ان کے مقلدین کے خلاف زبان درازی کرنے والے سبیل الرسول پر امت کو چلائیں گے ۔

مولانا صادق نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا

مولانا صادق غیر مقلدین کو للکارتے ہوئے پکارتے ہیں :

" حضور کی حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں ضرور سورہ فاتحہ پڑھو، صـ۲۹

صادق سیالکوٹی صاحب پہلے آپ یہ تو فرمائیں جس کو آپ حضور کی حدیث کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے کہ ضعیف اگر ضعیف ہو تو کیا آپ اسی ضعیف حدیث سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا فرض ہونا ثابت کریں گے ؟ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو براہِ کرم اس کی سند ذکر کیجیے اور سند کی تحقیق کر کے اس کی صحت ثابت کیجیے ، یقین جانیے کہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے ، اور چونکہ خود آپ کو بھی اس حدیث کی حقیقت معلوم ہے اس وجہ سے آپ نے اپنی ذکر کردہ دونوں حدیثوں کو بلا سند ہی ذکر کیا ہے ۔

مولانا صادق سیالکوٹی نے یہاں دو حدیثیں ذکر کی ہیں ، ایک تو حصن حصین سے ہے مگر نہ اس میں سند کا ذکر ہے ، اور نہ اس کا ذکر ہے کہ وہ کس صحابی سے ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعۃً وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی بات ہے ، چونکہ وہ کلام بالکل مجہول قسم کا ہے اس لئے اس سے تو صرف نظر کرتا ہوں ، البتہ جو دوسری حدیث حضرت ابن عباس رض کی روایت سے ہے اس پر تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے ، تاکہ مولانا سیالکوٹی کی دیانت اور حدیث رسول کے باب میں قارئین ان کی جرأت سے واقف ہوتے رہیں ۔

حضرت ابن عباس والی حدیث یہ ہے :

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب ۔

اس کا ترجمہ مولانا سیالکوٹی نے جو کیا ہے وہ یہ ہے :

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جنازے کی نماز میں (تکبیر اولیٰ کے بعد) سورہ فاتحہ پڑھی ۔

مولانا نے بریکٹ کی عبارت اپنی طرف سے بڑھا کر کے حدیث کے وسیع مفہوم کو تنگ کر دیا ہے اور جو منشا رسول تھا اس کو بالکل الٹ دیا ہے ، حدیث کا لفظی ترجمہ یہ ہے :

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی ۔

حدیث کے اس ترجمہ میں آپ غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس حدیث میں (اگر اس کو قابل استدلال بھی بفرض محال مان لیا جائے[1]) تو سورہ فاتحہ پڑھنے کی جگہ کا تعین نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی متعین جگہ پر نہیں ہوگا بلکہ پہلی اور چوتھی تکبیر کے بیچ ہر جگہ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہوگا ۔ چاہے اول کے بعد یا دوم یا سوم کے بعد ، مگر مولانا صادق سیالکوٹی جو "سبیل الرسول" سے لوگوں کو واقف کرانے کا من بنائے ہوئے ہیں وہ بریکٹ میں اپنی طرف سے ایسی بات بڑھا دیتے ہیں کہ جس کا حدیث رسول میں دور دور تک کہیں اشارہ نہیں ، حدیث رسول کے ساتھ غیر مقلدین کی اس قسم کی حرکت نہایت تعجب خیز ہے ، جبکہ ان کا مسلک و عقیدہ بھی یہی ہے کہ نصوص کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے ۔

---

(۱) یہ حدیث سخت قسم کی ضعیف ہے ، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسکی سند قوی نہیں ہے ، اس کا ایک راوی ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الواسطی منکر الحدیث ہے ، ابن حجر اسکو متروک الحدیث کہتے ہیں ۔

صادق صاحب نے جنازہ کے مسئلہ میں بخاری شریف کی حدیث کو نظر انداز کر دیا، اس کا راز

بات طویل ہوتی جا رہی ہے، مگر ناظرین سے ایک بات کہے بغیر آگے بڑھا بھی نہیں جاتا، وہ ذرا دلچسپ ہے اور سننے کی ہے۔

مولانا سیالکوٹی نے اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے ضعیف حدیثوں سے استدلال کرنے کو پسند کیا ہے، مگر بخاری شریف کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا، حالانکہ بخاری میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ بخاری نے باب باندھا ہے - باب قرأة فاتحة الكتاب على الجنازة، یعنی اس کا بیان کہ جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنا ہے، اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال، صليت خلف ابن عباس رضي الله عنهما على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وقال: لتعلموا انها سنة -

یعنی حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ ایسا اسلئے کیا ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ سنت ہے۔

مولانا صادق نے بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے کیوں صرف نظر کیا؟ شاید ناظرین کا ذہن وہاں تک نہ پہنچ پائے، اس لئے اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا ہمارے لئے ضروری ہوا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فاتحہ کی قرأت زور سے کی تھی، چنانچہ ابن قیم تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا یہ پڑھنا زور سے تھا اور غیر مقلدین کی اکثریت اس کی قائل نہیں ہے اور صادق صاحب کا بھی غالباً یہی مذہب ہے جبھی انھوں نے اس جگہ اس کا ذکر نہیں کیا کہ سورہ فاتحہ زور سے پڑھی جائے

یا آہستہ کے مسئلہ کو گول مول رکھا ہے، تو یہ حدیث ان کی منشاء کے خلاف تھی، اس لئے حکیم صاحب نے بخاری کی اس صحیح حدیث سے آنکھ پھیر لی اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنے کو غنیمت شمار کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابہ کرام نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے وہ اس کو سنت سمجھتے تھے، فرض اور واجب کے وہ قائل نہیں تھے، جب کہ صحابہ کرام کے مسلک و مذہب کے خلاف غیر مقلدین نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض اور واجب جانتے ہیں بلکہ اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو اس نماز جنازہ کو وہ باطل قرار دیتے ہیں، فتاویٰ علمائے اہلحدیث میں ہے:

اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی،

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

اور یہی بات نواب صاحب بھوپالی بھی بدار الاھلۃ میں فرماتے ہیں (دیکھو جلد اول ص ۹۲)

اور تیسری وجہ بخاری کی اس صحیح حدیث سے آنکھ بند کر لینے کی بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ موصوف حکیم صاحب اس کتاب میں سبیل الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین میں راستہ اور طریقہ کیا تھا یہ بتلانا چاہتے ہیں، اور صحابہ کرام کا راستہ ان غیر مقلدین کے یہاں سبیل الرسول سے جدا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کا قول، فعل فہم سب ناقابل اعتبار ہیں۔ اور بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور ہے، غیر مقلدوں کو صحابہ کرام کے فعل سے استدلال کرنا گوارا نہیں کہ اس سے ان کا یہ اصول مجروح ہوتا ہے کہ صحابی کا قول حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے آنکھ پھیر لینے کی چوتھی اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں تقلید حرام ہے۔ نہ صحابی کی تقلید جائز نہ اماموں کی تقلید جائز، اگر مولانا صادق بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے تو حضرت ابن عباس کی

تقلید لازم آتی ، اور قصر غیر مقلدیت دھڑام سے نیچے آجاتا ، پس حکیم صاحب نے عافیت اسی میں محسوس کی کہ اس مسئلہ میں ضعیف حدیث سے استدلال کرلو اور بخاری شریف کی صحیح حدیث کی طرف آنکھ اٹھا کر کے بھی مت دیکھو ، تاکہ قوالی

نبی کے ہوتے ہوئے گفتار مت دیکھ کسی کا قول و قرار

کا بھرم باقی رہے ۔

نماز جنازہ کے بارے میں صحابہ کرام کا عمل

ناظرین مولانا صادق سیالکوٹی کا مذہب آپ نے معلوم کرلیا یعنی ان کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور واجب ہے ، اور جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے وہ سبیل الرسول (رسول اللہ کے طریقہ) پر نہیں ہے ، غیر مقلدین جب ترنگ میں ہوتے ہیں تو وہ اسی قسم کی بڑ ہانکتے ہیں ، آئیے دیکھئے صحابہ کرام کا اس بارے میں کیا عمل تھا ۔

مؤطا امام مالک میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے ،

مغنی ابن قدامہ ص۴۸۵ ج۲ میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نماز جنازہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی ۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کا طریقہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں ، اور پھر یہ دعا پڑھتا ہوں ۔ اللّٰہم عبدك وابن عبدك الخ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں ثنا و درود

اور دعا پڑھتے تھے، ص ۹۵/ج ۳

ان صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت فضالہ بن عبیدہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت واثلہ وغیرہ صحابہ کرام سے بھی یہی بات منقول ہے کہ نماز جنازہ میں بطور قرأت کسی سورہ کا پڑھنا نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں تابعین کی ایک بڑی جماعت کا تذکرہ ہے جن کا مذہب یہ تھا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی حضرت امام مالک مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کے علماء و فقہاء کے بارے میں فرماتے ہیں، نماز جنازہ میں قرأت کرنا یہ اہل مدینہ کا معمول نہیں تھا، میں نے اپنے شہر والوں کو اسی مذہب پر پایا ہے۔ ص ۱۷۴/ج ۱

اور یہ بات تو بالکل یقینی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور فرض پڑھنا یہ تو کسی صحابی کا مذہب نہیں، نہ کسی تابعی سے یہ بات منقول ہے یہ غیر مقلدوں کا اپنا اجتہاد ہے۔ (بقیہ آئندہ)

نہ حمیت ہے، نہ جرأت ہے نہ احساس خودی — خود فروشی کی وبا عام ہوئی جاتی ہے

وہ صداقت جو تہ تیغ بھی سر خم نہ ہوئی — خود بخود لرزہ بر اندام ہوئی جاتی ہے

ہائے وہ جرأت ایماں کہ تھی سرمایۂ فخر — وقف پابوسی اصنام ہوئی جاتی ہے

عاشقی تھی جو کبھی نغمہ زنِ سازِ حیات — عقل کی بندۂ بے دام ہوئی جاتی ہے

قافلہ قوم کا پہونچا بھی نہیں منزل پر — ہمتیں ٹوٹ گئیں شام ہوئی جاتی ہے

(تاج الدین اشعرؔ)

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

از محمد ابوبکر غازی پوری

غیر مقلدین کے سوالوں کے جوابات

غیر مقلدین حضرات عوام اور ناواقفوں کو لا مذہبیت کے راستہ پر لگانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، انھیں میں سے ایک طریقہ ان کا یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ سوالات قائم کرتے ہیں اور ان کو کتابچہ کی شکل میں عوام میں پھیلا کر مقلدین سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا جواب دیا جائے، ان سوالات میں علم وعقل سے زیادہ عوام کے جذبات کو ابھارنے کی تکنیک استعمال کی جاتی ہے۔

میرے پاس مختلف جگہوں سے اس قسم کے رسالے و پمفلٹ آتے رہتے ہیں، ابھی ابھی بمبئی سے بھی ایک صاحب نے اسی قسم کا ایک پمفلٹ بھیجا ہے، میں نے ان سوالات کی لغویت کے پیش نظر ان کو ہمیشہ نظر انداز کیا، مگر غیر مقلدین کے بارے میں مجھے مسلسل یہ اطلاع مل رہی ہے کہ یہ اس قسم کی حرکت بڑے منصوبہ بند انداز میں کر رہے ہیں اور عوام مسلمانوں میں انتشار اور بےچینی کی فضا پیدا کر رہے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ایک دفعہ ان سوالات کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے۔

ابھی ابھی جو بمبئی سے کتابچہ شائع ہوا ہے اس کے بھیجنے والے نے جو بالیقین کوئی غیر مقلد ہی ہے میرے نام ایک خط بھی لکھا ہے اور مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان سوالات کا جواب دیا جائے۔ ان غیر مقلد صاحب نے یہ خط حنفی بن کر لکھا ہے، اس طرح کے بناوٹی حنفیوں

کے میرے پاس مسلسل خطوط آتے رہتے ہیں ۔

کتابچہ کا عنوان ہے "متلاشیان حق کی خدمت میں قابلِ توجہ چند سوالات :

ملت نگر اندھیری بمبئی میں کوئی مرکز الاحیاء للدعوۃ والارشاد غیر مقلدین کا ادارہ ہے اس نے اس کو شائع کرکے فتنہ وشر پھیلانے کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے ، یہ کتابچہ ۱۳ سوالات پر مشتمل ہے ، ان ۱۳ سوالات کا تفصیلی جواب دینا تو ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے اس لئے زمزم کے صفحات کی گنجائش کے بقدر ان کا مختصراً جواب دیا جائے گا ۔

سوال نمبر ۱ ۔ دین اسلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مکمل نازل ہوا یا ادھورا ؟

جواب نمبر ۱ ۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر دین تو مکمل نازل ہوا ، مگر شاید غیر مقلدین کا اس پر ایمان نہیں ہے ، ان کو یہ شک ہی ہے کہ دین ادھورا نازل ہوا یا مکمل ، ورنہ یہ سوال نہ کیا جاتا ،

سوال نمبر ۲ ۔ کیا سورہ المائدہ کی یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ دینِ اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان نہیں کر رہی ہے ۔

جواب نمبر ۲ ۔ اعلان تو کر رہی ہے مگر غیر مقلدین مانیں جب تو ؟ ان کو تو ابھی یہ شک ہی ہے کہ دین کامل ہے کہ ادھورا ہے ۔

سوال نمبر ۳ ۔ اگر دین مکمل نازل ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم تک دین پہونچایا کہ نہیں جو اللہ نے ان پر نازل کیا تھا یا اس میں خیانت کی ۔

جواب نمبر ۳ ۔ پہلے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر مقلدین اپنا عقیدہ درست کریں اس طرح کا سوال ان کی بدعقیدگی کو بتلاتا ہے ۔ تمام مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ دین مکمل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو مکمل پہونچایا ، مگر غیر مقلدین کو اس میں شک ہے ۔ اگر غیر مقلدین کا یہی ایمان ہوتا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دین بلا خیانت مکمل پہونچایا ہے تو وہ الگ سے شرعی مسئلہ بتلانے کے لئے مسئلوں کی کتابیں نہ لکھتے ۔ نزل الابرار ، کنز الحقائق بدور الاہلہ وغیرہ نہ معلوم غیر مقلدوں نے

مسئلوں والی کتنی کتابیں لکھ ڈالیں اور ان میں ایسے مسائل ہیں، جو نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدوں کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے رسول نے دین کو کامل نہیں پہونچایا، معاذ اللہ انھوں نے اس میں خیانت کی ہے ۔

سوال نمبر ۴ ۔ اگر دین بھی مکمل نازل ہوا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مکمل دین سکھلایا، تو اس میں چاروں ائمہ کی تقلید کا حکم دیا ہے کہ نہیں ؟ (مختصراً)

جواب نمبر ۴ ۔ اللہ کے رسول پر دین مکمل بھی نازل ہوا اور صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل دین سکھلایا بھی مگر جیسا کہ عرض کیا گیا کہ غیر مقلدوں کا یہ ایمان نہیں ہے، مثلاً اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا جو حکم کتاب وسنت میں نہ ملے تو تم اجتہاد سے کام لینا، یہ دین کا حکم تھا، غیر مقلدین اس کو نہیں مانتے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین یہ بتلایا تھا کہ تم خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا مگر غیر مقلدین کو خلفائے راشدین کی سنتوں سے چڑ ہے ، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دین کی بات یہ بتلائی تھی کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہنا، غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ خلافِ کتاب وسنت کام کرتے تھے بلکہ صحابہ کی ایک جماعت فاسق تھی۔ صحابہ کرام کے بارے میں دین کی بات یہ تھی کہ ان کی اقتدار اور پیروی کی جائے، مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہ صحابہ کرام کا فہم حجت ہے ، نہ قول حجت ہے نہ فعل حجت ہے، اس طرح ان کی پیروی واقتدار سے انکار کر دیا ۔

قرآن کریم میں صاف حکم ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ اگر تم دین کی بات نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے معلوم کرو، اس آیت سے فقہاء وعلماء کی تقلید کا وجوبی حکم نکلتا ہے مگر غیر مقلدین اصلاً تقلید ہی کے منکر ہیں، وجوب کی بات تو دور کی ہے ۔ قرآن میں ہے ۔ یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یعنی اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کی اطاعت کرو، اطاعت کہتے ہیں بات ماننے کو

اس آیت میں اللہ ورسول کے ساتھ ساتھ اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کا بھی ذکر ہے کہ انکی بھی بات مانی جائے گی، اس سے بھی تقلید کا حکم ثابت ہورہا ہے، مگر غیر مقلدین علماء و فقہاء کی تقلید کا انکار کرکے اس آیت کے حکم کو پس پشت ڈالدیتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اولی الامر سے مراد اہل فقہ اور ارباب خیر ہیں۔ (مستدرک حاکم ص۱۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد اہل فقہ ہیں (ایضا) لیکن غیر مقلدین صحابہ کرام کی تفسیر کے منکر ہیں، جب آیت کریمہ میں اہل فقہ بھی مراد ہیں تو فقہاء کرام کی بات ماننا بھی ضروری ہے۔ ان فقہائے کرام میں چاروں ائمہ بھی داخل ہیں، اس لئے کہ ان کے اہل فقہ ہونے کا انکار کرنا دوپہر میں سورج کے وجود کا انکار کرنا ہے، اس لئے ان فقہائے کرام کی بھی تقلید شرعاً ثابت ہے، اس کا انکار قرآن کا انکار ہے، یہ بھی یاد رکھئے کہ فقہائے کرام کے بارے میں یہ تصور گمراہ کن ہے کہ وہ کتاب و سنت کے خلاف فتوی دیں گے جس طرح سے صحابہ کرام کے بارے میں یہ تصور گمراہ کن ہے کہ وہ خلاف کتاب وسنت فیصلہ کریں گے، مگر افسوس غیر مقلدین اس حقیقت سے بے خبر ہیں فقہاء مجتہدین کی بات تو الگ رہی وہ صحابہ کرام کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خلاف کتاب وسنت فتوی دیا کرتے تھے، ایک غیر مقلد محقق صاحب حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کرلیا تھا" (تنویر الآفاق ص۸۰ شائع کردہ جامعہ سلفیہ بنارس)

حضرت عمرؓ کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ انھوں نے نصوص کتاب وسنت کے خلاف طلاق کے مسئلہ میں قانون شریعت بنایا تھا (ص۲۹۹ ایضا)

انھیں محقق صاحب کا یہ بھی ارشاد ہے:

"پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے وہ فتاوے حجت

نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔ (ص۵۱۵ ایضا)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے غصہ میں خلاف شریعت فتویٰ دیا تھا، غرض صحابہ کرام کے بارے میں جن کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدی بنایا اور انکی پیروی کا تاکیدی حکم فرمایا، غیر مقلدین کا یہ عقیدہ ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ دین و شریعت کے خلاف عقیدہ ہے۔

جب اللہ نے علماء و فقہاء کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا اور نہ جاننے والوں کو جاننے والوں سے پوچھنے اور ان کی اطاعت کو لازم بتلایا تو اب خواہ کوئی ایک سے پوچھے یا دو چار سے پوچھے، دوسرے لفظوں میں خواہ ایک کی تقلید کرے، خواہ دو چار کی تقلید کرے یہ سب امر شرعی ہیں۔ ان کو خلاف شریعت کہنا کتاب و سنت کا انکار ہے۔

سوال نمبر ۵ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے امت کے واسطے کیا چھوڑ گئے ہیں، چاروں اماموں کی تقلید یا اتباع کتاب و سنت۔

جواب نمبر ۵ ۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امت کو گمراہی سے بچانے والی چیز اللہ اور اس کے رسول کی ہدایتیں ہیں، مگر افسوس غیر مقلدین ان ہدایتوں کے منکر ہیں، اللہ کا حکم ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تقلید کرنے کا اور غیر مقلدین تقلید کے منکر ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو مگر غیر مقلدین خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت کہتے ہیں، ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمر کی زبان پر نازل کیا ہے مگر غیر مقلدین اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمر خلاف نصوص اور خلاف کتاب و سنت کام کرتے تھے، ایک غیر مقلد بکواس یہ بکواس کرتا ہے۔

حضرت عمر کھلے کھلے اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل میں کھلی کھلی غلطی کرتے تھے۔

سیکڑوں مسائل میں انھوں نے کتاب و سنت کو چھوڑ رکھا ہے، مثلاً دیکھئے آنحضور نے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا تھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ :

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا آپ نے ہمارے لئے ہماری سنت کو بیان کیا اور ہمیں نماز سکھلائی، فرمایا کہ لوگو اپنی صفوں کو سیدھا رکھو پھر تم میں کا ایک امام ہو تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو (مسلم شریف)

مگر غیر مقلدین اللہ کے رسول کے اس حکم کو نہیں مانتے اور امام کے پیچھے مقتدی بن کر خاموش نہیں رہتے۔

اللہ کے رسول کا حکم تھا، فجر کی نماز اجالا میں پڑھو، مگر غیر مقلدین اس کو نہیں مانتے۔ اللہ کے رسول کا بخاری شریف میں حکم موجود ہے کہ گرمی زمانہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو مگر غیر مقلدین اس کو بھی نہیں مانتے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ شراب نجس ہے، مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ شراب پاک ہے، اللہ کا حکم ہے کہ نماز کے وقت کپڑا نجاست سے پاک ہو، اور ان غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نجاست سے لت پت نماز ہو جائے گی، اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ تھوڑے دودھ یا زیادہ دودھ کی کوئی قید نہیں جس عورت نے کسی بچہ کو دودھ پلادیا حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں پانچ دفعہ دودھ پلانا ضروری ہے، اس طرح اور نہ معلوم کتنے مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین کتاب و سنت سے ہٹ کر مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں، اللہ کے رسول نے تو فرمایا تھا کہ میری سنت اور کتاب اللہ کو پکڑو گے تو گمراہ نہ ہوگے اور انھوں نے مسئلے مسائل کی موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں جن میں کتاب و سنت کا کہیں نام و نشان نہیں۔

سوال نمبر ۶ ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخص کے کہنے پر کوئی چیز واجب فرض یا سنت، حلال یا حرام ہو سکتی ہے کہ نہیں ؟

جواب نمبر ۶ ۔ اللہ و رسول نے جن کی اطاعت اور تقلید کا حکم دیا ہے اور انکو امت کیلئے

مطاع بنایا ہے اگر وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے کسی بات کا حکم کریں تو حسب ضرورت اور موقع ان کا حکم ماننا کبھی کبھی فرض وواجب اور سنت کے درجہ میں ہوتا ہے، مثلاً اگر حاکم یا قاضی کوئی فیصلہ کرے تو اس کا ماننا ضروری ہے، اس سے دلیل کا طلب کرنا غیر شرعی عمل ہوگا یا مثلاً صحابہ کرام اگر کسی ایسے امر کا حکم فرمائیں جو آنحضورؐ کے زمانہ میں نہیں تھا تو اس کا ماننا بھی سنت ہوگا، جیسے حضرت عمرؓ نے تراویح با جماعت بیس رکعت ایک امام کے پیچھے پورے رمضان مقرر فرمائی تو اس کو تمام امت نے مسنون قرار دیا، البتہ غیر مقلدین نے انکار کردیا یا مثلاً حضرت عثمانؓ نے جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ کیا اس کو تمام امت نے خلیفہ راشد کی سنت سمجھ کر اختیار کیا مگر غیر مقلدین نے اس کا انکار کردیا، ائمہ مجتہدین نے اپنی فقہی بصیرت سے کام لے کر کتاب وسنت سے مسائل اخذ کئے جن کے بارے میں بتلایا کہ یہ سنت ہے، یہ واجب ہے یہ فرض ہے، ساری امت ان کے فیصلہ کو مانتی ہے۔

سوال نمبر ۔ اگر کوئی شخص اپنے امام یا عالم کے کہنے پر کسی چیز کو حلال یا حرام، فرض یا سنت سمجھے تو وہ اتخذوا احبارهم الخ کے مصداق اپنے اماموں کو اللہ کے مقابلہ میں رب نہیں بنا رہا ہے؟

جواب نمبر ۔ کوئی مسلمان کسی عالم کے کسی فتویٰ کو رب سمجھ کر نہیں مانتا، بلکہ یہ سمجھ کر اس کا فتویٰ قبول کرتا ہے کہ یہ عالم اور مجتہد شریعت اور دین کے واقف کار ہیں اور ہم نہیں ہیں، اور اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھیں، اسلئے ناواقف واقف کاروں سے پوچھتا ہے اور اس ناواقف کے ذمہ یہی واجب ہے کہ وہ اس عالم اور مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے، خود سے جاہلوں کو کتاب و سنت سے مسئلہ معلوم کرنا حرام ہے، اب وہ عالم اگر کسی مسئلہ کو سنت کہے تو سنت سمجھے، اگر واجب کہے تو واجب سمجھے، اگر جائز کہے تو جائز سمجھے اور اگر ناجائز کہے تو ناجائز سمجھے، بہر حال جاہلوں کے ذمہ عالموں کی تقلید اور غیر مجتہدین کے ذمہ مجتہدین کی تقلید مسائل دین میں واجب ہے۔

مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں ہر عام وخاص کو براہ راست کتاب وسنت سے علم

حاصل کرنا ضروری ہے ۔

سوال نمبر ۸ ۔ اگر بالفرض چاروں مسلک برحق مانیں جائیں تو کسی ایک امام کی تقلید کر کے اس کو پورا اسلام مل جائے گا الخ ۔

جواب نمبر ۸ ۔ کیوں نہیں ملے گا ۔ قرآن سات لہجوں میں نازل ہوا ہے اور آپ صرف ایک لہجہ میں پڑھتے ہیں تو کیا آپ کو پورا قرآن پڑھنا حاصل نہیں ہوتا ، کیا آپ نماز میں ساتوں قرأت پڑھتے ہیں ؟ چاروں مسلک اصول میں متحد ہیں ، چاروں ائمہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ و مذہب پر تھے تو ان کے مقلدین کا بھی یہی حکم ہے ، قرآن و حدیث میں یہ کہاں لکھا ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید مت کرو ۔

اگر کوئی جاہل غیر مقلد پوری زندگی صرف مولانا عبدالرحمن مبارکپوری سے فتویٰ پوچھ پوچھ کر عمل کرتا اور اسی پر مر جاتا تو کیا وہ غیر مقلد مذہب سے باہر قرار پاتا ، کیا ہر جاہل غیر مقلد اپنے تمام غیر مقلد علماء سے فتویٰ پوچھتا ہے یا ایک سے فتویٰ معلوم کر کے اس پر عمل کرنا بھی وہ اپنے لئے جائز سمجھتا ہے ۔؟

سوال نمبر ۹ ۔ تقلید کا ذکر قرآن میں کتنی مرتبہ آیا ہے اور کہاں ہے ؟

جواب نمبر ۹ ۔ کتنی مرتبہ کا کیا مطلب اگر تقلید کا ذکر قرآن میں صرف ایک دفعہ ہو تو اسکو نہیں مانیں گے ؟ یہ سوال کتنا جاہلانہ ہے ۔ تقلید کا ذکر و حکم قرآن میں متعدد جگہ ہے سورہ نساء میں ۔ یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ سورہ نحل میں ۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔

سورہ لقمان میں ۔ واتبع سبیل من اناب الی ۔

خوب یاد رکھئے کہ اتباع ، اطاعت تقلید سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی علمائے متقین و مجتہدین کی دین و شریعت میں تابعداری کرنا ، ان کی بات ماننا ، اور ان سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا ۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اتباع الگ ہے اور تقلید الگ ، مگر یہ صرف بات کا الٹ پھیر ہے

اور چونکہ یہ بے جان بات ہے اس وجہ سے شیخ الکل فی الکل میاں صاحب نذیر حسین دہلوی کو کہنا پڑا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز (جائز) ہے۔ (معیار الحق ص ۲۶)

اس عبارت کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضورؐ کی اتباع کو تقلید بھی کہا جاتا ہے جس طرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہا جاتا ہے، دونوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

سوال نمبر ۱۰ ۔ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، فرض، واجب یا سنت؟

جواب نمبر ۱۰ ۔ اگر آدمی غیر مجتہد ہے یا جاہل ہے تو دین و شریعت پر عمل کرنے کے لئے بحکم قرآن علماء و مجتہد کی تقلید ضروری ہے غیر مجتہد کا خود سے بلا کسی کی رہنمائی کے شریعت پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ وہ گمراہ ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۱۱ ۔ تقلید کا حکم کس نے دیا؟

جواب نمبر ۱۱ ۔ اللہ و رسول نے تقلید کا حکم دیا ہے، قرآن کی آیتیں تو اوپر گذر چکیں دو ایک حدیث بھی سن لیں۔

(۱) مشہور حدیث ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ یعنی میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اس پر دانت جمائے رکھو۔

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے طریقہ و عمل کو لازم پکڑنے کا کتنا تاکیدی حکم ہے، اس حدیث سے تقلید شخصی کا بھی پتہ چلتا ہے، اس لئے کہ ہر زمانہ میں خلیفہ راشد ایک ہی ہوگا، اس لئے ہر زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید کا حکم دیا جا رہا ہے، اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے گویا مسلمانوں پر اس کے زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید و اتباع واجب اور ضروری ہے۔

(۲) آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے تمام صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:

فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر، یعنی تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدار کرنا، اس حدیث سے بھی تقلید اور تقلید شخصی کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(۳) آنحضورؐ کا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں ارشاد ہے رضیت لکم مارضی لکم ابن ام عبد، یعنی جو طریقہ و عمل تمہارے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود پسند فرمائیں میں اس پر راضی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وزنی شہادت کے بعد کون شخص ہوگا جو یہ کہے کہ ان کی تقلید و اتباع حرام ہے۔

سردست یہ تین حدیثیں کافی ہیں، افسوس غیر مقلدین ان ارشادات رسول کو قبول نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۱۲۔ کیا ہم اللہ کی شریعت کے خلاف فیصلے کر کے کفر کا ارتکاب نہیں کر رہے ہیں؟

جواب نمبر ۱۲۔ اگر آپ اللہ کی شریعت کے خلاف جان بوجھ کر فیصلے کر رہے ہیں تو بلاشبہ آپ جہنمی ہیں اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں، یہ سوال پوچھنے کا ہے ہی نہیں، بہر حال یہ آپ جانیں اور آپ کا کام جانے۔

سوال نمبر ۱۳۔ چاروں اماموں سے پہلے لوگ اور خود یہ چاروں امام کس کی تقلید کرتے تھے۔

جواب نمبر ۱۳۔ جو مجتہد تھے وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے اس لئے کہ مجتہد کیلئے تقلید نہیں ہے، اور جو غیر مجتہد تھے وہ مجتہدین کی تقلید کرتے تھے اس لئے کہ قرآن کا یہی حکم تھا، چاروں ائمہ مجتہد تھے وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے براہ راست کتاب و سنت سے اور سنت خلفائے راشدین سے مسائل کا استنباط کرتے تھے اور دوسرے غیر مجتہدین لوگ ان کی اتباع و پیروی کرتے۔

سوال نمبر ۱۴۔ اگر وہ کسی کی تقلید کے بغیر اسلام پر عمل پیرا تھے تو آج یہ ناممکن کیوں؟

جواب نمبر ۱۴۔ اگر کسی میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو وہ تقلید نہ کرے اگر نہیں پائی جاتی ہیں تو وہ تقلید کرے گا، پہلے بھی یہی حکم تھا اور آج بھی یہی حکم ہے۔

سوال نمبر ۱۵۔ رسول کے فرمان کے مطابق زمانہ خیر القرون میں تقلید نہیں کی جاتی تھی تو آج کیوں وہ ضروری ہے؟

جواب نمبر ۱۵۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ زمانہ خیر القرون میں تقلید تھی اور یہ خدا و رسول کا حکم ہے، ان زمانوں میں تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں کا وجود تھا، خود اماموں کے زمانہ میں تقلید شخصی تھی، مشہور غیر مقلد عالم مولانا نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں:

اھل مصر کانوا مالکیۃ فلما قدم الشافعی مصر تحولوا الی الشافعیۃ۔ (الجُنۃ)

یعنی مصر والے مالکی تھے جب امام شافعی مصر تشریف لے گئے تو لوگ شافعی مسلک والے بن گئے، اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ائمہ کے زمانہ میں تقلید شخصی تھی۔

سوال نمبر ۱۶۔ اگر چاروں اماموں سے پہلے لوگ تقلید نہیں کرتے تھے تو تقلید کی ابتدا کب سے ہوئی؟ کیا یہ بدعت نہیں ہے۔ بدعت کسے کہتے ہیں۔؟

جواب نمبر ۱۶۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ چاروں اماموں سے پہلے تقلید نہیں تھی جیسا کہ معلوم ہوا، تقلید کا حکم خدا اور رسول کا ہے اس لئے اس کو جو بدعت کہے وہ خود سب سے بڑا بدعتی اور کتاب و سنت کا مخالف ہے، بدعت وہ ہے جو خلاف شریعت ہو۔

سوال نمبر ۱۷۔ کیا رسول کے زمانہ سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک کوئی عامی یا جاہل نہیں تھا، اگر تھا تو وہ کس کی تقلید کرتا تھا؟

جواب نمبر ۱۷۔ ہر زمانہ میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ پہلے بھی یہی شکل تھی اور اب بھی یہی شکل ہے۔ جاہل عالم کی تقلید کرتا تھا، اور اس کو اس کی تقلید کرنی چاہئے کہ خدا و رسول کا فرمان یہی ہے، مگر غیر مقلدین خدا و رسول کے اس حکم کے انکاری ہیں۔

سوال نمبر ۱۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر زمانہ میں حق پر قائم رہنے والی ایک جماعت ہوگی۔ جبکہ چوتھی صدی ہجری تک تقلیدی مذاہب کی پیدائش ہی نہیں تھی تو آج چاروں مسلک برحق اور اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے تو یہ کس طرح حق پر قائم رہنے والی جماعت مانی جائے گی؟

جواب نمبر ۱۸ ۔ ہمی کا تک تقلیدی مذاہب نہیں تھے یہ جاہل غیر مقلدوں کا پروپیگنڈہ ہے، بھوپالی فرماتے ہیں نشأ ابن شریح فاسس قواعد التقليد الجنة ص۳۹ یعنی ابن شریح نے تقلید کی بنیاد ڈالی، اگر چوتھی صدی سے پہلے تقلید نہیں تھی تو دوسری صدی کے مجدد ابن شریح کو تقلید کے قواعد وضوابط مرتب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ابن شریح دوسری صدی کے آدمی ہیں۔ نواب صاحب فرماتے ہیں۔ ولذلك يعد من المجددين على راس المأتين۔ یعنی اسی وجہ سے (یعنی تقلید کے قواعد وضوابط مرتب کرنے کی وجہ سے) وہ دوسری صدی کے مجددین میں شمار ہوتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی علامت ہے کہ وہ رسول اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہوگی، چاروں مذاہب رسول اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہیں اس لئے یہ سب اہل سنت والجماعت ہیں، البتہ غیر مقلدین صحابہ کرام کے طریقہ پر نہیں ہیں اسلئے وہ سب اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام میں کچھ لوگ فاسق تھے، اور صحابہ کرام غلط فتویٰ دیا کرتے تھے، اور کتاب وسنت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، اس قسم کی باتیں رافضیت اور شیعیت کی علامت ہیں اہل سنت والجماعت کی نہیں۔

سوال نمبر ۱۹ ۔ کسی امام کی تقلید کرنے پر آخرت میں مواخذہ ہوگا یا رسول اللہ کی اطاعت سے منہ پھیر کر مفتی کے قول پر عمل کرنے سے!

جواب نمبر ۱۹ ۔ شریعت کے احکام قصد وارادہ سے چھوڑنے والوں اور بدعقیدہ لوگوں پر آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

سوال نمبر ۲۰ ۔ کیا قبر میں پوچھا جائے گا کہ تو کس کا مقلد تھا یا تیرا امام کون ہے؟

جواب نمبر ۲۰ ۔ قبر میں یہ سوال نہیں ہوگا بلکہ یہ سوال ہوگا کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور یہ کہ من هذا الرجل یہ آدمی کون ہیں قبر میں اس کا بھی سوال نہیں ہوگا کہ تو غیر مقلد تھا کہ نہیں۔

سوال نمبر ۲۱ ۔ کیا حنفی شافعی اپنے اماموں کے ناموں سے پکارے جائیں گے جیساکہ ارشاد باری ہے یوم ندعوا کل اناس با مامهم ؟

جواب نمبر ۲۱ ۔ ایک غیر مقلد عالم اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے، امام کے معنی پیشوا، لیڈر اور قائد کے ہیں یہاں اس سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد پیغمبر ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے آسمانی کتاب مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد نامہ اعمال ہے اسی رائے کو ابن کثیر اور امام شوکانی نے ترجیح دی ہے

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک امام سے مراد نامہ اعمال ہے اگر غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حنفی شافعی اپنے اماموں کے ناموں کے ساتھ پکارے جائیں گے تو اس میں بھی اشکال کیا ہے؟ جب کہ امام کے معنی پیشوا کے بھی ہے ۔

سوال نمبر ۲۲ ۔ چاروں خلفاء افضل تھے تو ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی اماموں کی تقلید کیوں کی جاتی ہے ؟

جواب نمبر ۲۲ ۔ غیر مقلدوں کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک خلفاء کی بھی تقلید ایسے ہی حرام ہے جیسے اماموں کی، تو پھر یہ سوال کیوں ؟

سوال نمبر ۲۳ ۔ صرف انھیں چاروں امام کی تقلید کیوں کی جاتی ہے کسی اور عالم مفتی کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ۔ ؟

جواب نمبر ۲۳ ۔ اس لئے کہ ان چاروں کے سوا کسی اور امام وفقیہ کا فقہ مرتب اور مدون نہیں ہے۔ اور ان چاروں کا فقہ مرتب اور مدون ہے اس لئے ان چاروں کی تقلید میں سہولت زیادہ ہے۔

سوال نمبر ۲۴ ۔ ان چاروں اماموں کے اساتذہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

جواب نمبر ۲۴ ۔ اس کا جواب ابھی گزر چکا ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان چاروں ائمہ نے اپنے اساتذہ کی تقلید کیوں نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقلید مجتہد کا کام نہیں ہے، عامی کا فریضہ ہے۔

سوال نمبر ۲۵ ۔ ان چاروں اماموں کے شاگرد اپنے استادوں کی تقلید کرتے تھے ؟

جواب نمبر ۲۵ ۔ جو خود مجتہد تھا وہ نہیں کرتا تھا اور جو مجتہد نہیں تھا وہ انکی تقلید کرتا تھا۔

سوال نمبر ۲۶ ۔ اگر ان چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرے تو بھی نجات کہاں ؟ اس لئے کہ حنفی فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ جو امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے تو اس پر ہمارے رب کی ڈھیر سی لعنت ہے ۔

جواب نمبر ۲۶ ۔ غیر مقلدین ان چاروں اماموں میں سے کسی کی صدق دل سے تقلید کریں انشاءاللہ نجات پا جائیں گے ۔ یہ شعر کسی شافعی مالکی کے لئے نہیں ہے بلکہ غیر مقلدین کے لئے ہے جو امام ابو حنیفہ کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں اور ان کے اقوال کو خلاف کتاب و سنت قرار دیتے ہیں، شافعی ، مالکی ،حنبلی یہ تمام کے تمام مذہب حنفی کی عزت کرتے ہیں ، امام ابوحنیفہ کا احترام کرتے ہیں، ان کی فقہی بصیرت کے قائل ہیں اس لئے اس شعر کے مستحق صرف دشمنان ابوحنیفہ یعنی غیر مقلدین ہیں اگر کوئی شافعی حنفی مالکی حنبلی ایک دوسرے کو برا بھلا کہتا ہے تو وہ قابلِ ملامت ہے ۔

سوال نمبر ۲۷ ۔ اگر چاروں مسلک برحق ہیں تو مقلدین حنفی شافعی ایک دوسرے کی تنقیص و تکفیر کیوں کرتے ہیں ؟

جواب نمبر ۲۷ ۔ حنفی شافعی مالکی حنبلی ایک دوسرے کی تنقیص ہرگز نہیں کرتے ہر ایک دوسرے کا احترام کرتا ہے ، اگر کوئی جاہل ایسا کرے تو جاہلوں کا قول و فعل حجت نہیں ہے اور اختلاف کا نام تنقیص رکھنا جاہلوں کا کام ہے ۔

سوال نمبر ۲۸ ۔ کیا ہم اسلام کو چار فرقوں میں تقسیم کر کے گروہ بندی اور فرقہ بندی نہیں کر رہے ہیں ؟ ۔

جواب نمبر ۲۸ ۔ اسلام کو کوئی تقسیم نہیں کرتا ، سب کا دین اسلام ہے ، عقیدہ سب کا ایک ہے سب اہلسنت والجماعت ہیں۔ رائے کے اختلاف کا نام دین کی تقسیم رکھنا جاہلوں کا کام ہے رائے و اجتہاد کے اختلاف سے دین کی تقسیم نہیں ہوتی ۔

سوال نمبر ۲۹ ۔ اگر چاروں مسلک برحق ہیں تو حنفیوں کو آمین اور رفع یدین سے چڑ کیوں ہے ؟

جواب نمبر ۲۹ ۔ کوئی حنفی نہ آمین سے چڑتا ہے اور نہ رفع یدین سے ، حنفی آہستہ سے آمین

کہنے کو پسند کرتے ہیں، اور عدم رفع یدین کو اولیٰ سمجھتے ہیں، اس کا نام چڑ رکھنا احمقوں کا کام ہے
البتہ غیر مقلدین شیعوں کی طرح بیسؔ رکعت تراویح سے چڑتے ہیں اسی لئے اس کو بدعت
عمری کہتے ہیں جیسا شیعہ اسے بدعت عمری کہتے ہیں، حالانکہ بیسؔ رکعت تراویح جمہور اہلسنت
والجماعت کا مسلک ہے۔

غیر مقلدین جمعہ کی اذان میں حضرت عثمان والی اذان سے شیعوں کی طرح چڑتے
ہیں اسی وجہ سے جیسے شیعہ اس کو بدعت کہتے ہیں یہ بھی اس کو بدعت کہتے ہیں، حالانکہ
ساری امت نے اس کو سنت سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔

سوال نمبر ۳۰ - کیا تقلید میں ہم قول امام کے مقابلے میں حدیثِ رسول کو ترک کر کے جنت
سے محروم نہیں ہو رہے ہیں ؟

جواب نمبر ۳۰ - تقلید تو اسی لئے کی جاتی ہے کہ قول رسول اور پوری شریعت پر کسی ماہر
شریعت کی رہنمائی میں عمل کیا جائے، تقلید کا راستہ تو سیدھا جنت میں لے جائے گا۔ البتہ
غیر مقلدین کا جنت میں جانا مشکوک ہے، اس لئے کہ ان کا ہر جاہل بھی براہ راست کتاب
وسنت پر دسترس رکھتا ہے، اور یہ کتاب وسنت کے بارے میں انتہائی درجہ جرأت اور
گستاخی کی بات ہے۔

سوال نمبر ۳۱ - کیا ہم رسول کے مقابلے میں غیر نبی کی اطاعت کر کے اپنے اعمال برباد نہیں
کر رہے ہیں ؟ -

جواب نمبر ۳۱ - اگر آپ غیر مقلدین یہ حرکت کرتے ہوں تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہے
اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو بلا شبہ سیدھے جہنم میں جائیں گے اور اپنا سارا عمل برباد کریں گے
البتہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد رسول کے مقابلے میں کسی غیر کی اطاعت نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ
و رسول کی اطاعت ہی کے لئے غیر کی اطاعت کرتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ غیر ہم
سے زیادہ دین و شریعت اور ان کے حقائق و اسرار کا راز داں ہے۔

سوالات کے ختم ہونے پر، سوالات کے مرتب فرماتے ہیں

۔ آپ کی ایمانی غیرت و دینی حمیت کا تقاضہ ہے کہ آپ حق کی جستجو کریں
کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم چار مسلکوں میں تقسیم ہو کر صراط مستقیم چھوڑ کر
شیطان کی راہ پر چل رہے ہیں ۔

غیر مقلدین کو عقل اور دین کی سمجھ ہوتی تو اس طرح کی باتیں نہ کرتے، گمراہی اور شیطان
کا راستہ یہ ہے کہ جاہل لوگ براہ راست قرآن و حدیث لے کر بیٹھ جائیں اور اپنی سمجھ
سے قرآن وحدیث سے مسئلے مسائل معلوم کریں، ائمہ اربعہ ماہران شریعت تھے ان کی
رہنمائی میں دین و شریعت کی وادی کو بلا خوف و خطر طے کیا جا سکتا ہے، انشاء اللہ
ساحل مراد تک پہونچنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی، البتہ جو تیرنا نہ جانتا ہو وہ
دریا میں اترے گا تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بچے گا یا مرے گا، جو مریض اپنا علاج خود سے
کرے گا اس کا انجام معلوم ہے۔ عقلاء اور اہل فہم ہمیشہ ماہر طبیب کی طرف لپکتے ہیں۔
کتاب وسنت اور دین و شریعت بچوں کا کھلونا نہیں ہے کہ جو چاہے اس سے کھیلے،
شریعت کے ماہرین اور اہل فقہ و اجتہاد کی قیادت ہی میں دین کا راستہ طے ہوگا، ورنہ
پھر کوئی عبداللہ چکڑالوی بن جائے گا، اور کوئی پرویز اور کوئی نیاز، اور کوئی غلام احمد قادیانی
کوئی اسلم جیراجپوری یہ سب غیر مقلد تھے اور آخر میں سب کے سب دین سے باہر ہو گئے
کوئی کتاب وسنت کا منکر ہوا، کوئی ملحد ہوا اور کوئی نبوت کا مدعی بن گیا۔

آج بھی عدم تقلید کے نتیجہ میں غیر مقلدوں میں شیعیت و رافضیت کے جراثیم پیدا
ہو چکے ہیں، اور اسلاف اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کی تبرا گوئی شیعوں کی طرح
ہوگئی۔

اللّٰھم احفظنا من کل بلاء الدنیا والآخرۃ واجعل آخرتنا
خیرالنا من الاولی، وصل وسلم علی سید الانبیاء والمرسلین
وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

نصف شعبان کی فضیلت

میت کے ایصال ثواب کے لئے جمع ہو کر قرآن پڑھنا

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے والے مسئلہ میں میرے سوال کا جواب آپ نے جس تفصیل سے دیا ہیں اس پر آپ کا بیحد ممنون ہوں ۔ الحمدللہ جواب کافی وشافی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور آپ کے قلم میں برکت دے، اس زمانہ میں جب کہ غیر مقلدیت بیسیوں کے زور پر پھیلائی جارہی ہے، اور سلفیت تحریک ایک ہمہ گیر فتنہ بن رہی ہے آپ کا وجود ہمیں بڑا غنیمت محسوس ہوتا ہے، براہ کرم مندرجہ ذیل دو سوالوں کا بھی جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

(۱) نصف شعبان کا جو اہتمام عبادت وغیرہ کے سلسلہ میں ہوتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ غیر مقلدین اس رات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔

(۲) میت کے لئے ایصال ثواب کے لئے جمع ہو کر قرآن پڑھنا یہ از روئے شرع کیا ہے؟ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

ابوالمجاہد سرفراز گورکھپور

ز ہیر م

(۱) پہلے ایک اصولی بات ذہن میں رکھئے کہ جو عمل اسلاف میں معمول بہ رہا ہو اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، ہمارے پاس دین اسلاف ہی سے منتقل ہو کر کے آیا ہے، تو اب اسلاف میں کوئی بات عمومی انداز میں ہوتی چلی آئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل شریعت میں ضرور ہے، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو، اگر ہم نے اسلاف پر اتنا بھی اعتماد نہیں کیا تو پھر ہمیں اس دین پر اعتماد کرنے کا کیا حق ہے جو انھیں سے منتقل ہو کر ہم تک پہونچا ہے۔

دوسری بات جو بہت اہم ہے وہ یہ کہ بعض چیزیں اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہوتی ہیں مگر ہم اپنی طرف سے کچھ ایسی زیادتیاں کر دیتے ہیں کہ وہ جائز عمل بھی ناجائز ہو جاتا ہے، مثلاً مدح صحابہ کا عمل مشروع ہے، سیرت کا جلسہ کرنا مشروع ہے، قبروں پر جانا مشروع ہے، لیکن مدح صحابہ کے نام پر جلوس نکالنا، چراغاں کرنا، قطعاً جائز نہیں ہے، اسی طرح سیرت کے جلسوں کے لئے ربیع الاول یا ربیع الثانی کے دنوں کا خاص اہتمام کرنا، کھڑے ہو کر ان جلسوں میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا، اتنی رات تک جلسوں میں جاگنا کہ فجر کی نماز ہی چلی جائے اس قسم کی حرکتوں سے یہ جائز عمل بھی ناجائز ہو جائے گا۔ قبروں کی زیارت کا بھی یہی مسئلہ ہے، قبر کی زیارت آخرت کی اور موت کی یاد کے لئے کی جاتی ہے، اب اگر اس زیارت کو تماشا بنا لیا جائے، قبروں پر اجتماع ہو عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہو، پھر آگے بڑھ کر قبروں کا طواف اور بوسہ ہو سجدہ ریزی ہو تو ایسی زیارت حرام ہوگی۔

نصف شعبان کی رات کے سلسلہ میں یہی بات ہے کہ اگر اس رات کو عید کی رات بنا لیا جائے، مساجد میں لوگوں کا اجتماع ہو اور اجتماعی نماز و دعا کا اہتمام کیا جائے، اور رات میں جاگنا بطور رسم ہو تب تو یہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس رات میں تنہا عبادت کی جائے، تضرع اور عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر استغفار کیا جائے،

گناہوں کی معافی مانگی جائے، اللہ سے اس کی رحمتوں کا سوال ہو تو اس کے نامشروع اور ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بہت سی احادیث سے لیلۃ نصف شعبان کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، اگرچہ یہ احادیث قوت سند کے اعتبار سے بہت زیادہ اونچے درجے کی نہیں ہیں مگر تعدد طرق کی وجہ سے ان میں اتنی پختگی پیدا ہوگئی ہے کہ ان کا انکار کرنا اصول حدیث اور قاعدہ محدثین کے خلاف ہوگا، آپ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات نصف شعبان کی اہمیت کے انکاری ہیں یہ میری سمجھ سے باہر ہے اس وجہ سے کہ غیر مقلدین کے عقل کل مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا فرمان تو اس کے خلاف ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

اعلم انہ قد ورد فی فضیلۃ النصف شعبان عدۃ احادیث مجموعھا یدل علی ان لھا اصلا (تحفۃ ص ۵۲ ج ۲)	یعنی تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ نصف شعبان کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب کے مجموعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان احادیث کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔

اس کے بعد مولانا مبارکپوری نے ترمذی میں حضرت عائشہ والی حدیث کے سوا متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جن سے نصف شعبان کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

فھذہ الاحادیث بمجموعھا حجۃ علی من زعم انہ لم یثبت فی فضیلۃ النصف من شعبان شیٔ۔ (ایضا ص ۵۳ ج ۲)	یعنی یہ تمام حدیثیں ان لوگوں پر حجت ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نصف شعبان کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، غیر مقلدین امام بخاری، امام مسلم ابن تیمیہ اور ابن قیم کی باتوں کا تو انکار کر دیں گے مگر اپنے عقل کل، مولانا مبارکپوری کی باتوں کا ان سے انکار نہ ہو سکے گا۔

امام تیمیہ بھی اس رات کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ تو مخصوص جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو بھی اس رات میں مستحسن قرار دیتے ہیں اور اس کو اسلاف کا مذہب و عمل بتلاتے ہیں، امام ابن تیمیہ کا یہ پورا کلام آپ غور سے پڑھیں۔

سئل عن صلوٰۃ نصف شعبان فاجاب اذا صلی الانسان لیلۃ النصف وحدہ او فی جماعۃ خاصۃ کما کان یفعل طوائف من السلف فھو احسن۔

(فتاوی شیخ الاسلام ص ۱۳۱/۲۳)

یعنی امام ابن تیمیہ سے نصف رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر اس رات میں کوئی تنہا یا مخصوص جماعت کے ساتھ نماز پڑھے جیسا کہ اسلاف کے بہت سے لوگوں کا یہ معمول تھا تو یہ اچھا عمل ہے۔

اگر آپ نے اپنے اطراف کے غیر مقلدوں کا حال لکھا ہے کہ آپ کے اطراف میں غیر مقلدین نصف شعبان کی فضیلت کے منکر ہیں، تو ان کے انکار کی زیادہ سے زیادہ وجہ یہ ہوگی کہ وہ ان احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہوں گے، مگر شاید ان بیچاروں کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے علماء ضعیف احادیث کو فضائل ہی میں نہیں بلکہ احکام و مسائل میں قابل حجت جانتے ہیں، مولانا عبدالوہاب ملتانی کے صاحبزادہ مولانا عبدالستار غیر مقلد کے فتاویٰ کا مجموعہ چار جلدوں میں فتاویٰ ستاریہ کے نام سے شائع ہوا ہے اس کی جلد چہارم میں اس کا فتویٰ موجود ہے، آپ بھی سن لیں اور سارے غیر مقلدین بھی کان کھول کر سن لیں۔

(سوال نمبر ۴۷) کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے؟ شاہ ولی اللہ کے متعلق سنا ہے کہ وہ کمزور حدیث پر عمل کرتے تھے

(جواب نمبر ۴۷) ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے

(فتاوی ستاریہ شائع کردہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر ۱)

(۲) میت کیلئے جمع ہو کر کے اور اس کا کوئی خاص دن مقرر کر کے قرآن پڑھنے کا اسلاف

میں معمول نہیں تھا، اور جو چیز سلف میں نہ پائی جاتی ہو اس کا شرعی ہونا محل نظر ہے۔

میت کے لئے انفرادی طور پر قرآن پڑھ کے اس کا ثواب میت کو پہونچانا چاہئے اتفاقیہ طور پر اگر کچھ لوگ جمع ہو جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو رسم اور رواج نہیں بنانا چاہئے، امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ میت کو قرآن پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وقرأة القرآن عنه فهذا فيه قولان، احدهما ينتفع به وهو مذهب احمد وابي حنيفة۔

(فتاویٰ ص۳۱۵)

یعنی میت کی طرف سے قرآن پڑھنے کے بارے میں دو قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور یہی امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

فاذا اهدى ميت ثواب صيام اوصلوٰة اوقرأة جاز ذالك۔

یعنی اگر میت کو روزہ، نماز یا قرآن کی تلاوت کا ثواب ہدیہ کرے تو یہ جائز ہے۔

ص۳۲۲

آج کل دستور یہ ہو گیا ہے کہ میت کی تدفین کے تیسرے روز بطور خاص اس کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں، بلکہ بعض جگہ تو پیسے دے کر اور کھانے پینے کا انتظام کر کے کچھ لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو قرآن پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب پہونچاتے ہیں، یہ عمل سراسر بدعت، خلاف شریعت اور ناجائز ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

طہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

غیر مقلدین کا عدم تقلید پر فخر نہ کرنا

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ عدم تقلید پر فخر کرنا چاہیے کہ نہیں؟

باپ۔ بیٹا ضرور کرنا چاہیے، تقلید شرک ہے، تو عدم تقلید ایمان ہوگا، بھلا ایمان جیسی نعمت پر کون فخر نہیں کرے گا۔

بیٹا۔ مگر ابا جی پی ایچ ڈی رضاء اللہ سلفی جمع سالف صاحب تو فرماتے ہیں ".جماعتِ اہلحدیث نے کبھی بھی عدم تقلید پر فخر و مباہات سے کام نہیں لیا ہے"

(محدث اپریل ۹۹ء ص ۲۵)

باپ۔ معلوم نہیں رضاء اللہ صاحب کا اس سے کیا مقصد ہے، ہماری جماعت کا طرۂ امتیاز ہی عدم تقلید ہے، تو ہم اس پر فخر کیوں نہ کریں گے، اچھی بات پر فخر کرنا کوئی معیوب بات تو نہیں، ہمیں کتاب اللہ پر فخر ہے، ہمیں اپنے دین پر فخر ہے، اپنے رسول پر فخر ہے، ہمیں اس پر فخر ہے کہ اللہ نے ہمیں سیدھے راستہ پر لگا رکھا ہے۔

بیٹا۔ تو کیا پی ایچ ڈی صاحب نے یہ بات کہ جماعتِ اہل حدیث نے کبھی بھی عدم تقلید پر

فخر سے کام نہیں لیا کسی خلجان، خفقان یا اندرونی ہیجان کی وجہ سے کہی ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کی مجہول نعمتِ مشکورہ

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ذرا پی ایچ ڈی رضاء اللہ کی یہ بات سنئے، فرماتے ہیں :

۔ جماعتِ اہلحدیث نے مطلق تقلید کی عدم مشروعیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر ضرور ادا کیا ہے ، (حوالہ مذکور)

باپ ۔ ڈاکٹر صاحب کی بات تو سو فی صد صحیح ہے ، تمہیں اشکال کیا ہے ؟

بیٹا ۔ اشکال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ انھوں نے نعمت کس کو کہا ہے ۔ تقلید کی عدم مشروعیت کو، یا تقلید کی عدم مشروعیت کے واضح کرنے کو، آخر انھوں نے شکر کس بات پر ادا کیا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا واقعۃً ڈاکٹر صاحب کا کلام تو بہت الجھا ہوا ہے ، "نعمت مشکورہ" کا پتہ ہی نہیں چلتا ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے پی ایچ ڈی صاحب کسی خلجان، خفقان یا اندرونی ہیجان کے شکار تو نہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مطلق تقلید کی عدم مشروعیت اور غیر مقلدین کی تضاد بیانیاں

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی یہ ہمارے رضاء اللہ صاحب پی ایچ ڈی کیسے عالم ہیں، قابل کہ غیر قابل؟
باپ ۔ بیٹا اب تم بدیہیات کے بارے میں بھی سوال کرنے لگے، دیکھتے نہیں کہ انکے نام کے ساتھ پی ایچ ڈی کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے ۔ جس کے نام کے ساتھ پی ایچ ڈی کا سائن بورڈ لگا ہوتا ہے وہ بہت بڑا قابل ہوتا ہے ۔
بیٹا ۔ اباجی وہ تو فرماتے ہیں کہ مطلق تقلید غیر مشروع ہے، (محدث حوالہ مذکور)
باپ ۔ تو انھوں نے کون سی غلط بات کہی ہے، ٹھیک ہی تو کہا ہے ۔
بیٹا ۔ اباجی مطلق تقلید کے غیر مشروع ہونے کا تو مطلب یہ ہے کہ تقلید کسی حال میں کسی کیلئے بھی جائز نہیں نہ عالم کے لئے نہ جاہل کے لئے، نہ شخصی اور نہ غیر شخصی تو کیا پی ایچ ڈی صاحب کا یہ فرمانا درست ہے!
باپ ۔ بیٹا رضاء اللہ صاحب ہمارے جامعہ سلفیہ کے بڑے محقق عالم ہیں قاعدہ یسرنا القرآن پر پی ایچ ڈی کی ہے ان کے تحقیقی مقالے کی بڑی دھوم تھی، انھوں نے اس مقالہ میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہل حدیث فقہ کی کتاب نزل الابرار کا یہ مسئلہ کہ نماز میں قرآن کی سورہ کا ہجے کر کے پڑھنا مثلاً الف لام زبر ال حامیم زبر حم دال پیش دو الحمد دیکھ تک اسی طرح ہجے کر کے پڑھنا جائز ہے، ڈاکٹر صاحب کا قول وفعل ہمارے یہاں حجت ہے، ڈاکٹر صاحب جو فرمائیں کاسرآنکھوں پر ۔
بیٹا ۔ اباجی، مگر یہ حکیم صادق سیالکوٹی جو ہماری جماعت کے محقق عالم ہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ

"تقلید شرطی درست ہے" (سبیل الرسول ص۱۵۲)

اور جس مطلق تقلید کو پی ایچ ڈی رضاء اللہ سلفی جمع سالف غیر مشروع قرار دیتے ہیں اور اس کے غیر مشروع قرار دینے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اس مطلق تقلید کو سبیل الرسول والے حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جائز ہے اور وہ محل نزاع نہیں ۔
حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ کسی جاہل کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرنا اور یہ شرط کرنا

کہ جب اس کو صحیح حدیث مل جائے گی تو اس عالم کا قول چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل کریگا یہ شرطی اور مطلق تقلید ہے جو محل نزاع نہیں ص۱۴۰

اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ شیخ الکل فی الکل میاں صاحب دہلوی بھی فرماتے ہیں کہ مطلق تقلید ممنوع نہیں ہے (معیار الحق ص۹۲) بلکہ انھوں نے تو تقلید کی ایک قسم کو واجب بھی قرار دیا ہے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے، قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی اہلسنت کی لاعلی التعیین (معیار الحق ص۱۵۵)

اباجی دیکھئے، جس مطلق تقلید کو پی ایچ ڈی رضا اللہ غیر مشروع قرار دیتے ہیں اسی مطلق تقلید کو حکیم صادق سیالکوٹی جائز و مشروع بتلاتے ہیں اور اس کو محل نزاع سے خارج سمجھتے ہیں، اور اسی مطلق تقلید کو شیخ الکل فی الکل میاں صاحب دہلوی ہمارے سب سے بڑے پیشوا واجب قرار دیتے ہیں، تو اب جامعہ سلفیہ والے آج کے محقق پی ایچ ڈی کی بات درست سمجھی جائے یا جماعت اہلحدیث کے اکابر کی؟

باپ ۔ بیٹا بات تو بڑوں ہی کی مانی جائے گی، وہ ہمارے بڑے ہیں ان کے بالمقابل کسی اور کی بات نہیں مانی جاسکتی خواہ قاعدہ یسرنا القرآن پر پی ایچ ڈی کرنے والا بڑے سے بڑا محقق ہی کیوں نہ ہو۔

بیٹا ۔ اباجی یہ ہمارے بڑے، چھوٹے کیوں تقلید کے بارے میں اس قدر متضاد باتیں کرتے ہیں یہ کسی ہیجانی، خفقانی، خلجانی حالت کی علامت تو نہیں؟

باپ ۔ یہ تضاد بیانیاں بلا کسی ہیجان، خفقان، خلجان کے نہیں پیدا ہوتی ہیں اندر سے جب دل مطمئن نہیں ہوتا تو ہیجانی، خفقانی اور خلجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور آدمی کی زبان سے متضاد باتیں نکلتی ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی ہماری جماعت کے لوگوں کا دل اندر سے مطمئن کیوں نہیں؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

اہل الرائے سے مراد ائمہ اربعہ کے تقلیدی مذاہب
غیر مقلدین کی ایک نئی تحقیق

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی اہل الرائے کس کو کہا جاتا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا اہل الرائے کا مطلب ہے، کتاب وسنت کو چھوڑ کر رائے پر چلنے والے لوگ،
عموماً ہم جماعتِ اہلحدیث کے یہاں اس سے مراد احناف ہوتے ہیں ۔

بیٹا ۔ اور بقیہ تینوں مذہب والے، یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کیا یہ اہل الرائے
نہیں ہیں ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا، یہ سب کے سب اہل حدیث لوگ ہیں اگر سب کو اہل الرائے کہدیا جائے
تو احناف کو اہل الرائے کہنے کا مزہ ہی ختم ہوجائے گا ۔

بیٹا ۔ مگر اباجی یہ پرانی تحقیق ہے، اب کی تحقیق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے سارے متبعین کتاب
وسنت کو چھوڑ کر رائے ہی پر چلنے والے تھے ۔ دیکھئے یہ ہماری جماعت کا پرچہ
الفلاح ہے، اکتوبر ۸۸ء کا اس میں لکھا ہے ۔

اہل الرائے سے مراد ائمہ اربعہ کے تقلیدی مذاہب ہیں جن میں رائے و
قیاس کا زیادہ دخل ہے ص۱۵

اباجی اب تو اہل الرائے کہہ کر حنفیہ کو مطعون کرنے کا مزہ جاتا رہا ؟

باپ ۔ بیٹا اس نئی تحقیق نے تو سارا کھیل ہی بگاڑ دیا، اب کس منہ سے ہم حنفیہ کو اہل الرائے
کہہ کر اپنے دل ودماغ کی تسکین کا تریاق دیں گے، اچھا اور بھی کچھ لکھا ہے ؟

بیٹا ۔ لکھا تو اور کچھ بھی ہے مگر ایک خاص بات اور ہے، سنئے فرمایا جاتا ہے :
"جب حدیثیں جمع ہوگئیں اور راویان حدیث کی چھان بین کی گئی تو فن حدیث

کے حاملین کو معلوم ہو گیا کہ ائمہ کرام نے جو اجتہادات و استخراجات کیے تھے
ان میں سے اکثر مسائل ضعیف و موضوع احادیث پر مبنی تھے اور کئی مسائل
صحیح احادیث سے متصادم تھے " ص۱۱۱

باپ ۔ بیٹا یہ تو عجیب تحقیق ہے، یعنی تمام ائمہ اربعہ کا جب حال یہی رہا کہ انکے مسائل
فقہیہ ضعیف اور موضوع احادیث پر مبنی تھے تو پھر ہم احناف کو اب کس منہ سے
طعنہ دیں گے کہ فقہ حنفی کی بنیاد ضعیف احادیث پر قائم ہے۔ اب تو احناف
بڑے مزے سے یہ گائیں گے۔

تنہا ہمیں نہیں ہیں، لب مہ جبیں گزیدہ

بیٹا ۔ اباجی آخر ہماری جماعت والوں کو یہ کیا سوجھی کہ مذہب حنفی کے ساتھ ساتھ تمام
ائمہ فقہ کو بھی مطعون کرنا شروع کر دیا۔ یہ کسی خفقانی خلجانی ہیجانی حالت کا تو اثر
نہیں ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ جمن نے انگریزی میں اذان دی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی محلہ سلفیہ کی مسجد کے موذن شیخ جمن نے آج بڑا تماشہ کیا۔

باپ ۔ کیا کیا بیٹا؟

بیٹا ۔ شیخ جمن نے آج انگریزی میں اذان دی، جس پر بڑا ہنگامہ برپا ہے۔

باپ ۔ انھوں نے انگریزی میں کیوں اذان دی؟

بیٹا ۔ وہ کہہ رہا ہے کہ اب تک میں نے تقلیدی اذان دی تھی آج تحقیقی اذان دی ہے۔

باپ ۔ اس تحقیقی اذان اور تقلیدی اذان کا کیا مطلب؟

بیٹا ۔ وہ کہتا ہے کہ ہماری اہلحدیث فقہ والی کتاب میں لکھا ہے ، اذان عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی جائز ہے ۔ تصح بغیر العربیۃ ولو قادرا علیہا (ص ۸۶/۱) یعنی عربی زبان پر قدرت رکھنے کے باوجود غیر عربی میں بھی اذان درست ہے ۔

وہ کہتا ہے کہ عربی زبان میں اذان دینے کی ہمیں دلیل معلوم نہیں تھی اس وجہ سے عربی والی اذان تقلیدی ہے اب انگریزی زبان میں اذان دینے کی دلیل معلوم ہوگئی ہے اس وجہ سے میری انگریزی والی اذان تحقیقی ہے ۔ ابا جی شیخ جمن کا انگریزی میں اذان دینا شرعی ہے یا غیر شرعی ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

بلاوجہ طلاق کا حکم

حامداً وّمصلیاً وّمسلمًا ! بلا وجہ شرعی طلاق نہ دینا چاہئے ۔ طلاق اللہ کو انتہائی ناپسند ہے ۔ طلاق سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ، شیطان خوش ہوتا ہے ۔ بلاوجہ شرعی طلاق دینے سے عرش الٰہی لرزتا ہے ۔

عورت بلاوجہ شرعی اگر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے ۔

حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے ۔

لہذا بلاوجہ شرعی طلاق دینا سخت گناہ ہے ، اس سے بچنا چاہئے ۔

عبیدالرحمٰن غازیپوری

مکتبہ اثریہ غازی پور کی ایک اور تازہ پیش کش

سبیل الرسول کتاب پر ایک نظر

تالیف :۔ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

شائقین کی خدمت میں بہت جلد پیش کی جا رہی ہے ۔ ٹھوس اور مدلل گفتگو، شگفتہ انداز تحریر، تیکھا اسلوب بیان ۔ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی رد غیر مقلدیت میں شائع شدہ سابقہ کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی اہل علم کیلئے بہترین تحفہ ثابت ہوگی ۔

غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ

مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی نہایت دلچسپ اور پر مغز کتاب، ٹھوس علمی گفتگو، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن، دو تین ماہ ہی میں ختم ہو گیا تھا، اب دوسرا ایڈیشن پریس سے آگیا ہے، کتاب کو ہاتھ میں لیجئے اور پڑھئے اور لطف اٹھائیے، اسلوب تحریر ایسا کہ عام و خاص سب فائدہ اٹھائیں۔ پیچیدہ فنی گفتگو کو بھی نہایت آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے ۔

محمد اجمل مفتاحی

مکتبۂ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دو ماہی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۲
رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ
شمارہ ۱۰
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازیپوری
سالانہ چندہ ———— ۶۰/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی
پن کوڈ ۔ ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی

(اداریہ)

مدرسہ نورالعلوم ہرہرپور پرتاپ گڈھ

قرآن کی تعلیم کی ایک عظیم درسگاہ

پرتاپ گڈھ شہر سے تقریباً پندرہ سولہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پرتاپ گڈھ الہ آباد والی روڈ پر بشناتھ پور کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس سے ایک کیلومیٹر کے فاصلہ پر ان داتا موڑ کے نام سے ایک جگہ ہے، اس موڑ سے پچھم سڑک پر سے چلئے ڈیڑھ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بڑا سا گیٹ گرام پنچایت کا بنایا ہوا نظر آئے گا اس گیٹ سے پورب دو تین کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہر ہر پور کی بستی ہے، دور دور پر بنے ہوئے کچھ مکانات نظر آتے ہیں، پورا یہ علاقہ جنگل جیسا ہے اس بستی کے دکھن جانب ایک نہر بہتی ہے، اسی جنگل اور ویرانہ جیسی جگہ میں جہاں کھانے پینے کی عام اشیا تو دور کی بات ہے چائے اور پان کی بھی کوئی قابل ذکر دوکان دستیاب نہیں، مدرسہ نورالعلوم نام کا ایک مدرسہ ہے مدرسہ کی جگہ پر کبھی آم کا باغ تھا اور اب بھی آم کے کچھ پیڑ موجود ہیں، ان پیڑوں کے نیچے زمین پر دو ڈھائی سو چھوٹے چھوٹے بچے اپنے لکھنے پڑھنے کے سامان کے ساتھ بیٹھے نظر آتے ہیں، دو تین کیلومیٹر سے بچے روزانہ پیدل پڑھنے آتے ہیں، مدرسہ کے احاطہ کے تین طرف یک منزلہ کمروں اور درسگاہوں کا سلسلہ ہے، ان درسگاہوں میں عربی کی تعلیم ہوتی ہے اور کچھ درسگاہوں میں چھوٹے بچے کے لئے ابتدائی دینیات کا انتظام ہے۔

مدرسہ کے احاطہ میں ایک بڑی سی مسجد ہے اور اس کے اترد کھن دو بڑے بڑے ہال ہیں جن میں حفظ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، حفظ قرآن کے کئی حلقے ہیں جن میں سو سوا سو لڑکے قرآن سامنے رکھے ہوئے جھوم جھوم کر قرآن کے حفظ میں لگے نظر آتے ہیں، نورالعلوم نامی یہ مدرسہ اس جنگل جیسی جگہ میں منگل کا سماں پیدا کئے ہوئے ہے، مدرسہ میں داخل ہوئیے تو قرآن کی برکات کا صاف ظہور ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی ہے، مدرسہ میں تعمیراتی ٹیپ ٹاپ بالکل نہیں ہے مگر صفائی ستھرائی کا اہتمام اس قدر ہے کہ صحن مدرسہ میں بیٹھئے تو قلب و دماغ کو آرام اور راحت ملے اور ایسا معلوم ہو کہ کسی گلشن میں بیٹھے ہیں۔ تقریباً تین سو چھوٹے چھوٹے بچے عصر بعد ادھر ادھر پھدکتے نظر آئیں گے انھیں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ جنت کے غلمان ہیں۔ ڈیڑھ سو کے قریب ان کے علاوہ وہ بڑے بچے جو عربی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں نہایت مہذب سنجیدہ، باوقار کسی اجنبی کو دیکھ کر لپک کر سلام و مصافحہ کر کے اس کی رہنمائی کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

تقریباً ساڑھے چار سو چھوٹے بڑے طلبہ دن ورات اس مدرسہ کی زینت بنے رہتے ہیں جن کے خورد و نوش کا انتظام مدرسہ کرتا ہے۔

مدرسہ کے صدر سیٹھ حاجی عبدالرزاق صاحب مدظلہ ہیں، مدرسہ انھیں کے خاندان کی زمین پر آباد ہے، نہایت سیدھے سادے علماء سے محبت کرنے اور طلبہ دین کو اپنے دل میں جگہ دینے والے، فیاض اور سخی بزرگ ہیں، خود سالانہ ایک بڑی رقم سے اس مدرسہ کی امداد کرتے ہیں۔

مدرسہ کے مہتمم ہیں مولانا عبدالہادی صاحب قاسمی پرتاپگڈھی مدظلہ العالی سادہ طبیعت، منکسر المزاج، لباس، پہناوے اور بود و باش میں اپنے پرانے اکابر کی یادگار اور اخلاص وللٰہیت میں ہو بہو ان کی تصویر، پہلی ملاقات میں ان کو دیکھ کر آدمی سمجھے کہ کسی گاؤں کا یہ کوئی عام آدمی ہے۔ مدرسہ کی معنوی تعمیر و ترقی میں ہر وقت

فکر رہنا اور مدرسہ کی تعلیم کا معیار بلند سے بلند تر ہو اس دھن میں مست رہنا اور اپنی ساری تگ و دو اسی کیلئے کرنا اور اپنے اوقات کو اسی کیلئے مشغول رکھنا مولانا عبد الہادی قاسمی پرتاپ گڈھی کی زندگی ہے ۔

اس زمانہ میں بہت کم ایسے مدارس ہیں جن کا مہتمم مدرسہ کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کیلئے اتنا متفکر بے چین اور مضطرب ہو، تعمیراتی ترقی پر یہ مہتمین جتنی توجہ دیتے ہیں اس کا ایک چوتھائی حصہ بھی اس میں نہیں لگتا ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کا نظام بہتر ہو، اور قوم نے جن بچوں کو ان مہتمین کو امین سمجھ کر ان کے حوالہ کیا ہے ان کی تعلیم و تربیت کا بہتر بندوبست ہو، نظمائے مدارس کی ساری توجہ زیادہ سے زیادہ چندہ حاصل کرنے اور زکوٰۃ و خیرات کے پیسے سے اپنی شان بڑھانے اپنی لیڈری چمکانے اور مدرسہ کی عمارتوں کو شاندار سے شاندار کرنے میں لگتی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ مدارس عربیہ کا تعلیمی معیار دن بدن ایسا گرتا جا رہا ہے کہ مدرسوں سے ہر سال طلبہ کی کھیپ کی کھیپ فارغ ہو کر نکلتی ہے مگر ان سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں چند ایک بھی مشکل ہی سے نظر آتے ہیں جو متوسطا کے اچھے مدرس ثابت ہوں، آج تمام مدارس کو شکایت ہے کہ اچھے مدرس نہیں ملتے، اچھے مدرس پیدا کہاں سے ہوں گے جب مدارس میں اچھی تعلیم کا نظام ہی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ چندہ کرو اور مدرسہ کی عمارتوں کو شاندار کرتے رہو یہ تو نظمائے مدارس کا مزاج بن گیا ہے ۔

مدرسہ نور العلوم ہر ہر پور کے مہتمم مولانا عبد الہادی عام مدرسوں کے مہتمین سے بالکل منفرد مزاج اور طبیعت کے آدمی ہیں، پیسے جمع کرنے اور عمارتیں بنوانے سے زیادہ ان کی توجہ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ہوتی ہے ان کا کہنا ہے کہ قوم کے بچے ہمارے پاس اس لئے آتے ہیں کہ وہ یہاں سے کچھ سیکھ کے جائیں اور کچھ بن کر اپنے گھروں کو واپس ہوں شاندار عمارتوں میں رہنا ان کا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے ان کی پوری توجہ بچوں کی تعلیم و تربیت پر لگتی ہے، اور وہ اس بارے میں بچوں کے حق میں ایک شفیق باپ کا کردار ادا کرتے ہیں، بچوں کے ساتھ ان کا سلوک ایک مہربان مربی کا ہوتا ہے، وہ اپنے سینہ میں درد مند

دل رکھتے ہیں، بچوں کی خدمت کرنے کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہیں، اس کا نتیجہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ تمام بچوں کے دلوں میں مولانا عبدالہادی کا احترام ہے، وہ انکی بات توجہ سے سنتے ہیں اور ان کی نصیحتوں کو گرہ میں باندھ کر دن ورات صرف پڑھنے اور کچھ سیکھنے میں لگے رہتے ہیں، صبح آٹھ بجے سے کھانے اور نماز اور عصر کے بعد تفریح کے وقفہ کے علاوہ ان کا سارا وقت گیارہ بارہ بجے رات تک سبقوں کے یاد کرنے اور مطالعہ کرنے میں لگتا ہے، نماز کے اوقات میں پوری مسجد بھری رہتی ہے، اور ساڑھے چار سو طلبہ میں ایک دو بھی مشکل سے مسبوق نظر آتے ہیں۔ فجر سے ایک گھنٹہ قبل ہی مسجدوں میں قرآن کی تلاوت کی گونج سنائی دینے لگتی ہے، اور حفظ کے طلبہ اپنا سبق اور آموختہ دھرانے اور یاد کرنے میں مشغول نظر آتے ہیں۔

اس مدرسہ نور العلوم کی سب سے اہم اور خاص بات قرآن کی تعلیم کے انتظام اور اہتمام کی ہے، واقعہ یہ ہے ہندوستان میں بہت کم ایسے مدارس ہیں جہاں قرآن کی تعلیم کا اتنا اچھا انتظام ہو اور اس کی طرف اتنی توجہ دی جاتی ہو، حفظ کے کسی بھی بچہ کا آپ قرآن کہیں سے سن لیں، تجوید کے ساتھ اور مخارج قرأت کی پوری رعایت کے ساتھ وہ پڑھے گا۔

مولانا عبد الہادی کا کہنا یہ ہے کہ مدرسوں میں قرآن ہی کی تعلیم اچھی نہ ہو تو پھر کسی بھی فن کی اچھی تعلیم ہونے سے کوئی فائدہ نہیں، اصل قرآن ہی کی تعلیم ہے، قوم کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کسی مدرسہ میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ بے اعتنائی کی جارہی ہے تو وہ اس مدرسہ کی مدد کرنا بند کردے، مولانا فرماتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اس کا تجربہ کرے اور شکل یہ ہے کہ وہ ایک اشتہار دے کہ ہمارے مدرسہ میں تمام علوم عربیہ کی تعلیم کا بہترین نظام ہے حتیٰ کہ حدیث کا بھی نام لے کہ یہاں بخاری و مسلم کی سب سے عمدہ پڑھائی ہوتی ہے، البتہ قرآن کی تعلیم کا اس مدرسہ میں نظم نہیں ہے یا اچھا نظم نہیں ہے، آپ دیکھیں گے کہ قوم کی نگاہ اس مدرسہ سے پھر جائے گی اور کوئی دو روپیہ سے بھی اس مدرسہ کی مدد کرنے

کو تیار نہ ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ ان مدارس دینیہ کی قوم جو امداد کرتی ہے اس امداد کا مقصد فی الاصل قرآن کی تعلیم ہوتا ہے۔ تو یہ قوم کے ساتھ خیانت ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ ان مدارس کی امداد کرتی ہے اس سے پہلو تہی کی جائے اور یہ حقیقت ہے کہ مدارس عربیہ میں قرآن کی تعلیم سے خطرناک حد تک بے اعتنائی بڑھتی جا رہی ہے۔

مدرسہ نور العلوم بہرہ پور اس بارے میں پورے طور پر اپنی ذمہ داری کو محسوس کر رہا ہے اور قرآن کی تعلیم کی طرف اس کی پوری توجہ ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائی درجوں کے بچوں کا بھی قرآن ایسا عمدہ ہے کہ آپ سن کر تعجب کریں گے اور آپکی روح خوش ہو جائے گی۔ عم پارہ پڑھنے والے سات آٹھ سال کے بچے نہایت صحت کے ساتھ اور حروف کی اپنے مخارج سے ادائیگی کے ساتھ قرآن پڑھتے ہیں مدرسہ کا کوئی طالب علم آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جس کا ناظرہ قرآن نہایت عمدہ نہ ہو۔

اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے اور مولانا عبد الہادی صاحب کے قرآن کے ساتھ عشق و تعلق کی کہ پرائمری درجہ کے ایک دو کے بچے اور بچیاں بھی ایسا ہی صحیح اور عمدہ قرآن پڑھتی ہیں جیسا اونچے درجوں کے اور حفظ کے طلبہ پڑھتے ہیں یعنی پرائمری شعبہ میں بھی ہر بچے اور بچی کا قرآن نہایت صحیح ہوتا ہے اور جب بچہ پانچویں درجہ کی تعلیم ختم کر کے گھر جاتا ہے تو وہ قرآن کا اچھا پڑھنا اپنے ساتھ لیکر جاتا ہے۔

پرائمری درجوں کے بچوں اور بچیوں کا اس عمدگی کے ساتھ قرآن پڑھنا ہمیں صرف بہرہ پور کے مدرسہ میں نظر آیا۔ یہ منظر ہم نے کسی اور مدرسہ میں نہیں دیکھا۔

بعض مدارس کے مہتمین سالانہ جلسوں یا کسی اور تقریب کے موقع پر کچھ بچوں کو دو چار سورت رٹ رٹا کر تیار کر کے ان جلسوں اور تقریبوں میں قرآن پڑھوا کر عوام سے داد وصول کرتے ہیں، حالانکہ یہ ان مہتمین کا قوم کے ساتھ خطرناک مذاق ہوتا ہے یہ بچے ان دو ایک سورتوں کے علاوہ کہیں سے قرآن اچھا نہیں پڑھ سکتے اور نہ ان بچوں

کے علاوہ کوئی دوسرا بچہ مہتمم پیش کر سکتا ہے کہ جو اچھا قرآن پڑھ کر سنائے ، لیکن ہر ہر پور
مدرسہ نور العلوم کا ہر بچہ یہاں تک کہ پرائمری کا بھی ہر بچہ اور بچی ، نہایت کمسن بچے اور
بچیاں بھی نہایت صحت کے ساتھ قرآن پڑھیں گے ، آپ جب چاہیں مدرسہ نور العلوم تشریف
لیجائیں اور اس کا امتحان کرلیں ۔

چونکہ ذمہ داران مدرسہ کے پیش نظر بنیادی چیز قرآن کی تعلیم ہے اس وجہ سے
عموماً انھیں بچوں کا داخلہ لیا جاتا ہے جو کم سن ہوں ، اور تعلیم کا آغاز اسی مدرسے سے
کریں ، جو بچے کچھ پڑھ پڑھا کر دوسرے مدرسوں سے آتے ہیں ان کا پہلا امتحان قرآن
ہی کا ہوتا ہے ، اگر مدرسہ نور العلوم کے معیار پر ان کا قرآن ہوتا ہے تو ان کا داخلہ مطلوبہ
جماعت میں ہوتا ہے ورنہ پہلے مرحلہ میں ان کا قرآن صحیح کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے خواہ
اس میں کتنا بھی وقت لگ جائے اور جو اس کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کا اس مدرسہ
میں داخلہ نہیں ہوتا ۔

مدرسہ نور العلوم میں حفظ کے تقریباً سات حلقے ہیں جن میں سو سوا سو طلبہ حفظ
کی تعلیم حاصل کرتے ہیں ، اور ہر سال پندرہ بیس کی تعداد میں نہایت عمدہ حافظ اس
مدرسہ سے نکلتے ہیں ۔

اس مدرسہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس مدرسہ کا تراویح میں قرآن سنانیوالا
حافظ پیسے لیکر قرآن نہیں سناتا ، مولانا عبدالہادی صاحب نے پورے پرتاپ گڈھ
ضلع اور اس کے اطراف میں یہ فضا پیدا کردی ہے کہ تراویح میں قرآن پیسے لیکر نہ سنایا جائے
مدرسہ کے نام پر بھی ان حافظوں کو تراویح کے موقع سے کوئی پیسہ نہیں دے سکتا ۔ بلکہ
اس کا اہتمام ہوتا ہے اس مدرسہ کے جو حفاظ آس پاس کے گاؤں اور قریبی جگہوں میں
قرآن سناتے ہیں وہ قرآن سناکر ہر روز واپس پرتاپ گڈھ شہر آجائیں ، ان کے
کھانے پینے اور سحری کا انتظام شہر پرتاپ گڈھ میں مدرسہ کرتا ہے ، مدرسہ کا مطبخ پورے
رمضان کیلئے پرتاپ گڈھ شہر میں منتقل ہوجاتا ہے ۔

یہ بذاتِ خود اتنا بڑا اس مدرسے کا کارنامہ ہے کہ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ بات مولانا عبدالہادی صاحب کے قرآن کے ساتھ عشق و تعلق اور اسکے احترام اور تقدس کی حفاظت اور ان کے خلوص وللٰہیت کی روشن دلیل ہے۔

مدرسہ نور العلوم ہر اعتبار سے قرآن کی تعلیم اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ ہے، اس کا تعلیمی اور خصوصاً قرآن کی تعلیم کا معیار بہت بلند ہے، یہ درسگاہ جنگل اور گاؤں میں خدا کے بندوں کی ایک ایسی بستی ہے جہاں شب و روز اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اس مدرسہ کی کسی طرح کی بھی مدد کرتے ہیں۔

کسی مدرسہ کی تعلیمی ترقی کا راز مہتمم مدرسہ اور مدرسہ کے اساتذہ کے مابین ربط و تعلق میں پوشیدہ ہوتا ہے، اگر مہتمم کا رویہ اور سلوک اساتذہ کے ساتھ محبت واکرام کا ہے تو تعلیمی نظام بھی اس مدرسہ کا بہتر ہوگا اور اگر اساتذہ اور مہتمم میں ربط و تعلق نہیں، کھینچا تانی ہے، بغض و نفرت ہے، تو اس مدرسہ کا تعلیمی نظام چوپٹ رہے گا۔

اس راز کو مولانا عبدالہادی صاحب خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مدرسہ کے مدرسین کے ساتھ ان کا معاملہ ایک برادر بزرگ کا ہوتا ہے، مدرسین کے ہر غم اور ہر خوشی کے وہ شریک ہوتے ہیں، ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں، انکو تنخواہ ماہ بماہ ٹھیک وقت پر ادا کی جاتی ہے، کسی مدرس کی زبان پر یہ شکایت نہ ہوگی کہ اس کی تنخواہ رکی ہے، ضرورت کے موقع سے مدرسین کو وقت سے پہلے بھی تنخواہ دیدی جاتی ہے، مولانا عبدالہادی مدظلہ مہتمم مدرسہ ہر چھوٹے بڑے مدرس کا پورا احترام کرتے ہیں، ان کے اچھے کاموں کی ستائش کرتے ہیں، ان کے سامنے بعض مہتممین مدارس کی طرح اپنے کارناموں کا فخریہ بیان نہیں کرتے اور نہ بڑی بولی بول کر انکی غیرت نفس کو چیلنج کرتے ہیں، گفتگو میں لب و لہجہ نہایت نرم اختیار کرتے ہیں، اگر کسی کو کسی بات پر فہمائش بھی کرنی ہو تو اس کیلئے نہایت مناسب انداز اختیار کرتے ہیں۔

مدرسین کے ساتھ ان کا معاملہ حاکمانہ ومتقدرانہ نہیں ہوتا ہے بلکہ برادرانہ اور مخلصانہ ہوتا ہے، اس کا فائدہ یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ہر مدرس مدرسہ کے تعلیمی نظام سے اپنے کو پوری طرح وابستہ رکھتا ہے، ٹھیک وقت پر درسگاہوں میں حاضری دیتا ہے اور پورے وقت نہایت مصروفیت کے ساتھ بچوں کے ساتھ لگا رہتا ہے، اور ہر مدرس بہترین سے بہترین ریزلٹ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

مہتمم اور مدرسین کا ایسا ربط وتعلق دیکھنے کو اب کم ہی ملتا ہے، عموماً مدارس عربیہ میں اور خصوصاً ان مدارس میں جو پرائیویٹ ہیں اور شوری کی حاکمیت سیطرہ سے باہر ہیں اور جن کا مہتمم مادر وپدر آزاد ہوکر مدرسہ کا مختار کل بنا رہتا ہے، نہ حساب وکتاب کا ڈر نہ خدا کا خوف مدرسہ جس کی جاگیر بن جاتا ہے، اور مدارس میں طلبہ اور مدرسین کیساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا جاتا ہے، طلبہ ومدرسین کا بری طرح استحصال ہوتا ہے، مدرسین اور طلبہ کے ساتھ ان فرعون طبیعت مہتممین کا سلوک ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کسی زمانہ میں ظالم زمینداروں کا اپنے اسامیوں اور مزارعین کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا تھا۔ مدرسوں کو مختلف طریقوں پر تنگ کرنا، وقت پر تنخواہ نہ دینا کئی کئی مہینوں کی تنخواہ روک لینا ان کے بال بچوں کے پیٹ کی فکر قطعاً نہ کرنا اور اپنا جہنم بھرتے رہنا، زکوٰۃ وخیرات کی رقم سال سال بھر مدرسین سے وصول کرانا اور پھر ان رقموں کو اپنی تجوری میں بند کرلینا نہ طلبہ پر قاعدہ سے خرچ کرنا اور نہ مدرسہ میں کام کرنے والوں کو ان کا جائز مطالبہ دینا تعلیم سے زیادہ پروپیگنڈہ اور چندہ جن مہتممین کا مزاج ہوتا ہے، اور جہاں طلبہ و مدرسین کو جانور سمجھ لیا جاتا ہے کہ جس طرف چاہو ہنکاؤ اور جس طرح کی چاہو انکو غذا دو تو ایسے مدارس میں تعلیم کیا ہوگی اور تعلیم کا نظام کیسا ہوگا ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اس قسم کے مدارس کے طلبہ اور مدرسین ان مدارس کے نظماء ومہتممین کو بھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتے، نہ طلبہ محنت سے پڑھتے ہیں اور نہ مدرسین محنت اور شوق سے پڑھاتے ہیں، ان کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور ان کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے

مگر رپوٹوں، رودادوں میں یہ مہتممین اپنے ناکردہ کارناموں کا ایسے انداز سے تذکرہ کریں گے کہ تعلیمی ہمالیائی چوٹی انھوں نے سر کرلی ہے، جھوٹ فراڈ، پروپیگنڈہ، اللہ کی پناہ، مہتمم کے گھر کا ہر فرد مہتمم بنا رہتا ہے اور طلبہ واساتذہ کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے زکوٰۃ خیرات کی رقم تو قوم دے اور چندہ کر کے مدرس لائے اور مہتمم کی اولاد یہ سمجھے کہ ان کا باپ اپنی جیب سے مدرسہ کے طلبہ ومدرسین پر خرچ کرتا ہے۔

لفاظیوں اور پروپیگنڈہ کے زور پر چلنے والے مدرسوں سے ہٹ کر بالکل دوسری نوعیت کا ہرہر پور کا مدرسہ نورالعلوم ہے۔ جہاں الفاظ وقلم و قرطاس کا کھیل نہیں، پروپیگنڈوں کا زور نہیں، جھوٹ اور فریب نہیں، دکھلاوا، دنمود نہیں بلکہ واقعی اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت اور قرآنی تعلیم کا کام انجام پارہا ہے، اور تعلیم وتربیت کی اس کامیابی میں مدرسین مدرسہ کا زبردست کردار ہے، ہر مدرس کو لگن ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کا معیار بلند سے بلند تر ہو، طلبہ کی تربیت اور اس کی نگرانی ہر مدرس اپنا فرض سمجھتا ہے۔

غالبا مدرسہ نورالعلوم ہرہرپور کی یہ بات قابل ذکر اور عجیب ہے جو کم ازکم یوپی کے مدارس میں ہمیں کم نظر آتی ہے کہ اس مدرسہ میں جو بچوں کو کھانا دیا جاتا ہے اسکا معیار عام مدارس کے کھانوں سے بہت بلند ہے، گوشت کم ہی دیا جاتا ہے مگر جو سبزی اور دال دی جاتی ہے، اس میں اس کی پوری رعایت ہوتی ہے کہ بچے شوق و رغبت سے دو روٹی کھاسکیں، مولانا عبدالہادی صاحب فرماتے ہیں کہ جبکہ انھیں بچوں کے نام پر تو ان مدارس میں پیسہ آتا ہے اور فی الاصل انھیں کیلئے آتا ہے، مہمانان رسول کا نام لے کر مدارس والے چندہ کرتے ہیں اور قوم سے زکوٰۃ وخیرات کی رقم وصول کرتے ہیں تو یہ امانت کے قطعاً خلاف ہے کہ جن بچوں کے نام پر اور جن مہمانان رسول کے نام پر قوم ہمیں پیسہ دیتی ہے انھیں کے کھانے کا نظام اور خوراک خراب ہو، اسلئے ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ طلبہ کا کھانا اگر بہت معیاری نہ ہو تو بالکل گھٹیا بھی نہ ہو، ایسا ہو کہ مدرسین وطلبہ اور آنیوالا

مدرسہ کا مہمان بھی بلا تکلف اور رغبت سے کھالے۔

مولانا عبدالہادی صاحب کی یہ وہ بات ہے جسے ہر مہتمم مدرسہ کو نوٹ کرلینی چاہئے اور اگر خدا توفیق دے تو اس پر عمل بھی کرے۔

میں نے اس مدرسہ میں یہ بھی دیکھا کہ تقریباً تمام ہی مدرسین کے پاس پرائمری سے لیکر حفظ اور عربی درجات کے مدرسین سب کے پاس موٹر سائیکل ہے، اور ان کا آنا جانا ای سے ہوتا ہے، کسی ایک دو کے پاس یہ موٹر سائیکل ہوتی تو زیادہ تعجب نہیں تھا، مگر ہر مدرس کے پاس موٹر سائیکل کا ہونا ذرا اچنبھے میں ڈالنے والی بات تھی، میرے دل کی اس بات کو جو ابھی زبان پر نہیں آئی تھی ہمارے رفیق درس اور دوست مولانا منیر احمد صاحب قاسمی نائب مہتمم مدرسہ نورالعلوم نے غالباً محسوس کرلیا، اور انھوں نے از خود فرمایا کہ بھی ہمارے یہاں جتنے مدرس کام کرتے ہیں وہ سب کے سب دور سے آتے ہیں کوئی چار کوس کوئی دس کوس کوئی اس سے زیادہ، اور مدرسے تک آنے کا کوئی براہ راست ذریعہ نہیں ہے، بعض مدرسین اگر مدرسہ میں ہفتہ بھر رہ بھی جاتے ہیں تو جمعرات کو انکو اپنے گھر جانا ہی جاتا ہوتا ہے، سنیچر کے دن مدرسہ میں وقت پر حاضری انکو بھی دینی ہے، اب اگر مدرسین کے پاس اپنا ذریعہ آمد و رفت نہ ہو تو ان کا مدرسہ وقت پر پہونچنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور اس سے مدرسہ کا نظام بگڑتا ہے، اور بچوں کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہے اس لئے مدرسہ نے مدرسین کو یہ سہولت دی کہ وہ اپنی نجی سواری کا خود انتظام کریں اس کیلئے مدرسہ نے ان مدرسین کو مدرسہ کی بجٹ سے بطور قرض اتنی رقم مہیا کردی کہ وہ کچھ اپنی رقم لگا کر موٹر سائیکل باآسانی خریدلیں، اور پھر مدرسہ کی رقم اپنی تنخواہ سے یا جس طرح چاہیں آہستہ آہستہ واپس کردیں، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ہر مدرس کے پاس اپنی سواری بھی ہوگئی اور مدرسہ کی رقم بھی تقریباً سب نے واپس کردی اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اب کسی مدرس کو دیر سے آنے کا عذر باقی نہیں رہا، سب ٹھیک وقت پر مدرسہ پہنچ آتے ہیں۔

میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اگر منتظمین مدرسہ کا مقصد خلوص کے ساتھ تعلیم ہی ہو تو اس کیلئے اس قسم کی شکل اختیار کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے، مدرسین کے ساتھ یہ رعایت دوسرے مدارس کے مہتمین کے لئے نظر کشا ہے۔

اس مضمون کا مقصد اس مدرسہ کے بارے میں محض اپنے تاثرات کا اظہار کرنا ہے، اس مدرسہ کیلئے کسی قسم کی اپیل اس تحریر کا مقصد نہیں ہے اگرچہ دل یہی چاہتا ہے کہ میں مسلمانان ہند سے جہاں جہاں میری یہ تحریر پڑھی جائے گذارش کروں کہ آپکے تعاون کی ایک بہترین جگہ مدرسہ نور العلوم ہرہرپور پوسٹ بلکرن گنج ضلع پرتاپ گڈھ ہے، جہاں خدا کی کتاب کا نور مسلمان بچوں کے دلوں میں پورے اہتمام اور اس کتاب کے پورے احترام کے ساتھ اتارا جاتا ہے، اور جو قرآن کی تعلیم کی ایک بہترین اور بے مثال درسگاہ ہے جہاں پرائمری کے بچوں کا بھی قرآن کا پڑھنا ایسا کہ روح جھوم جائے اور جس درسگاہ میں تقریباً ساڑھے چار سو طلبہ قیام وطعام کے ساتھ رہ رہے ہیں، جہاں عربی تعلیم دورۂ حدیث سے ایک دو درجہ کم ہے اور جہاں قرآن حفظ کرنے والے بچوں کی تعداد تقریباً سوا سو ڈیڑھ سو ہے۔

جس درسگاہ کا مہتمم صاحب دل، پاک نفس، امانت وتقویٰ کی صفت کا حامل اور نہایت بے ریا اور مخلص شخص ہے جس کا نام مولانا عبدالہادی قاسمی پرتاپگڈھی ہے، اللہ انکی عمر کو دراز کرے صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور قرآن کی خدمت کی انکی بے لوث کوششوں کو اپنی مرضی کا موجب بنائے۔

۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد ۔ اور آخر میں ہم پھر ایک بار حاجی عبدالرزاق صاحب کا ذکر کریں گے کہ اس مدرسہ کی ترقی میں انکی غیر معمولی دلچسپی، اور مخلصانہ قربانیاں وفیاضیاں اور مہتمم مدرسہ کے ساتھ ہر موقع پر بھرپور تعاون بھلانے کی چیزیں نہیں ہیں، خداوند قدوس انکی عمر کو دراز کرے، اور انکی صحت میں برکت دے، مدرسہ کے تمام اساتذہ وکارکنان بھی باعث صد مبارکباد ہیں کہ انکی ذاتی دلچسپیوں، طلبہ کے ساتھ انکی محنت اور جد وجہد اور مہتمم مدرسہ کے ساتھ تعاون ہی کی وجہ سے یہ جنگل کی بستی والا مدرسہ شہروں کے محلاتی عمارتوں والے مدارس کیلئے باعث رشک بن رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام مدرسین کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے اور انکی خدمات کو قبول کرے اور انکو اس کا بہترین بدلہ دے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ بات خوش کرے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے یا اس کی عمر زیادہ ہو تو وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (مسلم)

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی اور ان کی خبر گیری اور انکے حالات کا معلوم کرتے رہنا اور حسب استطاعت ان کی مدد و اعانت کی کتاب وسنت میں بڑی تاکید ہے، آج کے حالات میں لوگ رشتہ داروں سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں اور اگر رشتہ دار غریب اور مالی اعتبار سے کمزور ہے تو عموماً اس سے دامن بچایا جاتا ہے، یہ اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف بات ہے، قرآن میں رشتہ دارو ں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بار بار ذکر آیا ہے، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی یہ برکت ہوتی ہے کہ آدمی کا رزق کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی عمر بڑھا دی جاتی ہے۔

ہر انسان کی عمر کا ایک وقت مقرر ہے، اس وقت پر اس کا مرنا ہوتا ہے، مگر خدا کا یہ بھی قانون ہے کہ اگر بعض اچھے اعمال کئے جائیں تو اس کی اجل مسمیٰ کچھ اور ہوتی ہے اور اگر یہ اعمال نہ پائے جائیں تو اس کی اجل مسمیٰ کچھ اور ہوتی ہے، یعنی اس کی تقدیر میں یہی ہوتا ہے کہ اگر اس نے فلاں اچھا کام کیا تو اس کی اجل اتنے دن

زیادہ کی ہے اور اگر اس نے یہ اچھے کام نہ کئے تو اس کی اجل (یعنی موت کا وقت مقرر) اس زیادتی کے ساتھ نہ ہوگی، تعیین دونوں جگہ پر ہے۔

~~(۲) حضرت جبیر ابن مطعم کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رشتہ داری کو ختم کر دے اور صلہ رحمی کو توڑ دے وہ جنت میں نہ جائیگا۔ (مسلم)~~

اس حدیث سے پہلے حدیث کے معنی کی تائید ہوتی ہے کہ صلہ رحمی کا عمل اللہ کو بڑا محبوب ہے، اگر کوئی اس عمل کے خلاف رشتہ داروں سے قطع تعلق کرے تو اللہ کی نعمت سے محروم رہتا ہے اور جنت میں اس کا داخلہ روک دیا جاتا ہے۔

(۳) حضرت نواس بن سمعان کلابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بر اور اثم یعنی نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نیکی حسن خلق کا نام ہے۔ اور گناہ وہ بات ہے جو تمہارے سینہ میں کھٹکے اور تم اچھا نہ سمجھو کہ لوگوں کی اس کی اطلاع ہو۔ (مسلم)

البر یعنی نیکی ہر بھلے اور اچھے کام کو کہتے ہیں۔ یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن خلق کو بطور خاص نیکی فرمایا، اس لئے کہ حسن خلق ہی ساری نیکیوں کی اصل اور جڑ ہے، حسن خلق کے بغیر کوئی نیک کام نیک بن ہی نہیں سکتا، ماں باپ کے ساتھ آپ نے سلوک کیا انکی خدمت بھی کی ان کی بات بھی مانی مگر چہرہ بگڑا ہوا ہے، ناک چڑھی ہوئی ہے تو یہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کے کام نہیں ہوئے، نیکی یہ کام اسی وقت بنیں گے جب آپ ان کی خدمت و اطاعت کے ساتھ حسن خلق کا بھی مظاہرہ کریں گے یعنی آپ اندر سے یہ ظاہر کریں کہ واقعۃً آپ یہ کام اپنی سعادت سمجھ کر کر رہے ہیں۔

اسی طرح کسی محتاج فقیر یتیم کی مدد کر کے آپ اپنے اخلاق سے یہ ظاہر نہ کریں کہ آپ کو انکی مدد کر کے خوشی ہوئی ہے تو اس وقت تک یہ مدد بر بھی شمار نہ ہوگی حسن خلق وہ عظیم صفت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میرے درمیان اور اچھے اخلاق والے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوگا جتنا شہادت کی انگلی اور اس کے داہنی طرف والی

انگلی کے درمیان فاصلہ ہے ۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ قیامت کے روز مجھ سے سب سے قریب وہ ہوں گے جن کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا ۔

اِثم یعنی گناہ کسے کہتے ہیں اس کے جواب میں آپ نے ایک اصولی بات بیان فرمادی جس سے ہر شخص خود ہی پرکھ سکتا ہے کہ اس کا کوئی کام گناہ کا ہے یا ثواب کا آپ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ وہ کام ہے جس کے بارے میں تمہارا دل مطمئن نہیں ہوتا اسے کرکے تمہیں خوشی نہیں ہوتی اور تم یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ اس کو جانیں ۔ یہ ہے گناہ کے کام کی حقیقت ، نیک کام کرنے کے بعد عموماً ایسا ہوتا ہے کہ دل میں خوشی کی لہر بیدار ہوتی ہے ، اور زبان سے اللہ کا شکر ادا ہوتا ہے ۔ اور اگر لوگوں کو اس کی خبر ہو تو لوگ ستائش کے کلمات سے یاد کرتے ہیں ، پس اگر کسی کام کے کرنے کے بعد دل میں اطمینان اور خوشی کی کیفیت پیدا نہ ہو اور دل میں وہ بات کھٹک پیدا کرے اور یہ طبیعت کو گوارا نہ ہو کہ لوگ اس کو جانیں تو آدمی کو جان لینا چاہیئے کہ یہ بِر نہیں اثم ہے یعنی ثواب کا کام نہیں بلکہ گناہ کا کام ہے ۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس کام میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دو اور وہ کام کرو جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو ۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے ۔

ماں باپ کا حق اولاد پر یہ بھی ہے کہ ماں باپ کے ملنے جلنے والوں سے خوشگوار تعلقات رکھے جائیں ، ان کے پاس آنا جانا رہے ، ان کی خیر خیریت دریافت کی جاتی رہے ، اگر ان میں کا کوئی ضرورت مند ہو تو اس کی مدد کی جائے ۔

ماں باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرنا گویا خود ماں باپ کی روح کو خوش کرنا ہے اور شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے ۔

اس حدیث کی مزید وضاحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے ۔

(۵) عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی مکہ کے راستہ میں ایک دیہاتی سے ملاقات ہوگئی، حضرت عبداللہ بن عمر نے بڑھ کر اسے سلام کیا اور اپنی سواری جس پر وہ خود سوار تھے اس کو دی اور اسے اس پر سوار کردیا۔ اپنے سر سے عمامہ اتارا اور وہ بھی اسے دے دیا، حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ آپ کو اچھا رکھے یہ لوگ دیہاتی ہیں، تھوڑی اور معمولی سی چیز سے خوش ہو جاتے ہیں (آپ کو اپنا عمامہ اور سواری دینے کی ضرورت نہیں تھی) تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اس کا باپ حضرت عمر بن خطاب یعنی میرے والد کا دوست تھا اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد اپنے باپ کے دوستوں کے گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک کرے ۔

اس حدیث سے اور حضرت عبداللہ بن عمر کے اس دیہاتی کے ساتھ اس برتاؤ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ماں باپ کے ملنے جلنے والوں کے ساتھ مدارات اور حسن سلوک اور ان کی خدمت کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے ۔

اسلامی معاشرہ کی یہی خوبی ہے کہ وہ بعض ان بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑی اہمیت دیتا ہے جس کا مذکور دوسرے مذاہب کی تعلیمات میں نہیں ۔

کتاب و سنت کی جب ان تعلیمات کی ہمارے اندر رعایت تھی تو اسلام ازخود پھیلتا جاتا تھا، اور اسلام کا معاشرہ دوسروں کیلئے باعث رشک رحمت تھا، افسوس آج ہم اسلام کی ان بنیادی تعلیمات سے بہت دور ہو چکے ہیں جس کی سزا ہمیں یہ مل رہی ہے کہ انسانی معاشرہ میں آج ہم مسلمانوں کا کوئی مقام نہیں ۔ ہم دوسروں کی نگاہ میں نہایت بے قیمت ہو چکے ہیں ۔

کبھی شمس ہمارا مقام تھا کبھی ہم قمر کے رفیق تھے
مگر آج ہمارا یہ حال کہ نہ شمار میں نہ قطار میں ،،

مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری

رسمی قرآن خوانی

قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ہو تو جتنا ہو سکے قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کردیں، یہ اسلاف کے طریقہ کے مطابق ہوگا اور اس میں اخلاص بھی ہوگا اور ان شاء اللہ مردہ کو فائدہ ہوگا، رسمی قرآن خوانی اسلاف سے ثابت نہیں۔ شامی میں اس قسم کی قرآن خوانی اور رسمی تقریبات کے متعلق معراج الدرایہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ یعنی یہ سارے افعال محض دکھاوے اور نام و نمود کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان افعال سے احتراز کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ صرف شہرت اور نام و نمود کیلئے ہوتا ہے، رضاء الٰہی مطلوب نہیں ہوتی۔ (شامی ص ۸۴۲، ج ۱)

اور جو لوگ قرآن خوانی میں شرکت کرتے ہیں عموماً ان میں بھی اخلاص نہیں ہوتا بہت سے لوگ اس لئے شرکت کرتے ہیں کہ اگر نہیں جائیں گے تو اہل بیت ناراض ہوں گے اور بہت سے لوگ صرف شیرینی اور کھانے کی غرض سے حاضری دیتے ہیں۔ تو جب اخلاص ہی نہیں ہے تو ثواب کہاں ملے گا؟ اور جب پڑھنے والا ہی ثواب سے محروم ہے تو پھر ایصال ثواب کس طرح ہوگا؟ -

علامہ شامیؒ کی تحقیق

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمدہ بحث فرمائی ہے جو قابلِ مطالعہ ہے

کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

تاج الشریعۃ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے کہ اجرت لے کر قرآن پڑھنے پر نہ میت کو ثواب پہونچتا ہے اور نہ قاری مستحق ثواب ہوتا ہے، علامہ عینیؒ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے جو شخص دنیا کے لئے قرآن پڑھتا ہو اسے اس سے روکا جائے، قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں. حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کی اجرت لے کر پڑھنے کا رواج ہوگیا ہے وہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں قرأت کا حکم کرنا آمر کو ثواب دینا اور مال کے لئے قرأت کرنا ہے پس جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قاری کو ثواب نہیں ملتا تو مستاجر (اجرت دیکر پڑھوانے والا) کو کہاں ثواب پہونچے گا؟ اگر پیسے (شیرینی) ملنے کی امید نہ ہو تو اس زمانہ میں کوئی کسی کے لئے تلاوت نہ کرے حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے قرآن مجید کو کمائی اور دنیا جمع کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الیٰ قولہ۔ علامہ مفتی خیرالدین حاشیہ بحر کے کتاب الوقف میں تحریر فرماتے ہیں۔ اقول۔ میں کہتا ہوں مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر استحساناً اجرت لینا جائز ہے، تلاوت مجردہ پر اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ تتارخانیہ میں بیان فرمایا ہے، حیث قال۔ لاینبغی لہذہ الوصیۃ۔ ...... اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد اجرت دیکر قرآن خوانی کرانا تو یہ وصیت معتبر نہیں اسلئے کہ یہ بمنزلہ اجرت کے ہے اور محض قرآن خوانی کے لئے اجرت دینا باطل ہے اور یہ بدعت ہے خلفاء میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے مسئلہ کو ہم نے استحساناً بیان کیا ہے، یعنی (قرآن کی حفاظت ہو جائے اس) ضرورت کی وجہ سے اور قبر پر اجرت لے کر قرآن خوانی کرنے کیلئے کوئی ضرورت نہیں۔ الیٰ قولہ۔ علامہ خلوتی نے حاشیۃ المنتہی الحنبلی میں شیخ الاسلام تقی الدین سے نقل فرمایا ہے، میت کے ایصال ثواب کے لئے اجرت دیکر قرآن خوانی کرانا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ کسی بھی امام سے اس کی اجازت منقول نہیں ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ قاری جب مال کیلئے قرأت کرے تو اسی کو ثواب نہیں ملتا تو وہ کون سی چیز میت کو

پہونچایگا، میت کو عمل صالح پہونچتاہے، تلاوۃ مجردہ کے لئے اجرت دینا کوئی بھی امام اس کا قائل نہیں الخ

(شامی ص۴۷، ۴۸ ج۵ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطلب فی الاستئجار علی الطاعات)

شرح سفرالسعادت میں ہے:

وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سرگور ونہ غیرآں وایں مجموع بدعت است ومکروہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہم سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لئے سوا رنماز جنازہ کے دوسرے کسی موقع پر جمع ہوتے ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر پر اور نہ دیگر کسی مقام پر یہ تمام رواج ورسوم بدعت اور مکروہ ہیں۔ (شرح سفرالسعادت ص۲۷۳)

زادالمعاد میں ہے:

ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقرء لہ القراٰن لاعند قبرہ ولاغیرہ وکل ھذہ بدعۃ حادثۃ مکروھۃ۔ (زادالمعاد ص۱۱۵ ج۱ مصری)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کیلئے جمع ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر کے پاس نہ کسی اور جگہ، یہ سب باتیں بدعت ہیں، ایجاد کردہ ہیں، مکروہ ہیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القراٰن لاجل الاکل یکرہ۔

(ایصال ثواب کا یہ طریقہ) کہ ختم قرآن یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کیلئے صلحاء اور قراء کو دعوت دیکر جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے۔

(بزازیہ علی ہامش الہندیہ ص۸۱ ج۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ

باقی ص۱۲۹ پر

محمد اجمل مفتاحی

ڈاکٹر رشید الوحیدی قاسمی جامعی

مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے مقابلے میں مجاہدین کی شکست اور انگریزی حکومت کا قیام واستحکام اب ایک حقیقت بن کر سامنے تھا، اُدھر سیاسی زوال وانحطاط کے اس سانحے کے بعد اب حکومت نے کھل کر مسلمانوں کے دین ومذہب پر حملہ شروع کردیا، وہ تمام باشندگانِ ہند کو عیسائی بنالینے کے خواب دیکھنے لگے، اس وقت علماء کو بجا طور پر یہ احساس ہوا کہ انگریزوں کی غلامی کے نتیجے میں تو ہمارے جسم وذہن ہی متاثر تھے مگر یہ صورت حال تو مسلمان کے دین وایمان اور آخرت کے لئے زبردست خطرہ ہے چنانچہ انھوں نے اپنی جدوجہد کا رخ اب حفاظتِ دین اور قوم کی اصلاح کی طرف موڑ دیا، چونکہ برٹش سامراج کو ہندوستان کی حکومت مسلمانوں ہی سے ملی تھی اس لئے ان کا اصل نشانہ بھی مسلمان ہی تھے ۱۸۵۷ء سے پہلے مسلمان ہی ان کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ مولانا حسین احمدؒ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۸۵۷ء تک تنہا مسلمان انگریزوں سے برسرپیکار رہے ۱۸۵۷ء کے قرب میں ہندوؤں کو بھی محسوس ہوا کہ اس بدیسی قوم سے ہماری بھی بربادی ہے اس لئے وہ بھی میدان میں آگئے اور مشترکہ جدوجہد غیر آئینی ۱۸۵۷ء میں ہوئی"

غرض کہ اس نازک وقت میں علماء نے قوم کے دین کی حفاظت کے لئے کوشش شروع کردی۔ اس سلسلے کی اہم اور بنیادی اور سب سے بڑی کوشش مولانا محمد قاسمؒ کی تھی۔

حضرت نانوتوی کی جد و جہد کے طفیل ایشیا کی عظیم دینی یونیورسٹی۔۔ دارالعلوم دیوبند" وجود میں آیا، اور آپ کی یہ سعی بارگاہِ رب صمد میں ایسی مقبول ہوئی کہ دین کی اس چھاؤنی سے قریب و دور ملک و بیرون ملک ہزاروں دینی مدارس کا جال بچھ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں آج جو دینی حرکت کا وجود ہے وہ اسی مخلصانہ کوشش کا ثمرہ ہے۔ افراط و تفریط سے بچا کر اہلسنت والجماعت کی راہِ اعتدال پر مسلمانوں کو باقی رکھنا دارالعلوم کا فیض ہے، اور یہ کارنامہ بلاشبہ مولانا قاسم رح اور ان کے ساتھیوں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا شیخ الہند محمود حسن وغیرہم" ہی انجام دے سکتے تھے کیونکہ اس کے لئے ضرورت تھی کلام ربانی اور حدیث نبوی میں پوری مہارت کی اور ایسے صاحبِ بصیرت کی جو پوری قوم کو اللہ اور رسول کی منشاء کے مطابق صحیح رہبری کر سکے اور اس وقت ایسی ذات صرف مولانا قاسم کی تھی جن میں بلا کی ہمت تھی، اخلاص و درد کی دولت سے مالا مال تھے: انتھک محنت کرنے کا حوصلہ تھا علمی قابلیت اور تقویٰ میں فرد تھے، معقول و منقول کے جامع تھے، ان کی بیدار اور حساس فطرت ایک طرف ملک کی غلامی کے احساس سے بے چین تھی، دوسری طرف وہ مسلم قوم کی دینی بے راہ روی سے غم زدہ تھے تیسری طرف مستقبل میں عیسائیت، نصرانیت اور آریوں کی اسلام پر یلغار سے فکر مند۔ مولانا نانوتوی کا جگر تھا کہ بیک وقت وہ ان تینوں میدان میں اترے اور دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے اپنے سینے میں یہ بات محفوظ کر لی تھی کہ وہ تینوں میدان میں کامیاب رہے۔

مگر قارئین کرام! ہم حضرت نانوتوی کے اس کام اور ظاہری تبدیلی کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ وہ کی ناکامی نے اُس مجاہد اعظم کو انگریزوں کے خلاف جد و جہد سے مایوس کر دیا یا روک دیا۔ ایک ماہر سپہ سالار کی طرح مولانا نے جنگ کی تکنیک اور انداز بدل دیا تھا۔ یہ مکتب یہ مدرسہ یہ دارالعلوم بے شک بظاہر اب ان کی توجہ اور سعی کا مرکز بن گیا تھا جس میں نصاب، کتابیں، درس وغیرہ کا مشغلہ جاری تھا مگر اس کے پیچھے حضرت نانوتوی کا وہ جذبۂ جہاد نہ صرف باقی تھا بلکہ اُسی جذبے کے لئے یہ مدرسہ تربیت گاہ بھی تھا،

جہاں آزادیٔ ملک کے لئے رضا کاروں کی ٹریننگ ہو رہی تھی یہ بات دارالعلوم کے ایک فرزند نے اپنی تحقیق میں بھی پیش کی ہے۔ "دارالعلوم میں تعلیم و تربیت ذہنی و دماغی تشفیت کا دور ہے، ظاہر ہے ملٹری ٹریننگ پانے والے ٹریننگ ختم ہونے سے پہلے جنگ پر نہیں بھیجے جاتے (مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔ علماء ہند کا سیاسی موقف ص ۴۸) اور ٹریننگ کے بعد فرزندانِ دارالعلوم نے یہ جنگ لڑی جس کی تکمیل ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔

حضرت نانوتوی کی ذہنی تربیت کے پسِ منظر میں دیکھا جائے تو ان کے مزاج کا یہ رنگ اور کام مگر یہ انداز پوری طرح واضح ہو جاتا ہے آخر تھے تو وہ ولی اللٰہی چمنستان کے گل سرسبد۔ مولانا شاہ ولی اللہ جن کی علمی جلالت کا اعتراف علماء ہندوستان کے علاوہ عرب دنیا نے بھی دل کھول کر کیا ہے۔ آپ کی محدثانہ عظمت، مفسرانہ حکمت آفرینی، فقہی وسیع معلومات انھیں ابن تیمیہ، ابن حجر کے درجے تک پہنچاتی ہے بلکہ بعض مواقع پر شاہ صاحب کا قد اونچا دکھائی دیتا ہے، ان تمام علمی بلندیوں کے باوجود اپنے عہد کے سیاسی تقاضوں، امت کی گمراہیوں، مغلوں کے زوال اور پیش آنے والے نتائج اور ہولناکیوں سے کیا وہ کسی وقت غافل رہے؟ ایک مجاہد عالم کی طرح علوم کی گرہ کشائی کے ساتھ امت کی اصلاح، بدعات و خرافات کے مفاسد کی بیخ کنی، ملکی استحکام اور حاکمانِ وقت کی تنبیہ، اس طرف بھی پوری دل سوزی سے مصروف رہے تو پھر آخر مولانا قاسم بھی تو اسی مکتبۂ فکر کے لائق فرزند تھے۔ وہ کیسے حالات کی ستم ظریفی پر آنکھ بند کر کے بیٹھے رہ سکتے تھے، اُٹھے اور اس ہمت اور ایسی آب و تاب سے اٹھے کہ علمی میدان میں۔ دارالعلوم، اور دیگر ہزاروں دینی مدارس اور سیاسی میدان میں ۵۷ء کے بعد سے حصول آزادی تک مسلم مجاہدین کا سارا کارنامہ اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے ہے، بے شک یہ دونوں رنگ مولانا قاسم صاحب میں شاہ ولی اللہ سے آکر جمع ہو گیا تھا۔ ایک طرف شاہ صاحبؒ ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز، شاہ اسحاق، شاہ عبدالغنی کا علمی سلسلہ دوسری طرف شاہ صاحبؒ ہی کے جہادی سلسلے کی کڑی جو سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، شاہ عبدالحی اور واقعۂ

بالاکوٹ کے واسطے سے ان کو ملی تھی ۔ شاہ اسحاق رح جو شاہ عبدالعزیز کے نواسے بھی تھے، دلی میں بیٹھ کر سید احمد شہید رح کے جہاد کی مالی اور اخلاقی مدد بھی کرتے رہتے تھے، مولانا قاسم رح نے بڑے بڑے قابل شاگرد چھوڑے جو اپنے علم، ذہانت، ذکاوت اور حافظے میں بے مثال تھے مگر۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہند محمود حسن سے جو کام لیا وہ کسی سے نہ ہو سکا آج فیض قاسمی میزاب محمودی سے جاری ہے ۔ (مکتوبات حضرت مدنی دوم ص ۲۴۹)

شیخ الہند رح نے علمی اور سیاسی دونوں میدان میں اپنے استاد کا مقصد اعلیٰ درجے پر پورا کر دکھایا اور نیابت وخلافت کا حق ادا کر دیا ۔ مولانا سعید احمد لکھتے ہیں :

۔ مولانا نانوتوی کی تعلیم و تربیت (بواسطہ دارالعلوم) کا علمی وسیاسی اثر بیسویں صدی کے آغاز میں تحریک حضرت شیخ الہند رح اور بعد میں جمعیۃ العلماء کی صورت میں ظاہر ہوا ،، (علماء ہند کا سیاسی موقف ص ۴۸)

اس حوالے میں ،، تحریک شیخ الہند ،، علمی وسیاسی ،، جمعیۃ العلماء ،، وغیرہ یہ فیض قاسمی کی انھیں سیاسی اور مجاہدانہ سرگرمیوں ہی کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ مولانا قاسم رح کا فیض ہی تو تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ فرزندوں کے سینے میں انگریز دشمنی کا لاوا دہکتا رہا نہ سنگین کے سایے نہ جیل کی کوٹھری نہ پھانسی اور گولی کا خوف غرض کوئی چیز انھیں خوف زدہ نہ کر سکی ، مولانا حسین احمد رح نے کھلم کھلا اعلان کیا ۔ اسلام نے کسی صورت میں بھی غلامی پر قناعت نہیں کی ،، ـــــ ۔ انگریز نے ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں کو برباد کیا ہے ، ـــــ ،، ہمارے اکابر (اس میں مولانا قاسم رح بھی شامل ہیں) نے ہندوستان میں انگریز سے آزادی حاصل کرنا اور اس کے اقتدار کو مٹانا ضروری سمجھا ، ـــــ مولانا قاسم رح نے اس طرح سے دین ومذہب کی حفاظت کے ساتھ ساتھ جہاد کی روح پھونک دی تھی جس کی ایک جھلک اُن کے جاں باز سپاہی شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگرد ، مولانا حسین احمد رح کی ان تحریروں میں آپ نے دیکھی ۔ (حوالے مکتوبات ج دوم)

مولانا قاسم کی انگریز دشمنی کی بنیاد عیسائیت کی اسلام دشمنی تو تھی ہی مگر اس کے

علاوہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں بھی تو وہ نفس نفیس شریک رہ چکے تھے جب تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا تھا۔ حضرت امداداللہ گروہ جہاد کے امیر اور مولانا قاسم سپہ سالار تھے، قضا کے عہدہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے سپرد ہوا۔ شاملی میں بندوقچیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مجاہدین ڈٹ گئے حضرت پیر ضامن شہید زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوئے اہل کاران تحصیل اس جنگ میں کام آئے خزانے کو مجاہدین نے لوٹ لیا بعد میں ان حضرات کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوا۔ یہ واقعہ تفصیل سے جہاد آزادی کے آغاز کی تاریخوں میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہاں صرف یہ اشارہ کرنا ہے کہ مولانا قاسمؒ ۵۷ء کے میدانِ جنگ کے ایک عملی مجاہد و سپاہی بھی رہ چکے تھے۔ بے شک وہ بے مثال عالم، صاحبِ تقویٰ صوفی اسلام کی حقانیت و حفاظت کے لئے سینہ سپر واعظ، خطیب و مناظر، تواضع و انکسار کا بہترین نمونہ۔ سب کچھ تھے مگر ساتھ ہی وقت پر محاذ پر ڈٹ جانے والے اور جنگ آزادی کے سُورما سپاہی بھی تھے، وہ خانقاہ اور مدرسے کے آدمی بھی تھے مگر ان اداروں کو عملی زندگی یا وقت کے تقاضوں سے فرار اور گوشۂ عافیت کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا، ان کے نزدیک خانقاہ اور مدرسہ رضاء الٰہی اور قربِ رسولؐ کے حصول کا ایک مرکز تھا، ایک پُرسکون مرکز۔ عافیت نصیب ہو تو خانقاہ و مدرسے میں دل لگا کر اللہ و رسول سے قربت کے لئے ریاضت و محنت کی جائے اور اگر خدا کی رضا، اس کے رسول کی توجہ اور محبت ہی کے لئے کبھی دار و رسن کی آزمائش سے گذرنا ہو، تب بھی علی الراس والعین (سر آنکھوں پر) ایک لمحہ توقف کے بغیر سر سے کفن باندھ کر میدان میں حاضر۔ اور اب پُرسکون زندگی کو سلام۔ یہ تھے ہمارے اکابر یہ تھی ان کی شان۔ سچ ہے ۔۔

صُفّہ کا علم، مسجد نبوی کا سوزِ عشق
شوقِ جہادِ بدر کا۔ نانوتوی میں تھا۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان کے بارے میں موجودہ دور کے غیر مقلدین کا نظریہ

مکرمی و محترمی مولانا نور الدین نور اللہ الاعظمی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی

زمزم کا شمارہ نمبر ۸ مل گیا، اس شمارہ کا بڑی شدت سے انتظار تھا، آپ نے دوبارہ بھیجنے کی زحمت کی، کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ، اس شمارہ میں مولانا شجاع الدین مفتاحی کا مضمون پڑھ کر سلفیت کے نام پر جو فتنہ ابھر رہا ہے اس کی خطرناکی کا اندازہ ہوا۔ ان احمقوں کے نزدیک ساری امت ہی گمراہ ہے، صرف شرذمہ شاذہ اہل حق ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم

خدا آپ حضرات کو جزائے خیر دے، امت کو وقت حاضر کے اس فتنہ سے آگاہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، کوئی فتنہ ہمیشہ کیلئے ختم نہیں ہوتا ہے، مگر اس کا زور ضرور کم ہو جاتا ہے اور سمجھدار طبقہ اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے، اگر ہو سکے تو مولانا شجاع الدین کے اس مضمون کو کتابچہ کی شکل میں بڑی تعداد میں تقسیم کرنے کا انتظام کیا جائے، اگر ایسا ہو تو بندہ کے نام سو کاپی محفوظ کر لی جائے۔ رقم کی ضرورت ہوگی تو پہلے ہی بھیجدی جائیگی۔

اس مضمون میں شاہ ولی اللہ صاحب کے بارے میں کچھ نہیں ہے، مولانا غازیپوری مدظلہ، کی بعض تحریروں سے اندازہ لگتا ہے کہ آج کا غیر مقلد طبقہ حضرت شاہ صاحب کے خاندان

کے بارے میں بھی بدگوئی کرنے لگا ہے، جب کہ ان کے بڑے اس خاندان کے معتقد و معترف تھے، حقیقت کیا ہے براہ کرم آپ اس پر روشنی ڈالیں، مولانا غازی پوری بمبئی اور سورت کے سفر سے واپس آجائیں تو خادم کا سلام نیازمندانہ پہونچا دیں۔

والسلام

ابوالمجاهد سرفراز گورکھپور

برادر مکرم!

وعلیکم السلام

پہلا گرامی نامہ بھی ملا، اور یہ دوسرا بھی، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ اور محض اپنی رضا کیلئے کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ زمانہ بڑے فتنوں کا ہے ایمان و عقیدہ کی آزمائش کا دور ہے، دینی کام کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً ہم جیسوں کے لئے جن کے پاس ذرائع و وسائل کی بڑی کمی ہے، شاید آپ یقین نہ کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ زمزم خسارہ میں جارہا ہے، اور اس کی بڑی وجہ مولانا غازی پوری کی متعدد نوع کی مصروفیات ہیں، زمزم کے لئے نہ سفر کرنے کا موقع ملتا ہے اور نہ خطوط لکھنے کا، مولانا غازی پوری کا مزاج بھی غالباً یہ نہیں ہے کہ زمزم کا تعاون حاصل کرنے کے لئے خطوط لکھیں یا سفر کریں۔ اب احباب اور فرزندان دیوبند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کام میں ہمارا از خود تعاون فرمائیں۔

غیر مقلدین کے اکابر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے بارے میں خوش عقیدہ تھے، غیر مقلدیت کا سرچشمہ مولانا سید نذیر حسین میاں دہلوی کی ذات سے پھوٹا ہے، اور میاں صاحب اس خاندان کے بڑے مداح رہے ہیں۔ مولانا سید میاں نذیر حسین کی سوانح حیات الحیاۃ بعد المماۃ میں حضرت شاہ صاحب اور ان کے خاندان سے میاں صاحب کی عقیدتمندی کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس سوانح میں حضرت شاہ ولی اللہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت شاہ صاحب کو صدی کا مجدد لکھا ہے۔ ص۲۲

مولانا سید اسماعیل شہید کے متعلق لکھا ہے:

"شہید نے شرک کی جڑ کاٹی کلمہ توحید کی منادی اس کے اصلی معنی کے ساتھ

کردی، گور پرستی اور عبادت لغیر اللہ کی جگہ خدا کے سامنے بندوں کے
سر جھکوائے بدعات کا قلع قمع کیا، تصوف کو سنت کے رنگ میں رنگا۔
تقلید شخصی کا زور بھی ایک حد تک گھٹا۔ ص۱۰۵

میاں صاحب کے بارے میں لکھا ہے:

میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ، جناب مولانا
شاہ عبد العزیز، جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور ان کے
خاندان کا بہت ادب کرتے[1] ص۱۹۶

مزید لکھا ہے:

یوں تو (میاں صاحب کا) خاندان ولی اللٰہی کے ساتھ نہایت ہی شغف
تھا اور نسبت بھی نہایت زبردست رکھتے تھے مگر شاہ ولی اللہ صاحب
اور مولانا شہید کی نسبت اکثر فرماتے کہ میں ان دونوں دادا پوتوں کا قائل ہوں
..... انکی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیضان الٰہی جوش
مار رہا ہے۔ ص۱۹۷

حضرت شاہ صاحب کے خاندان سے تمام اکابر غیر مقلدین کا اسی قسم کا تعلق رہا ہے لیکن
غیر مقلدیت نے جب سے سلفیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے، اور نوخیزوں کو جب اکابر ہونے
معلوم ہونے لگے، اس وقت سے ان سلفیوں کا مزاج بھی شاہ صاحب اور انکے خاندان
کے بارے میں بدل گیا ہے۔ اور اس کی پھٹکار ان سلفیوں پر یہ پڑی کہ یہ شاہ صاحب کے
ساتھ ساتھ اپنے اکابر کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ عدم تقلید کا یہ بھی ایک شاندار کرشمہ ہے۔
سلفیان دور حاضر کا شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے بارے میں اب جو عقیدہ
ہے اس کی ایک جھلک ہمیں سخن زہریر نامی ایک کتابچہ میں دیکھنے کو ملتی ہے، شاہ صاحب

---

(۱) غیر مقلدین کا عام مزاج ہے کہ یہ سچ کم بولتے ہیں اور جھوٹ زیادہ، میاں صاحب نے نہ تو شاہ عبد العزیز سے پڑھا ہے
اور نہ شاہ ولی اللہ کا زمانہ پایا ہے، اسلئے یہ دونوں حضرات میاں صاحب کے استاذ کیسے ہونگے۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ
عبد العزیز میاں صاحب کا استاذ بتلانا سفید جھوٹ ہے۔

اوران کے خاندان کے بارے میں اس کتابچہ میں جو گندگی پھیلائی گئی ہے ان سب کا تذکرہ تو بہت دشوار ہے صرف نمونہ کیلئے یہ اقتباسات ہی ملاحظہ فرمائیں ۔

مصنف رسالہ لکھتا ہے :

"اکثر ہم نے دیکھا ،سنا اور پڑھا ہے کہ بہت سے فریب خوردہ اہل حدیثان ہند ..... اس خانوادہ ولی اللٰہی کی تقدیس کی حد تک تعظیم کرتے ہیں۔ ص۶

اور اس کے بعد اسی صفحہ میں ہے :

" حد تو یہ ہے کہ یہ فریب خوردہ اہلحدیثان ہند جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔[1] اور شاہ ولی اللہ محدث کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں اور اپنے زعم فاسد کی بنا پر انھیں تنقید سے بالاتر گردانتے ہیں اور تقدیس کی حد تک انکی تعظیم کرتے ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی شاہ صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے ورنہ ان کی عقل ان کی فریب خوردگی کو باور کرہی لیتی اوران کے سامنے شاہ صاحب کی مقلدیت اوران کا مذہب ومسلک اور تصوف وسلوک میں انکی کارستانیاں واضح ہوجاتیں۔" ص۶

میرا خیال ہے کہ یہ اقتباس اتنا واضح ہے کہ اس کی شرح وتفسیر کی ضرورت نہیں ۔

اس رسالہ کے ص۱۰ ، ص۱۱ کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو :

" خاندان ولی اللٰہی تصوف کا وہ پر وقار خاندان ہے جہاں تصوف کی تمام تر رعنائیاں پورے جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ فگن ہیں ، سجدہ تعظیمی ، نذر ونیاز ، علم غیب ، تصرف فی الکائنات ، قبض روح ، دست غیب ، تکفیر

---

(۱) اس عبارت کو فضیلۃ الشیخ الدکتور جناب رضاء اللہ صاحب مبارکپوری ذرا غور سے پڑھ لیں تاکہ ان کو اپنی اس بات کی حقیقت معلوم ہو کہ اہلحدیثوں نے کبھی عدم تقلید پر فخر نہیں کیا ہے ، اور نہ انکا کبھی نام غیر مقلد رہا ہے ، یہ شہادت ان کے گھر کی ہے اور انھیں جیسے ایک محقق کی ہے ۔

ارواح، کسب فیض، توجہ والتفات، تصور شیخ، تجسد موتیٰ، احیاء اموات
زیارت شہداء، وجد وسماع وغیرہ وغیرہ کون سے ایسے امور ہیں جو اس
خاندان کے بزرگوں سے اوجھل ہیں .... اور یہ سن کر
تو شاید بہتوں کے ہوش جاتے رہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر ہند
و پاک کی وہ مایہ ناز شخصیت ہیں جو بقول خود معصوم عن الخطاء بھی ہیں اور
اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کے مواخذہ سے بری کر دیا ہے۔"

اس اقتباس میں حضرت شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس
سب کا حاصل یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا پورا خاندان معاذ اللہ
کافر و مشرک تھا۔

اس رسالہ کا ص۴۲ کھولیے لکھا ہے:

"دیکھا آپ نے خاندان ولی اللٰہی نے کس چالاکی سے سجدہ تعظیمی و سجدہ لغیر اللہ
کیلئے حیلہ جوئی کرلی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھ کر مرتبہ
صحابیت سے فیروز مند ہوگئے اور شاہ عبدالرحیم (والد ماجد حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب) نے کس ہوشیاری سے اس صحابی رسول سے زیادہ اپنی
مرتبہ افزونی کرلی"

مصنف حضرت اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھتا ہے:

"شاہ صاحب کے پوتے اسماعیل شہید اسی خاندانی نظریہ تصوف کے
اسقدر دلدادہ تھے کہ اس کے اثبات میں "طبقات" جیسی کتاب لکھ ڈالی جو
ابتداء سے انتہا تک سلفی نظریات اور اسلامی عقائد حقہ کی تردید و مخالفت پر
مشتمل کتاب ہے، اور اپنے پیر و مرشد اور یار غار سید احمد شہید کے ایماء
پر صراط مستقیم نامی کتاب بھی مرتب کی جو اکتساب مقام الوہیت کے عملی
طریقوں سے پُر ہے"

حضرت اسماعیل شہید کے بارے میں اتنی سخت بات تو بریلویوں نے بھی نہیں کہی ہوگی۔

آہ، جو ہندوستان میں اسلام کی آبرو بنے رہے انھیں کو سلفیوں کا یہ گروہ گمراہ مشرک، کافر، اسلام کے عقائد حقہ کی تردید کرنے والا قرار دے رہا ہے۔

آہ، جن سے شرک و بدعت کی ظلمتیں کافور ہوئیں، اور توحید و سنت کی روشنی سے دیار ہند کا چپہ چپہ جگمگا اٹھا انھیں ذوات قدسیہ پر یہ الزام کے یہ اسلام کی شمع کو بجھانے والے تھے۔

آہ، ثم آہ، کہ جنھوں نے کتاب و سنت کی تعلیم سے ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا کو جگمگ جگمگ کر دیا، ان پر یہ الزام کہ یہ لوگ شرکانہ عمل میں گرفتار تھے اور ان کے عقائد شرکیہ و کفریہ تھے۔

آہ ـ جن کے ہاتھ میں شمع ہدایت تھی ان کو ضلالت و گمراہی کے ہر الزام سے متہم کیا جا رہا ہے۔

سلفیوں کا یہ گروہ کہاں جا رہا ہے اور کیا بک رہا ہے، آج کوئی نہیں جو ان کی ہدایت و رہنمائی کرے اور ان کی زبان و قلم پر روک لگائے۔

یہ رسالہ فی الاصل ایک مقالہ تھا جس کو بریلی میں غیر مقلدوں (سلفیوں) کے ایک نمائندہ اجتماع میں پڑھا گیا اس اجتماع میں ہندوستان کے معروف اور چیدہ غیر مقلدین علماء موجود تھے، سب نے اس مقالہ کی داد دی سراہنا کی، مقالہ نگار کی کمر تھپتھپائی اور شاباشی دی۔

مقالہ نگار کا نام ہے عبدالعظیم ابوالقاسم السلفی رہنے والے مئو ناتھ بھنجن کے ہیں۔ اور بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری جامعہ سلفیہ بنارس کے فاضل علماء میں ان کا شمار ہے المدنی ان کے نام کے ساتھ لگا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ میں ان کو رہنے کا کچھ موقع ملا ہے۔ سلفیت کے ٹائیٹل پر غیر مقلدین کا موجودہ ٹولیوں تو

کریلا ہوتا ہی ہے مگر جب المدنی کا بھی پیوند لگ جاتا ہے تو یہ نیم چڑھا ہو جاتا ہے اور اپنے پاگل پنے میں یہ جو کچھ نہ بک جائے نہیں کہا جا سکتا، داستان درد والے مضمون سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا، اور اب اس رسالہ زمہریر کے ان اقتباسات سے مزید اندازہ لگا لیجئے، اللہ والوں کی شان میں گستاخوں کا یہ ٹولہ بہت دنوں تک اپنی مستی میں نہیں رہے گا، ان کا زوال شروع ہو چکا ہے، عربوں کی دولت امریکہ اور اسکے حلیف ممالک چوس رہے ہیں، عربوں کی دولت جہاں چسی بس یہ بھی چس جائیں گے پھر سارا کروفر ختم ہو جائے گا اور ساری اکڑ خوں ہوا ہو جائیگی ۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

اس قسم کے فاضلوں کی جب بکواسیں سننے کو ملتی ہیں تو نواب وحید الزماں حیدر آبادی یاد آ جاتے ہیں ۔ انھوں نے غیر مقلدین کے اسی نوع کے بدرا ہوں اور نالائقوں کے متعلق لکھا ہے :

"بعضے عوام اہلحدیث کا حال یہ ہے کہ انھوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کیلئے کافی سمجھا ہے، باقی آداب اور سنن اور اخلاقِ نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باز نہیں آتے، ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی و گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک و قبر پرست کہدیتے ہیں"

(لغات الحدیث ص ۹۱/۴۶)

اتمام حجت

خط اور اس کا جواب

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمزم کے شماروں نے غیر مقلدین کے حلقوں میں تہلکہ مچا رکھا ہے، اللہ نے آپ سے دین کی زبردست خدمت انجام لے لی، کسے معلوم تھا کہ ہماری جماعت میں غیر مقلدوں کا اس انداز سے بھی کوئی تعاقب کرے گا، اب ان کے پاس کیا ہے سوائے گالی گلوج کے۔

آپ کی کتابیں بھی الحمد للہ پڑھی جارہی ہیں، اور خوب پھیل رہی ہیں، غیر مقلدین بھی پڑھتے ہیں، آج کل ان کے کچھ اہل قلم نے یہ شور مچا رکھا ہے کہ آپ نے جو حوالے دیئے ہیں وہ غلط ہیں اگرچہ وہ اس کی نشاندہی نہیں کرتے ہیں مگر اسی کا شور زیادہ مچاتے ہیں، بطور خاص صحابہ کرام کے بارے میں یا توسل کے بارے میں آپ نے جو لکھا ہے وہ اس کو کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہیں مطالبہ تو نامناسب سا ہے مگر کرم فرما کر ان مسائل کے بارے میں آپ ان کی کتابوں کے کچھ صفحات کے فوٹو شائع کردیں اگر ایسا ہو جائے تو شاید ان کی زبانیں کسی حد تک بند ہو جائیں، اور ان پر حجت کا اتمام ہو جائے۔

نظام الدین قاسمی گونڈہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

ناظم !

غیر مقلدین کی زبانیں بند ہو جائیں گی یہ تصور خام ہے، بس یہ اللہ کی توفیق پر ہے، ہدایت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، جن گمراہوں نے گمراہی کا راستہ جان بوجھ کر اختیار کر رکھا ہے ان کی ہدایت بہت مشکل امر ہے، ہمارا کام ان کے لئے صرف دعا کرنا ہے اور اپنے دین کی حفاظت کیلئے ہوشیار و بیدار رہنا ہے، اھدنا الصراط المستقیم کا ورد کثرت سے کرتے رہنا چاہیے، اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر رکھے۔

جوبات باحوالہ کہی جائے اس کا اعتبار نہ کرنا اور یہ مطالبہ کرنا کہ جہاں سے اس کو نقل کیا گیا ہے اس کا فوٹو شایع کیا جائے اس کا کوئی مصنف کبھی پابند نہ ہوگا، یہ نہایت ناروا مطالبہ ہے، اگر حوالہ میں شبہ ہے تو جن کو شبہ ہے وہ خود اصل کتاب مہیا کر کے دیکھ لیں، ایک مصنف حوالوں کو مختلف کتب خانوں کی مدد سے جمع کرتا ہے، ساری کتابیں اس کے گھر نہیں ہوتی ہیں، وہ دور دراز کا سفر کرتا ہے جہاں سے جو مل گیا اسے اس نے نوٹ کر لیا، بھلا بتلائیے کہ کیا اب یہ آسان کام ہے کہ پھر دوبارہ ان حوالوں کا فوٹو جمع کرنے کیلئے ان تمام کتب خانوں اور دور دراز کے مقامات کی خاک چھانی جائے، اگر یہی ہم الذو بندیہ لکھنے والے مصنف سے مطالبہ کر دیں تو کیا وہ پورا کر سکے گا۔

کسی مصنف سے اس قسم کا مطالبہ بھی غیر مقلدین ہی کا اجتہاد ہے، ونعوذ باللہ من سوء الفہم، تاہم آپ کی رعایت میں مہیا کتابوں میں سے چند نمونے کے فوٹو حاضر ہیں، مگر یہ اول و آخر بات ہے، اس کے بعد اس قسم کا کوئی مطالبہ قابلِ قبول نہ ہوگا۔

محمد ابوبکر غازیپوری۔

آنے والے دو نوں صفحات کے اشعار مجدد غیر مقلدیت و ناشر سلفیت نواب صدیق حسن خاں صاحب کے ہیں، نواب صاحب کے فرزند جناب سید حسن علی خاں نے اپنے والد نواب صاحب کی سوانح۔ مآثر صدیقی، کے نام سے لکھی ہے، جو ۱۹۲۴ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے چار جلدوں میں چھپی تھی۔ نواب صاحب کے یہ اشعار انکے قصیدہ نعتیہ، قصیدتہ العنبریہ فی مدح خیر البریہ کا حصہ ہیں۔

خط کشیدہ تمام اشعار میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ و توسل ہے۔

بعض خط کشیدہ شعروں کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) اے میرے آقا، اے میرے سہارا، اے میرے وسیلہ، میری پریشانی وخوشحالی کے اے میرے سرمایہ

(۲) میں آپ کے دروازہ پر عجز و نیاز اور ڈرتے ہوئے سانس چڑھی ہوئی آہ آہ کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔

(۳) آپ کی جاہ کو ذلت و عاجزی کے ساتھ میں نے اپنا شفیع بنایا ہے، آپ کے سوا میری پریشانیوں کو کوئی دوسرا دفع کرنے والا نہیں ہے۔

محمد اجمل بھٹاری

(۴) آپ ہی رحم وکرم سے ہر طرح کی پریشانیوں میں مدد کرنے والے ہیں۔

(۵) اس فقیر پر آپ رحم فرمائیں جو آپ کے دروازہ پر امید لے کر حاضر ہوا ہے ، فقراء کی حرمت کے آپ ہی ضامن ہیں۔

(۶) اس بندہ پر احسان فرمائیے جو آپ کی محبت میں پناہ لینے والا ہے دشمنوں کی ڈر سے اس نے آپ کی پناہ لی ہے ۔

(۷) اور کریموں کے کریم میرا مقصد کامیاب کر دے ، میری امید کو کامیاب کرنے پر آپ ہی قادر ہیں۔

(۸) آپ کے سوا کوئی نہیں جس سے مدد مانگوں پس اے رحمۃ للعالمین میرے رونے پر رحم کھائیے ۔

ناظرین ان اشعار میں غور فرمائیں اور سلفیوں کے اکابر کی سلفیت کا اندازہ لگائیں۔

استغاثہ اور توسل آخر کس کا نام ہے ۔

محمد اجمل مشتاقی

حتی لقیت جماله بین الکرے　　وظفرت بالنبراس فی الظلماء

ومثلت مبتهلا لدیه راجیا　　نیل العنایة عمدة السراء

نظر الکریم الی الفقیر عطوفةً　　نظر العطوفة شیمة الکرماء

وحبا المؤمل ههنا رفاةً　　شتان فی التعداد والاحصاء

فجعلت اجمع رحمةً من نظره　　وطفقت اقطف وردة النعماء

ووجدت تعبیر الهدا کاملا　　نیل المنی من طابة وحراء

وجلت فی کمد عریض مزنوے　　متصر فا بلواعج الوعثاء

یلیتنی الفیت یوما بلغةً　　ورحلت نحو الحضرة العلیاء

لخرجت عن داری سریعا راجلا　　لوکان شیئاً فی یدی الصفراء

لیس التعجب ان ظفرت برویة　　بعد التمادی وانقطاع رجاء

فالصب احیانا یقر عیونه　　نیل المنی من غادة الدهناء

والشوق للمشتاق هادٍ موصل　　نحو الرجاء بوسیلة الاهواء

لا عزوات الفیت زورةً کهفنا　　حق علی الاباء للابناء

(۱) یاسیدی یا عروتی وسیلتے　　یا عدتی فی شدةٍ ورخاء

یا مقصدی یا اسوتی معاضدی　　وذریعتی یا مرصدی مولائی

(۲) قد جئت بابك خائفا مترقبا　　متاوها بتنفس الصعداء

(۳) شفعت جاهك ضار ملتذللا　　مالی وراءك صارف الضراء

(۴) انت المغیث برحمۃ وکرامۃ | فی غمۃ وغوائل وبلاء
(۵) ارحم فقیرا جاء بابك راجیا | انت الضمین بحرمۃ الفقراء
(۶) واحسن الی عبد بجیك الاذی | اوی الیك مخافۃ الاعداء
لکن انت للمحزون جارا جنۃ | من ہذہ البلوی وذی للاواء
(۷) انجح مرامی یا کریم کرائم | انت القدیر علی نفاد رجائی
اخشی ملافع معشر متجانف | ہموا بقتلی وانقطاع بقائی
(۸) مالی وراءك مستغاث فارحمن | یارحمۃ للعالمین بکائی
لا ینبغی رد العفاۃ تغافلا | شان الکرام رعایۃ الغرباء
نہر الذی ہو سائل مترقب | انی یجوز لنخبۃ العظماء
یا ایہا الشمس لرفیع مکانہ | ضاءت بنورك ساحۃ الزہراء
المع علی عنایۃ وعطوفۃ | وانر حنادس مہجتی السوداء
ولك الشفاعۃ والمکانۃ فی غد | ولانت اکرم معشر الشفعاء
ورجاء عبدك من جنابك سیدی | نیل الشفاعۃ زبدۃ الآلاء
وعظیم رجوی ان تکون مشفعی | فی عفوز لاتی بیوم جزاء
وسواك مالی فی القیا متشافع | انت المخلص لی من الباساء
لازال مدحك باقیا بین الوری | من عبدك المدہوش فی الاملاء
اہدی الیك الہنا متواترا | دار الصلوۃ الزہرۃ العذراء

ناتمام ۴۰
ناتمام ۴۰
ناتمام ۴۰

یہ نواب وحید الزماں لکھنوی ثم حیدرآبادی کی مشہور کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار کے اس صفحہ کا عکس ہے جس کے حاشیہ میں انھوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو فاسق کہاہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مشہور غیرمقلد عالم ومناظر مولانا محمد ابوالقاسم بنارسی کے زیراہتمام مطبع سعید المطابع بنارس میں ۱۳۲۸ھ میں ان کے حاشیہ کے ساتھ چھپی تھی۔ مولانا ابوالقاسم نے اپنے حاشیوں میں بہت سی جگہ مصنف کتاب نواب حیدرآبادی سے اختلاف بھی کیاہے مگراس شیعیت زدہ عقیدہ میں وہ بھی نواب صاحب کے ہم نوا اور ہم صفیر ہیں، اس کتاب کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب تصانیف اہل حدیث کے تعارف میں لکھاہے کہ یہ کتاب فقہ اہل حدیث میں ہے اور مشہور ہے۔

حاشیہ کی قابلِ اعتراض عبارت کا ترجمہ یہ ہے :

"اوراس سے جانا جاتاہے کہ بعض صحابہ فاسق تھے جیسے ولید بن عقبہ، اوراسی طرح کی بات معاویہ، عمرو، مغیرہ، سمرہ کے بارے میں بھی کہی جائے گی"

(معاذ اللہ)

لان العدل الذی شرط فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ
ان اخبر بها مسلم عدل ولو عبدا او امة ویتحری[عہ] فی خبر الفاسق
وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنه ولو اراق الماء فیتیمم فیما اذا
غلب علی رأیه صدقه او توضأ وتیمم فیما اذا غلب علی رأیه
کذبه کان احوط واما الکافر اذا غلب صدقه علی کذبه فاراقته
احب ولو تیمم قبل اراقته لم یجز تیممه بخلاف خبر الفاسق
لصلاحیته ملزما فی الجملة بخلاف الکافر ولو اخبر عدل بطهارته
وعدل بنجاسته حکم بطهارته بخلاف الذبیحة ولو دعی الی ولیمة
وثمه لعب او غناء قعد واکل فان قدر علی المنع فعل وان
کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد وان علم
اولا باللعب فلا یحضر اصلا قلت عندنا لا باس باللعب واللهو والغناء
فی النکاح والختان ونحو اسم الفرح فیجلس ویاکل نعم لو کان
هناک غناء محرم کغناء النساء الفواحش فلا یجلس ان کان علی المائدة
وان کان فی محل آخر فیاکل ویرجع ولا یجلس هناک ومن الملاهی
ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبیه فلا باس کما اذا ضرب فی ثلثة اوقات
لتذکر ثلث نفخات الصور ای بعد العصر وبعد العشاء وبعد نصف اللیل
قال فی البزازیة استماع صوت الملاهی حرام کضرب قصب ونحوه قلت
ای دلیل علی حرمتها والحدیث الذی نقلها صاحب البزازیة استماع
الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر لم نجد له اصلا

قوله عہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا نزلت فی ولید بن عقبة وکذلک قوله تعالی من کان مومنا کمن کان فاسقا دمنه یعلم ان من الصحابة من هو فاسق کالولید ومثله یقال فی حق معاویة وعمرو ومغیرة وسمرة ومعنی کون الصحابة عدولا انهم صادقون فی الروایة لا انهم معصومون ۱۲ منه

کنزالحقائق نواب وحیدالزماں حیدرآبادی کی مشہور فقہ کی کتاب ہے۔

نشان زدہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ :

صحابہؓ رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، مگر ان صحابہ کرام، حضرت ابوسفیان، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں

استغفر اللہ العظیم

نیچے کی نشان زدہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین حضرت لقمان (ان کا تذکرہ قرآن میں تفصیل سے بطور مدح ہے) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین اور اسی طرح حضرت موسیٰ کے اصحاب کی نہ مدح کی جائے گی اور نہ انھیں برا بھلا کہا جائے گا۔

(دلیل کچھ نہیں صرف حاکمانہ فیصلہ ہے) سورہ محمد کا آخری رکوع پڑھیے اور دیکھیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین کا تذکرہ اللہ تعالےٰ نے بطور مدح کیا ہے یا نہیں؟

جمیل مناحی

عکس ۶۴

یہ بھی نواب وحید الزماں کی کتاب هدایة المهدی کا عکس ہے
نشان زدہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ :

"دعا شرعی جیسے نماز تو عبادت ہے اس لئے غیر اللہ کے لئے جائز نہیں مگر دعا لغوی بمعنی ندا یعنی پکارنا تو یہ غیر اللہ کے لئے مطلقاً جائز ہے۔ زندوں کو بھی ندا کرنا جائز ہے اور مردوں کو بھی پکارنا جائز ہے۔"

خود نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنی بعض کتابوں میں اس طرح ندا کی ہے۔

قبلہ دین مددے   کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے   قاضی شوکانی مددے

یعنی قبلہ دیں میری مدد فرما ، کعبہ ایماں میری مدد فرما
ابن قیم میری مدد فرمائے ، قاضی شوکانی میری مدد فرمائے۔

جی ہاں اکابر سلفیین غیر مقلدین کی سلفیت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

بقیہ ص۶۴

عبداللہ غازی پوری، میاں صاحب دہلوی اور نواب صاحب بھوپالی پر علم و فضل اور فقہ و بصیرت کا یہ دروازہ کیوں بند رہا جو پی ایچ ڈی صاحب پر آج کھلا ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

یہ بھی نواب وحید الزماں صاحب کی کتاب ھدیۃ المھدی کا عکس ہے۔
خط کشیدہ عبارت کا حاصل یہ ہے :
لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے انبیاء و صالحین سے توسل کرنے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ، ایک قول یہ ہے کہ قطعاً جائز نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ زندوں سے جائز ہے، مردوں سے نہیں، تیسرا قول ہے کہ مطلقاً یعنی زندوں، مردوں سب سے جائز ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ نبی سے جائز ہے غیر نبی سے جائز نہیں۔
ہمارے مشائخ میں سے نواب صدیق حسن خاں اور شوکانی نے اور اسی طرح سبکی نے تیسرے قول کو (یعنی زندہ و مردہ سب سے توسل جائز ہے) اختیار کیا ہے ، اور یہی پسندیدہ بات ہے، اس لئے کہ جب غیر اللہ سے توسل جائز ہے تو زندوں کی تخصیص کی دلیل کیا ہے ؟

محمد رجب علی پشاوری

وكذا اتفقوا على ان العرس بدعة من موهتاعفى ايقاد السرج على القبور ودعوة الناس اليها واتخاذها عيدا ومنها النيازات بالشرائط والقيود المخصوصة كدأب اهل الجاهلية حيث يقولون ان نياز سيدتنا فاطمة الزهراء لا ياكله الذكور ولا الارامل وبعض النيازات يخصصونها للذكور ويحرمونها على ازواجهم وكذلك يخصصون انواع الاطعمة فى بعض النيازات ولا يجوزون النوع الآخر فيها وهل هذا الا افتراء على الله واختراع فى دين الله واجتراء على الله ورسوله اعاذنا الله منه

فصل اختلفوا فى جواز التوسل الى الله بانبيائه والصالحين من عباده منهم من لم يجوزه مطلقا ومنهم من جوزه بالاحياء دون الاموات ومنهم من جوزه مطلقا ومنهم من جوزه بالنبى لا بغيره هذا اقول هذا قول ابن عبد السلام ونقل المروزى فى المنسك عن امامنا احمد بن حنبل انه يتوسل بالنبى ﷺ واختار ابن القيم القول الثانى وعن شيخه روايتان واختار السبكى والشوكانى والسيد من اصحابنا القول الثالث وهو المختار لانه اذا ثبت جواز التوسل بغير الله فاى دليل يخصه بالاحياء وليس فى اثر عمر ما يدل على منع التوسل بالنبى ﷺ وهو انما توسل بالعباس رض لاشراكه فى الدعاء مع الناس والانبياء احياء فى قبورهم وكذا الشهداء والصالحون وقد ادعى ابن عطاء على شيخنا ابن تيمية اشياء ثم لم يثبت منها شيئا غير هذا انه يقول لا تجوز الاستعانة بمعنى العبادة من رسول الله صلى الله

اوکان عکسہ خارج حد ودہ او اقتدارہ فلہ ان یطلب الشہود ثانی مرۃ
ویبطل الحکم الاول ولو وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالب الورثۃ المہر
وقالوا کانت الھبۃ فی مرض موتہا وقال الزوج بل فی الصحۃ فالقول قول
الورثۃ بیمینہم ولو وکلہا بطلاقہا فہذا التوکیل باطل عندنا وقال
الاحناف صحیح ولا یملک عزلہا ولو قال ھذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطا
وصدقتہ فلہ ان یتزوجہا ولو عض ید انسان فنزعہ وقلعت سن العاض
فلا شئی علی النازع ولا یکرہ من اعضاء الشاۃ شئی والدم المسفوح حرام
بنص الآیۃ ولوکانت الحشفۃ ظاہرۃ بحیث لو راٰہ انسان ظنہ مختونا فلا
حاجۃ الی الختان ان لم تقطع جلدۃ ذکرہ الا بالتشدید والالم ولو ختن
ولم تقطع الجلدۃ کلہا فان قطعت اکثر من النصف کان ختانا والا فلا ویجوز
فصد البہائم وکیہا لا قطع اذنابہا واٰذانہا وجاز قتل ما یضر ککلب
عقور وہرۃ موذیۃ ضارۃ فیذبحہا ولا یضربہا ولا یحرقہا وان اکثر
الکلاب فی البلد وخیف اذاہم یجوز اہلاکہم او اخراجہم ویستحب الترضی
للصحابۃ غیر ابی سفیان ومعاویۃ وعمرو بن العاص ومغیرۃ بن شعبۃ و
وسمرۃ بن جندب ویستحب السکوت عن ہؤلاء الخمسۃ و تفویض امرہم
الی اللہ ولا یحسن سبہم ولا مدحہم وکذا لمن اختلف فی نبوتہ کذی
القرنین ولقمان وکذا للحواریین واصحاب موسی علی نبینا وعلیہ السلام
والترحم للتابعین ومن تبعہم من ائمۃ الدین والسلف الصالحین والعلماء
الراسخین ویجوز عکسہ والاعطاء باسم النیروز والمہرجان والھولی

وقال الشيخ عبد الحق فی شرح المشکوٰة اما الاستمداد باهل القبور غیر النبی او الانبیاء فقد انکره کثیر من الفقهاء وقالوا لیس الزیارة الا الدعاء للموتی والاستغفار لهم وایصال النفع الیهم بالدعاء وتلاوة القرآن واثبته المشائخ الصوفیة قدس الله اسرارهم وبعض الفقهاء رحمهم الله قال شیخ شیخنا مولانا اسحاق فی کلمات مائة مسائل هذه المسئلة مختلفة فیها قلت اذا ثبت السماع والادراک للموتی فای مانع یمنع منه سیما اذا جربه کثیر من الاولیاء بحیث لایحصی عددهم ولایجوز العقل تکذیبهم ومع ذلک الاحوط الاقتصار علی الزیارة السنیة وترک الانکار

فصل

الدعاء الشرعی عبادة کالصلوٰة فلایجوز من غیر الله وهی المراد فی الآیات التی ورد فیها لفظ الدعاء اما الدعاء اللغوی بمعنی النداء فتجوز لغیر الله تعالیٰ مطلقا سواء کان حیا اومیتا وثبت فی حدیث الاعمی یا محمد انی اتوجه بک الی ربی وفی حدیث اخر یا عباد الله اعینونی وقال ابن عمر حین زل قدمه وامحمداه ولما دعا ملک الروم الشهداء الی النصرانیة قالوا یا محمداه رواه ابن الجوزی من اصحابنا وقال اویس القرنی بعد وفات عمر یا عمراه یا عمراه یا عمراه رواه هرم بن حیان وقال السید فی بعض توالیفه قبلهٔ دین مددی کعبهٔ ایمان مددی ابن قیم مددی قاضی شوکان مددی قال مولانا اسحاق فی مائة مسائل هناک فرق بین نداء النبی ونداء غیره ونداء النبی ظاهره الجواز اذا کان بنیة الصلوٰة والسلام قلت ان نادی میتا عند قبره یمکن ان یسمع ولکن لانتیقن بالسماع وان

یہ بھی نزل الابرار من فقہ النبی المختار کتاب کا عکس ہے

اس پورے صفحہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن کا کتاب وسنت میں کہیں ذکر نہیں ، ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ صحیح بات یہ ہے شراب نجس نہیں ہے اسی طرح قے بھی نجس نہیں ہے ، اور ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ انبیا علیہم السلام کی نیند کی حالت معتوہ یعنی معاذاللہ پاگلوں کی طرح ہوتی ہے اگر یہ حالت کسی کو پیش آ جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ۔

" معتوہ " کے بارے میں مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۵۱۸ میں لکھا ہے :

المعتوہ ھوالمجنون المصاب بعقلہ یعنی معتوہ پاگل جس کی عقل خراب ہو اس کو کہتے ہیں ۔

اور اخیر سطر میں یہ بھی مسئلہ مذکور ہے کہ مباشرۃ فاحشۃ سے وضو نہیں ٹوٹے گا ۔ مباشرۃ فاحشۃ کا مطلب غیر مقلدین عوام اپنے علماء سے پوچھ لیں ۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

محمد اجمل مصباحی

من الراس او خرج من المعدة وقيل غيرنا قض واختاره مالك والشافعی
اما ماء فم النائم فلا ينقض اتفاقا واختلف فی نجاسة الفئ والصحيح انه
لا دليل علی نجاسته قالوا لو كان الطعام او الشراب فی المرئ ولم يصل الی المعدة
فلا ينقض خروجه اتفاقا كقی حية او دود كثير ولو قاء خمرا او بولا ولو قليلا ينقض
لنجاستهما والصحيح ان الخمر ليس بنجس فيمكن ان يكون محلا للاختلاف وقی البلغم
لا ينقض بالاتفاق الا المخلوط بطعام ففيه اختلاف وقال الاحناف يعتبر الغالب
ولو استويا فكل على حدة وعندنا كله سواء ولو خرج دم مائع من جوف او فم غلب
على البزاق او ساواه او غلبه البزاق لا ينقض عندنا والقيح والصديد ولو
خرجا بالوجع كالدم والاختلاط بالمخاط كالبزاق ولو مصت العلقة او القراد
الكبير وامتلأت من الدم فلا ينقض الوضوء كما لا ينقض بالحجامة او الفصد
وينقض الوضوء ما يوجب الغسل والنوم مضطجعا او مستلقيا او على وجهه او متكئا
قائما او قاعدا او راكعا او ساجدا ولو فی غير الصلوة او متوركا او محتبيا ولو راسه
على ركبتيه او فی محمل او سرج او اكاف او على دابة عريان ولو حال الهبوط
ولو نام قاعدا يتمايل فسقط ان انتبه حين سقط فلا ينقض وكذا لو نام
متربعا وكذا لو نعس او عرضه الغنة كنوم الانبياء عليهم السلام وينقض الوضوء
الاغماء والغشی والجنون واختلف فی اغماء الانبياء وغشيهم وكذا اختلف فی السكر
ولو باكل الحشيش او الافيون والصحيح انه ان صار ثملا زال حسه وعقله فينقض
والا فلا ولا ينقض بالقهقهة ولو من مصلٍ بالغ فی صلوة كاملة وكذا بمس
المرأة والامرد وكذا بالمباشرة الفاحشة وينقض بمس الذكر والفرج ببطن الكف

یہ بھی نزل الکتاب کا عکس ہے۔

اہل علم ملاحظہ فرمائیں کہ کتنے مسائل ہیں جن کا کتاب و سنت میں ذکر نہیں مگر ان کو آنحضور کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، اور من فقہ النبی المختار ان مسائل کو بتلایا گیا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

منجملہ مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر قرآن شریف کو کسی کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ دیا جائے یا غلاف اور صندوق میں رکھا جائے تو اس کو سر کے نیچے رکھا جا سکتا ہے، اور اسی طرح پیٹھ کے پیچھے بھی رکھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، نیز یہ مسئلہ بھی ہے کہ منطق، فلسفہ اور علم کلام کی کتابوں کی کوئی عظمت نہیں ہے، بعض کے قول کے مطابق ان کے اوراق سے استنجا کرنا جائز ہے۔

ان سارے مسائل کو اللہ کے رسول کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔۔

بقیہ صنہ ۲ کا

ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہدیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہونچا دیں ۔ الی قولہ ۔ چاہے تین مرتبہ قل ہو اللہ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائیگا یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں، اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے، اور اللہ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا، تو وہ اس درجہ کو نہیں پہونچ پاتا، یہ فرق خلوص اور عدم خلوص کا ہے، کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کا ہوگا وہ غیر صحابی کا نہیں ہو سکتا۔ (انفاس عیسیٰ صہ ۲۱۵ ج ۱)

کتابته من غیر مس ما یکتبه او بوضع الصحیفة واللوح علی الارض وفی حکم
المصحف حصته من النصف او الربع او منتخبه المشتمل علی سور معدودة
لا القرطاس الذی فیه آیة او آیتان لانه لا یقال لها المصحف وکره البعض العلماء
قراءة التوراة والانجیل والزبور ونحوها للجنب وخصها بعضهم بما لم یبدل
لا قراءة قنوت ولا اکله وشربه بعد غسل ید وفم وبدونه ولا معاودة اهله
قبل اغتساله وکذا بعد الاحتلام ومنع عنه بعض الاحناف من غیر دلیل ولو صار
المصحف بحیث لا یقرأ فیدفن کالمسلم ویمنع الکافر من مسه وجوزه البعض اذا
اغتسل ولا باس بتعلیمه القرآن او الحدیث عسی ان یهتدی ویکره وضع المصحف
تحت رأسه وکذلک خلف ظهره الا اذا کان فی خریطة او زنبیل او صندوق
والاولی ان توضع کتب النحو والصرف ثم فوقها کتب الفقه ثم فوقها کتب الحدیث
ثم فوقها کتب التفسیر ثم فوقها المصاحف اما کتب المنطق والفلسفة والکلام
فلا عظمة لها وجوز بعضهم الاستنجاء باوراقها وتکره اذابة الدراهم
المسکوکة بسکة المسلمین او بآیة من القرآن الا لضرورة ولا یجوز حمل المصحف
معه فی الخلاء او فی مقام نجس وکذا حمل الرقیة والتمیمة التی فیها اسماء الله
تعالیٰ او کلامه او اسماء الائمة واسماء انبیاءه والصالحین من عباده وقیل
یجوز اذا کان فی غلاف متجافٍ او لم یمکن ترکه خوفا من السارقین او الناهبین ولم
یجد محلا مناسبا للوضع خارج موضع الحاجة وکذا لا یجوز قرأة القرآن
حالة الاستنجاء او فی الخلاء ولو قرأه بالقلب فلا باس به وکذا ذکر الله
تعالیٰ ولا باس برمی براية القلم الجدید وبرایة القلم المستعمل خلافا للاحناف

یہ اقتباس جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والی مولانا رئیس احمد ندوی کی کتاب " تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق " کا عکس ہے۔

ناظرین اس صفحہ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کتاب کے مصنف کے دل میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیسی جلن ہے، اور اس کا دل اس جلیل القدر صحابی کے بغض سے کیسا بھرا ہے۔

ابن مسعود، ابن مسعود کہہ کر ان کا نام کتنی حقارت سے یہ بدبخت لیتا ہے۔

یہ غیر مقلدین کی سلفیت کا ہلکا سا عکس ہے۔

ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا

نوٹ

تنویر الآفاق کتاب مصنفہ مولانا رئیس احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس۔

شائع کردہ جامعہ مذکور کا اقتباس ہے۔

خط کشیدہ عبارتوں میں غور کرنے سے غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ و نظریہ کا پتہ چلتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

لم یحل حتی بلغ الھدی محلہ ،،

یعنی کتاب وسنت دونوں کا فیصلہ ہے کہ حج قران کیا جائے (صحیح مسلم ص۴۰۴ ج۱ وغیرہ)

مذکورہ بالا روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حج تمتع پر اپنی لگائی ہوئی پابندی کو حضرت عمر نے کتاب وسنت کے مطابق قرار دیا تھا مگر چونکہ موصوف کا یہ فرمان کتاب وسنت کے ظاہری نصوص کے مطابق ہونے کے بجائے مخالف ہے اس لئے تمام فقہی مذاہب والوں نے نیز جملہ اہل علم نے حضرت عمر کے اس قول کو نہ سنت قرار دیا اور نہ صحیح و درست مانا بلکہ سبھی نے اسے کتاب وسنت کے صریح وظاہری نصوص کے خلاف پاکر رد کر دیا۔ اس مثال اور اس جیسی دوسری مثالوں پر طلاق کے زیر بحث مسئلہ کو بھی پرکھنا چاہیئے ۔

اس سے قطع نظر ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر وہ بھی ایک وقت میں تینوں طلاقیں دے ڈالنے والے فعل کو نصوص کتاب وسنت کے خلاف اور حرام ومعصیت قرار دینے پر متفق ہیں لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام ومعصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم دواقع مان لینا دوسروں کے لئے بلا دلیل شرعی حجت کیونکر ہو سکتا ہے ؟ خصوصاً جب کہ فرمانِ نبوی ہے کہ جو کام ہماری اجازت وحکم کے بغیر کیا گیا وہ مردود ہے ۔

اوپر یہ بتلایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم ہے کہ جن عورتوں کو رجعی طلاق دی گئی ہو انھیں ان کے طلاق دینے والے شوہر ان کے ان گھروں میں رہنے دیں جو گھر انھوں نے اس طلاق سے پہلے انھیں رہنے کے لئے دے رکھا ہو۔ ان مطلقہ عورتوں کے لئے ان گھروں میں رہنے کا حکم مدتِ رجوع کے اندر محدود ہے ۔ مدت رجوع میں رجوع نہ کرنے کی صورت میں ان مطلقہ عورتوں کو ان گھروں میں رہنے کی اجازت شریعت کی طرف سے نہیں ہے ۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرآنی سیاق وسباق اور نظم وترتیب کا مقتضی یہ ہے کہ یہ حکم صرف رجعی طلاق والی عورتوں کے لئے خاص ہے ورنہ جنھیں تینوں طلاقیں حاصل ہو چکی ہیں ان پر یہ حکم الہٰی نہیں چل سکتا خصوصاً اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوری وضاحت اور صراحت فرما دی ہے کہ جس عورت کو تینوں طلاقیں دی جا چکی ہیں اسے سکنیٰ ونفقہ نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ :۔

طلاقوں کو ہم نافذ قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بیان میں ابن مسعود کا بیان کردہ اصول دراصل بنیادی طور پر ان کی اجتہادی غلطی پر قائم ہے، کیونکہ اصول شریعت یہ ہے کہ کسی بھی عمل کے لئے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریق کے خلاف دوسرا طریقہ اختیار کرنے والے کا عمل مردود و کالعدم قرار پائے گا جیسا کہ بحالت حیض ابن عمر کی دی ہوئی طلاق کو آپؐ نے حکم خداوندی کے مطابق مردود و کالعدم قرار دیا تھا (کما سیاتی التفصیل)

اسی طرح بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کو صرف ایک طلاق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول شریعت کے تحت قرار دیا تھا کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقیں خلاف حکم الہٰی ہونے کے سبب مردود اور صرف ایک طلاق معتبر ہے۔ چونکہ ابن مسعود کا بیان مذکور اللہ و رسول کے بیان کردہ اصول شریعت کے خلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ بیان ابن مسعود شرعًا ساقط الاعتبار ہے پھر ابن مسعود کے بیان کردہ اس غلط اصول کو مدیر تجلی اور ان کے ہم نواؤں کا اصول فتویٰ قرار دے کر اصل اصول شریعت کو چھوڑ دینا آخر کون سی تحقیق پسندی ہے؟ ابن مسعود تو صاف طور پر اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ایک وقت میں تین یا اس سے زیادہ طلاقیں اللہ و رسول کے بتلائے ہوئے طریق طلاق کے خلاف محض تلبس والا ومشتبہ قسم کا عمل ہے، دریں صورت ابن مسعود کی اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابل نفاذ ہے لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی نہایت واضح و ظاہر ہے یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی تو آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا ان کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتویٰ بنا لینا درست ہے؟ ہم یہ سمجھنے میں اپنے کو حق بجانب پاتے ہیں کہ اپنے مذکورہ بالا بیان کی کمزوری و غلطی کا احساس بعد میں ابن مسعود کو ہو گیا تھا بنابریں روایت ابن وضاح کے مطابق موصوف ابن مسعود بعد میں ایک وقت کی تین طلاقوں کو اصول شریعت اور تصریح شریعت کے مطابق صرف ایک قرار دینے لگے تھے آخر حضرت ابن مسعود و عمر بن خطاب کتاب و سنت کے خلاف جنبی کے بارے میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں وہ تیمم کر کے نماز نہیں پڑھ سکتا تو کیا ابن مسعود کے اس طرز عمل کو اصول فتویٰ بنا کر نصوص کتاب و سنت کو ترک کر دینا درست ہے؟ اسی طرح ابن مسعود وفات نبوی کے بعد ایک زمانہ تک نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے تو نصوص کتاب و سنت

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

کوفہ والوں کی روایت کے بارے میں نامور محقق کی تحقیق

بیٹا ، اباجی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ، بخاری و مسلم میں کوفہ والوں کی روایتیں ہیں ؟

باپ ۔ جی بیٹا ۔ یہ دونوں عظیم کتابیں کوفہ کے محدثین کی روایتوں سے بھری ہیں بعض روایات کی سندوں میں کوفہ والوں کے سوا کوئی دوسرا راوی ہے ہی نہیں ۔

بیٹا ۔ مگر ہمارے علماء تو کہتے ہیں کہ کوفہ والے بڑے جھوٹے ہوتے ہیں ۔ اماٖم بخاری وامام مسلم نے اپنی کتابوں کو ان جھوٹے لوگوں کی روایتوں سے کیوں بھرا ہے ؟

باپ ۔ کس نے یہ بات کہی ہے ؟ جس نے یہ بات کہی ہے وہ خود سب سے بڑا جھوٹا ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثیں سیکھنے کے لئے سب سے زیادہ سفر کوفہ ہی کا کیا تھا ، امیر المومنین فی الحدیث سفیان ثوری ، جلیل القدر محدث ابن عیینہ ، امام الجرح والتعدیل ، وکیع اور یحییٰ بن سعید قطان ، عبداللہ ابن مبارک ، اور ان کے علاوہ بے شمار محدثین کوفہ ہی کے ہیں یا کوفہ میں آکر بس گئے تھے ، امام شعبی ، امام نخعی ، مسعر بن کدام یہ سب کوفہ ہی باشندے تھے ، انھیں محدثین پر تو علم حدیث کا دارومدار ہے ، اگر کتب حدیث سے

کوفہ والوں کی روایت نکال دی جائے تو ذخیرہ حدیث میں زبردست خلا پیدا ہو جائے گا۔

جو یہ لکھتا ہے کہ کوفہ کے محدثین جھوٹے تھے، وہ ذخیرہ حدیث کو نا قابل اعتبار بنانے کی کوشش کرتا ہے، وہ حدیث رسول کا پکا دشمن ہے، اگر وہ کسی حوالہ سے یہ بات کہتا ہے تو وہ حوالہ نا قابلِ اعتبار ہے، اس سے پوچھو کہ اگر وہ سچا ہے تو اپنے حوالہ کو صحیح سند سے ثابت کرے۔

بیٹا ۔ اباجی مولانا رئیس احمد ندوی کو آپ جانتے ہیں؟

باپ ۔ جی بیٹا، وہ ہماری جماعت کے بہت ہی نامور محقق عالم ہیں اپنے جامعہ کے استاد ہیں، عقل کا گلا دبوچ کر اپنے پاس رکھتے ہیں، علم و تحقیق کے سینہ میں چھرا گھونپتے ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی انھوں نے ہی تو لکھا ہے کہ کوفہ والے بڑے کذاب و افترار پرداز ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب ضمیر کے بحران میں لکھتے ہیں۔

۔ عراق کے مرکزی شہر کوفہ والوں کی بابت، حضرت علی اور حضرت ابن عمر سعد بن ابی وقاص وغیرہم نے کہا ہے کہ یہ لوگ بڑے کذاب وافترار پرداز ہیں، اور حوالہ دیا ہے تاریخ فسوی کا۔

باپ ۔ بیٹا میں نے کہا نا۔ کہ یہ ندوی صاحب عقل کا گلا دبوچ کر اپنے پاس رکھتے ہیں انھوں نے اس روایت کی نہ سند بیان کی ہوگی، نہ اصل عبارت پیش کی ہوگی، ان کا عام انداز یہی ہے، اسی وجہ سے انکی کتابیں ہماری جماعت میں مردود ہیں۔

بیٹا ۔ واقعی اباجی، انھوں نے نہ اس روایت کی سند بیان کی ہے نہ اصل عبارت پیش کی ہے۔

باپ ۔ جی بیٹا ان کا ہر مال چالو ہی رہتا ہے۔

بیٹا ۔ تو پھر یہ چالو مال والے ندوی صاحب ہماری جماعت کے نامور محقق

- کیسے ہو گئے ۔؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلد نامور محقق کی بکواس اور حدیث رسول کی معنوی تحریف

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ حدیث رسول کی معنوی تحریف کرنے والے کا کیا حکم ہے ؟

باپ ۔ بیٹا جو شخص حدیث رسول کی لفظی یا معنوی تحریف کرکے اور جان بوجھ کر اس کا مطلب غلط بیان کرے وہ بہت بڑا دجال، قادیانی کا بھائی اور سخت گناہگار ہے ۔

بیٹا ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور دائیں بائیں دو دو لکیریں اور یعنی چار لکیریں کھینچی اور بیچ والی سیدھی لکیر کے بارے میں فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور اسی راستہ کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ۔

باپ ۔ جی بیٹا، حدیث میں ایسا مذکور ہے اور اسی سیدھی راہ کی پیروی ہم لوگ کرتے ہیں، جو راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی اور جو دائیں بائیں والی چار لکیریں ہیں ان سے کسی محدث نے چاروں فقہی مذاہب بھی مراد لیا ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ان چاروں لکیروں سے مراد چاروں تقلیدی مذاہب تو کسی محدث نے مراد نہیں لیا ہے ۔ اور نہ اس سے یہ چاروں فقہی مذاہب مراد ہیں، ورنہ پھر تو ساری امت گمراہ قرار پائے گی، حنابلہ، شافعیہ، مالکیہ اور احناف سب گمراہ قرار پائیں گے ۔

بیٹا ۔ اگر کوئی ان لکیروں سے چاروں فقہی مذاہب مراد لے تو ؟

باپ ۔ پھر تو وہ کوئی بہت بڑا جاہل اور دجال ہوگا، جو حدیث رسول کا غلط مطلب

بیان کرتا ہے، وہ کوئی شیطان ہوگا جو لوگوں میں شیطانی وسوسے پیدا کرتا ہے، وہ منکرین حدیث کی جماعت کا آدمی ہوگا جو حدیث رسول کا غلط مطلب بیان کر کے لوگوں کو احادیث رسول سے بدکاتا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی آپ تو یہ کہہ رہے ہیں، مگر ہماری جماعت کے نامور محقق رئیس احمد ندوی صاحب نے ہی تو یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں چاروں لکیروں سے مراد چاروں فقہی مذاہب ہیں۔ وہ اپنی کتاب ۔ضمیر کا بحران ۔میں عنوان قائم کرتے ہیں :

"چاروں تقلیدی مذاہب کا ذکر حدیث نبوی میں" ص۱۵۰

باپ ۔ واقعی انھوں نے اس عنوان کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے ؟

بیٹا ۔ جی اباجی ، اس کتاب کا ص۱۵۰ کھول کر دیکھ لیجئے ۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے بڑی جاہلانہ حرکت کی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاروں تقلیدی مذاہب کہاں تھے کہ بطور خاص اس حدیث میں ان کا ذکر ہوگا ! ہمیں صرف حنفی مذہب کے خلاف محاذ کھولنا چاہئے اگر ہم نے چوطرفہ حملہ کیا اور تمام فقہی مذاہب کو گمراہ قرار دینے کی حرکت کی تو دنیا ہمیں ہی اُلو کہے گی ۔

بیٹا ۔ اباجی ، ایسے جاہلوں بددینوں اور دجالوں کو ہماری جماعت والے نامور محقق کیوں کہتے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدوں کے یہاں تصویر والے ولایتی برتنوں اور کپڑوں کی بیع وشراء جائز ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی شریعتِ اسلامیہ میں تصویر بنانے کا کیا حکم ہے ؟
باپ ۔ بیٹا تصویروں کا بنانا ہمارے مذہب میں حرام ہے ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے ، قیامت کے روز ان کو سخت عذاب ہوگا جو تصویر بناتے ہیں ،
(بخاری شریف) بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم نے
جو تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو ، بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ
جس گھر میں تصویر ہوتی ہے فرشتہ اس میں داخل نہیں ہوتے ۔
بیٹا ۔ اباجی جب تصویر کا بنانا اس درجہ گناہ کا کام ہے تو ایسے برتنوں کا یا کپڑوں کا
بیچنا اور خریدنا بھی حرام ہوگا ، جیسے شراب کا پینا اور بنانا حرام ہے تو اس کی بیع
وشرا بھی حرام ہے ؟
باپ ۔ جی بیٹا ، ایسے کپڑوں یا ایسے برتنوں کی بیع وشرا درست نہیں جن میں
تصویریں بنی ہوں ۔
بیٹا ۔ اگر یہ کپڑے یا برتن ولایتی ہوں تب بھی ان کی بیع وشراء حرام ہوگی ؟
باپ ۔ جی بیٹا ، یہ کپڑے اور برتن ولایتی ہوں یا غیر ولایتی سب کی بیع وشرار
حرام ہے ۔ جیسے شراب چاہے ولایتی ہو یا غیر ولایتی اس کی خرید و فروخت حرام ہے ۔
بیٹا ۔ مگر اباجی ہمارے شیخ الکل میاں صاحب دہلوی کا تو فتویٰ یہ ہے ۔
۔ ولایتی برتنوں یا کپڑوں کا جن میں تصویریں بنی ہوں جائز ہے اور
بیع وشرار بھی جائز ہے ، (فتاویٰ نذیریہ)
باپ ۔ میاں صاحب کے اس فتویٰ پر بڑا ہنگامہ برپا ہے ، مقلدین نے اس فتویٰ کو
بنیاد بنا کر ہماری اہلحدیثیت کو چیلنج کر دیا ہے ۔
بیٹا ۔ تو ہمارے علماء کا اس پر کیا ردعمل ہے ، یہ فتویٰ تو بخاری شریف کی روایتوں
کے صریح خلاف ہے ۔
باپ ۔ بیٹا ، ہماری جماعت میں کچھ پی ایچ ڈی پیدا ہو گئے ہیں ، ان میں حق

بات قبول کرنے کے بجائے اپنے بڑوں کی ہر بات کو خواہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو صحیح ثابت کرنے کا جوش پایا جاتا ہے، اس پی ایچ ڈی نے حدیث رسول کو نظرانداز کر کے بلاوجہ میاں صاحب کے غلط فتویٰ کو صحیح ثابت کرنے کی تک دو دو کی ہے

بیٹا۔ اباجی آپ کا اشارہ الدکتور سلفی جمع سالف والے پی ایچ ڈی کی طرف تو نہیں۔

باپ۔ جی بیٹا یہی برخوردار ہیں۔

بیٹا۔ اباجی یہ سلفی جمع سالف صاحب تو بے پر کی اڑانے میں شیخ جسن سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، انھوں نے اپنے ایک عربی مضمون میں لکھا ہے، کہ ابوبکر غازی پوری کو اسلامی دینی تعلیم سے چڑ ہے، اس لئے اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم میں اسی چڑ کی وجہ سے لگا رکھا ہے، سنئے عربی میں ان کا ارشاد:

وكان من اثر هذا التفجير انه لم يسمح لاولاده بالدخول فى المدارس الاسلامية وانما ادخلهم فى المدارس الحكومية العصرية حتى يتسنى لهم الابتعاد الكامل عن الدراسات الشرعية الاسلامية۔

"یعنی دینی تعلیم سے اس گھٹن کا اثر یہ ہے کہ اس (غازی پوری) نے اپنی اولاد کو اسلامی مدرسوں میں جانے کی اجازت نہیں دی بلکہ ان کو انگریزی اسکولوں میں داخل کر دیا ہے تاکہ اسکی اولاد شرعی اسلامی تعلیم سے بالکلیہ دور رہے"

(صوت الامۃ شوال ۱۴۱۹ھ)

باپ۔ مگر انھوں نے ایسا کیسے لکھ دیا، ان کے بچے تو پہلے مدرسہ دینیہ غازی پور میں پڑھتے رہے، اور اب ان کا چھوٹا لڑکا عبید الرحمن مدرسہ نورالعلوم بہرہر گنج پرتاب گڈھ میں حفظ قرآن کیلئے گیا ہوا ہے، یہ دونوں مدرسے دینی ہیں یہ سرکاری اسکول نہیں ہیں، ان مدرسوں میں دینی تعلیم دی جاتی ہے P-H-D کی تعلیم نہیں ہوتی۔

بیٹا۔ اباجی جو پی ایچ ڈی احادیث رسول کے خلاف فتویٰ کو محض ابوبکر غازی پوری کی

ضدیں صحیح ثابت کرنے کی جرأت کرسکتا ہے ، وہ جھوٹ کا بڑے سے بڑا پہاڑ
بھی تعمیر کرسکتا ہے ۔
خیر اس قضیہ کو کسی دوسرے وقت کیلئے اٹھا رکھئے ، یہ بتلائیے کہ میاں صاحب نے
اس فتویٰ میں ولایتی برتنوں اور کپڑوں کا بطور خاص کیوں ذکر کیا ، کیا اس میں
کوئی بھید ہے ؟

باپ ۔ بیٹا یہ نہ پوچھو ۔
بیٹا ۔ کیوں اباجی ؟
باپ بیٹا یہ نہ پوچھو ، ہر بات نہیں پوچھی جاتی ۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ دیوبندی
جماعت ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے ، کم بختوں نے جینا دوبھر کر دیا ہے ۔
بیٹا ۔ اباجی کیا یہ بھید ہمیشہ بھید ہی رہے گا یا ہمارے علماء اس سے کبھی پردہ
اٹھائیں گے ۔
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

جھوٹ کا پول کھل کر کے ہی رہتا ہے

بیٹا ۔ اباجی ۔
باپ ۔ جی بیٹا ۔
بیٹا ۔ جامعہ سلفیہ کا جون ۹۹ء والا محدث پرچہ آپ نے دیکھا ہے ؟
باپ ۔ جی بیٹا ابھی تھوڑی دیر قبل اس کے مطالعہ سے فارغ ہوا ہوں ۔ اپنی امی سے
کہو چائے بنائیں ۔ پرچہ پڑھ کر طبیعت سست اور مکدر ہو گئی ہے ۔
بیٹا ۔ اباجی اس پرچہ کے کس مضمون نے آپ کی طبیعت کو سست اور مکدر کر دیا ہے ؟
باپ ۔ ضیاء اللہ پی ایچ ڈی کا مضمون سلفیت کا تعارف پڑھا ، اس مضمون نے ہمارے
علماء کے ابتک کے اس دعویٰ کو کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے ، بالکل باطل

کردیا، اب مقلدین بغلیں بجائیں گے اور ہم منہ لٹکائیں گے اور اپنی پیشانی سے شرمندگی کا پسینہ پوچھیں گے۔

بیٹا - اباجی آخر اس مضمون میں الدکتور سلفی جمع سالف نے کیا لکھدیا کہ آپ مضمحل ہوگئے اور جانے کی ضرورت پیش آگئی۔؟

باپ - بیٹا، انھوں نے اپنے مضمون کی اس قسط میں یہ دکھلایا ہے کہ غیر مقلدیت ہر زمانہ میں رہی ہے، اور ثبوت میں بعض محدثین کا ذکر کیا ہے جو کہ غیر مقلد تھے۔

بیٹا - یہ تو بڑی اچھی بات ہے غیر مقلدیت کا ثبوت زمانہ قدیم میں ثابت ہوجائے گا۔

باپ - بیٹا۔ غیر مقلدیت کا ثبوت تو زمانہ قدیم میں ثابت ہوجائے گا، مگر تقلید کا ثبوت بھی اس سے چوتھی صدی ہجری سے پہلے ثابت ہوجائے گا۔

دیکھو انھوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم بن حسین کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی اور ان کا مذہب ترک تقلید تھا، کان یذھب الی النظر وترك التقليد۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۲۴۰ھ سے پہلے تقلید کا وجود تھا، ورنہ ترک تقلید کا مطلب کیا ہوگا۔

قاسم بن محمد کے بارے میں لکھا کہ ان کی وفات ۲۷۶ھ یا ۲۷۷ھ یا ۲۷۸ھ میں ہوئی، ان کا مذہب بھی ترک تقلید تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں تقلید کا وجود تھا تو ہمارا یہ دعویٰ باطل ہوگیا کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد ہے۔

بیٹا - یہ مضمون تو ہمارے مذہب و جماعت کیلئے بڑا خطرناک ثابت ہوگا، اور ہماری جماعت کی یہ چیخ و پکار کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی کے بعد ہوا ہے، جھوٹا پروپیگنڈہ قرار پائے گا۔

اباجی، پی، ایچ ڈی صاحب کے اس مضمون کو پڑھ کر تو ہماری پوری جماعت مضمحل ہوجائے گی۔

باپ - ہو تو جانا چاہئے بیٹا۔

بیٹا ۔ تو کیا سب کے گھروں میں چائے کا دیگ چڑھے گا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

ایک لاکھ کا انعام دیتے ہیں مولانا محمد اعظمی صاحب

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ مولانا محمد اعظمی صاحب کون بزرگ ہیں ، محدث پرچہ میں ان کا سلسلہ وار مضمون چھپ رہا ہے ۔ ؟

باپ ۔ بیٹا میں ان سے بالکل واقف نہیں ہوں ، لکھنے والے بہت ہیں کس کس کا تعارف حاصل کیا جائے ۔

بیٹا ۔ ان کے نام کے ساتھ لگا تو ہے مولانا کا پکھر مگر یہ کوئی رئیسِ ابن رئیس معلوم ہوتے ہیں ۔ انھوں نے ایک لاکھ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے ۔

باپ ۔ ایک لاکھ ! مولانا صاحب اور ایک لاکھ ! بیٹا ، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سر پر " والدنا " کا ہاتھ ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ، والدنا تو اب مرحوم ہو گئے ہیں ، پھر بھی والدنا ہیں ؟

باپ ۔ ہو جانے دو والدنا کو مرحوم ، وہ آج بھی والدنا ہیں ، قبر میں بھی والدنا ہیں ، قیامت کے روز بھی وہ ہمارے والدنا رہیں گے ۔ ان کا سایہ ہمارے سر پر ہمیشہ رہے گا ، " گھٹتا نہیں ہے سایہ زلف دراز کا " ،
اچھا تو یہ بتلاؤ کہ ایک لاکھ کا اعلان انھوں نے کس کیلئے کیا ہے ؟

بیٹا ۔ ان کا کہنا ہے کہ مولانا امرتسری مرحوم کی عبارت کا ترجمہ مولانا ابوبکر غازی پوری نے اپنی کتاب میں غلط کیا ہے ، اگر ترجمہ کوئی صحیح ثابت کر دے تو اس کو ایک لاکھ کا انعام دیا جائے گا ۔

باپ ۔ تو انھوں نے اصل عبارت نقل کر کے صحیح ترجمہ کر کے دکھلایا ہے ؟

بیٹا ۔ نہیں اباجی ، نہ انھوں نے اصل عبارت نقل کی ہے اور نہ اس کا ترجمہ کیا ہے ۔

باپ ۔ تو کیسے پتہ چلے گا کہ مولانا غازی پوری کا ترجمہ غلط ہے ؟ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رئیسے ابن رئیسے مولانا کے ایک لاکھ کی حقیقت کیا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ، پاکستان میں ہماری جماعت کے لوگ انعام بازی و چیلنج بازی کا شغل زیادہ رکھتے ہیں ۔ کہیں یہ مولانا کے پچر والے رئیسے ابن رئیسے یہاں بھی اس سلسلہ کے چلانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

فضیلۃ الشیخ الدکتور شیخ جمن کے کئی نام رکھنے کا اعلان

بیٹا ، اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آج محلہ سلفیہ کے چودھری فضیلۃ الشیخ الدکتور جمن نے یہ اعلان کیا ہے کہ ان کو صرف فضیلۃ الشیخ جمن کے نام سے نہ بلایا جائے بلکہ اب کا نام جمن کے علاوہ ، کلو ، ہدہد ، کُرکُر ، اور فضیلۃ الشیخ کاؤں کاؤں بھی ہوگا ، اور یہ ابھی ناموں کی زیادتی کی پہلی قسط ہے ، دوسری قسط کا بعد میں اعلان ہوگا ۔

باپ ۔ آخر فضیلۃ الشیخ جمن کو ناموں کی زیادتی کا یہ نشہ کیوں چڑھا ؟

بیٹا ۔ اباجی وہ ہیں نا ، ہمارے الدکتور سلفی جمع سالف انھوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے متعدد نام رکھنے کی عدم مشروعیت کا پتہ نہیں چلتا ہے بلکہ اس کے برعکس متعدد وجوہ اور مختلف اعتبارات سے ہیں مشروعیت ہی کا پتہ چلتا ہے ، اللہ کے ننانوے نام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک سے زائد نام تھے (محدث فروری ۹۹ سنہ مضمون سلفیت کا تعارف قسط ۱۲)

تو فضیلۃ الشیخ بسن کا کہنا ہے کہ جب متعدد نام رکھنا مشروع ہے اور اللہ والوں کے بہت سے نام کتاب و سنت سے ثابت ہیں تو ہماری اہلحدیثیت اور سلفیت کا تقاضا یہی ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کا ایک نہیں متعدد نام ہوں اور ایک نام رکھنے کی بدعت کو ختم کیا جائے ۔

باپ ۔ ہمارے سلفی جمع سالف کو آخر اس قسم کی بات لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

بیٹا ۔ اباجی وہ غازی پوری مولوی کا جواب دے رہے ہیں جنھوں نے ہماری جماعت کے اس رویہ پر کہ کبھی ہم نے اپنا نام، موحد رکھا، کبھی محمدی رکھا، کبھی اثری رکھا، کبھی سلفی رکھا اور کبھی اہلحدیث رکھا. اعتراض کیا ہے کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان جماعت نے اپنے نام میں اس طرح کی ہیرپھیر نہیں کی، یہ صرف جماعت غیر مقلدین کا طریقہ ہے کہ حالات اور زمانے کے لحاظ سے وہ اپنا نام مختلف رکھتی رہی ہے ۔

تو اس کے جواب میں پی ایچ ڈی رضا اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے نام متعدد ہیں اسلئے ہم لوگوں نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی پیروی میں اپنی جماعت کا نام متعدد رکھا ہے، اور ہمارا یہ عمل عین کتاب و سنت کے مطابق اور مشروع ہے ۔ انھوں نے قرآن کی آیت وللہ الاسماء الحسنیٰ اور حدیث ان للہ تسعۃ وتسعین اسما سے استدلال کیا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا ہمارے پی ایچ ڈی رضا اللہ بڑے وسیع النظر عالم ہیں، زبردست فقہی بصیرت کے مالک، متعدد ناموں کے رکھنے پر قرآن و حدیث سے ان کا استدلال ان کے فضل و کمال، فقہی بصیرت پر زبردست دلیل ہے، اللہ موصوف کا سایہ ہماری جماعت کے سر پر تاقیامت دراز رکھے ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے اکابر اور باپ داداؤں پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، حافظ

بقیہ صـ۴۵ پر
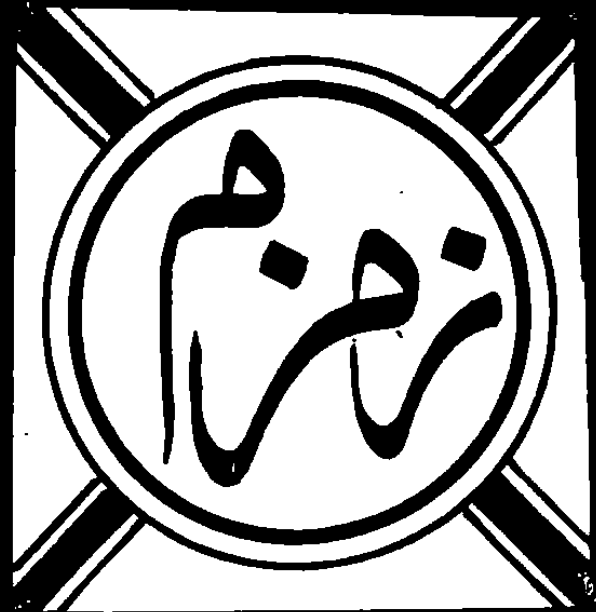
مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی و علمی مجلہ
شمارہ ۱۱
جلد ۲
زمزم
رمضان ، شوال
۱۴۲۰ھ
پاکستان کیلئے پاکستانی سو روپے سالانہ
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے
دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیّدواڑہ غازیپور یوپی
فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸
پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

مکتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی ۱

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲ر ~~نومبر~~ اکتوبر کی شب تھی جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا ۱۳ر کی صبح کو لاہور سے ہندوستان کے لئے بذریعہ بس واپسی تھی، عشاء بعد بہت سے احباب ملنے آگئے تھے. کہ ایک صاحب نے آکر اطلاع دی کہ پاکستان کی حکومت فوج کے ذریعہ ختم کردی گئی اور اب جنرل مشرف چیف آف آرمی نے زمام حکومت سنبھال لی ہے، ایک دھماکہ تھی یہ خبر ۱۲ر ~~نومبر~~ اکتوبر کا پورا دن لاہور میں میرا مصروف ترین دن تھا، کئی مقامات پر اس روز جانا ہوا مگر اس کا کہیں سے اندازہ نہیں لگ سکا کہ آج اس طرح کا کوئی انقلاب آنے والا ہے۔

پاکستان ریڈیو کوئی خبر نشر نہیں کر رہا تھا، خبر کا واحد ذریعہ ہندوستان ریڈیو کی خبریں تھیں یا بی بی سی لندن کا ریڈیو اسٹیشن تھا، انھیں سے اطلاعات فراہم ہو رہی تھیں، پھر تقریباً دس بجے شب میں پاکستان ریڈیو نے یہ خبر دی کہ جنرل مشرف قوم سے تھوڑی ہی دیر بعد خطاب کریں گے، احباب اور بزرگوں کا اچھا خاصا مجمع تھا سب جنرل مشرف کے خطاب کے منتظر تھے مگر ساڑھے گیارہ بجے رات تک ان کا خطاب نشر نہ ہو سکا، احباب مل ملا کر رخصت ہو گئے. مجھے صبح پانچ بجے اپنی قیامگاہ سے نکلنا تھا، ۶ بجے بس لاہور سے کھلنے والی تھی، مجھے رات میں نیند کم آئی، تین بجے بیدار ہوا تو ایک صاحب نے اطلاع دی کہ جنرل مشرف نے پونے تین بجے شب میں قوم سے خطاب فرمایا، ان کا خطاب بہت مختصر صرف پانچ منٹ کا تھا، انھوں نے اپنے خطاب میں قوم کو فوجی انقلاب اور پاکستان کی موجودہ صورت حال سے باخبر کیا۔

ڈر تھا کہ اس نئی صورت حال میں قیام گاہ سے کیسے نکل سکوں گا معلوم نہیں بس بھی

جائے گی یا نہیں، جگہ جگہ فوج ہوگی، ہو کا منظر ہوگا، دہشت کا ماحول ہوگا۔ سڑکیں سنسان ہوں گی، گلیاں ویران ہوں گی، مگر پونے پانچ بجے ہمارے میزبان کے رفیق نوید صاحب اپنی گاڑی لیکر مسکراتے ہوئے حاضر ہوئے اور ہمیں لیکر پہلے ہمارے میزبان مولانا محمد نعیم صاحب استاذ جامعہ مدنیہ کریم پارک کے گھر گئے۔ مولانا بھی تیار تھے اور ہم تینوں جہاں سے بس روانہ ہونی تھی اس ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ لاہور کی سڑکیں آباد تھیں، دکانیں کھلی تھیں، لوگ آجا رہے تھے، نہ خوف نہ دہشت، نہ راستہ سنسان نہ گلیاں ویران، اخبار والے ایک جگہ جم غفیر کی شکل میں اخبار کیلئے منتظر نظر آئے۔ چہرے پر سکون و اطمینان کی لکیریں صاف پڑھی جا رہی تھیں۔

اندازہ لگا کہ نواز شریف کی حکومت سے عام طور پر لوگ ناخوش تھے، اور اس انقلاب کو اپنے لئے رحمت سمجھ رہے تھے۔

نواز شریف کو پاکستان کا بہت طاقتور وزیراعظم سمجھا جا رہا تھا، اور نواز شریف کو بھی اس کا احساس تھا کہ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، امریکہ کا ہاتھ اس کے سر پہ ہے اور یہی وجہ تھی کہ اس وزیراعظم نے پاکستان کو اپنی جاگیر سمجھ رکھا تھا وہ اور اس کا پورا خاندان پاکستان کو لوٹ رہا تھا، امریکہ کے اشارہ پر یہ شخص ناچ رہا تھا، مدارس دینیہ، علماء اہل سنت اور طالبان کا دشمن بنا تھا، علماء اور طلبہ کو اس نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رکھا تھا، ان پر بیجا ظلم و ستم ڈھا رہا تھا مسجدوں میں نمازیوں کی جانیں محفوظ نہیں تھیں، مدرسوں میں پڑھنے پڑھانے والوں کی زندگی اس نے اجیرن کر رکھی تھی، پولیس کو چھوٹ تھی کہ جب چاہے اور جس کو چاہے گرفتار کرے اور ان پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑے، نواز شریف کا بھائی شاہنواز جو پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا اور انتہائی مغرور اور جابر انسان ہے، میرے لاہور پہنچنے کے دو ہی ایک روز بعد امریکہ سے لوٹا تھا، اس کی امریکہ سے واپسی ایک خاص پروگرام کے تحت ہوئی تھی، اس نے آتے ہی پہلا الزام طالبان حکومت پر لگایا کہ وہاں دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی ہے، اس کے بعد اس نے مدارس اور علماء کو نشانہ پر رکھا، اپنے لوگوں سے مختلف

فرقوں کے لوگوں کو قتل کرانا اور اخبارات کے ذریعہ سے یہ تاثر دیا جاتا کہ یہ فرقے خود آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اور اس میں دہشت گردوں کا ہاتھ ہے، حالانکہ سنی شیعہ، بریلوی دیوبندی اور غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء اور قائدین کا برابر بیان چھپ رہا تھا کہ یہ قتل و غارت گری کا بازار حکومت نے ایک خاص پالیسی کے تحت گرم کیا ہے، اور یہ سب کچھ امریکہ کے اشارے پر ہو رہا ہے، چند ہی دنوں میں بہت سی قیمتی جانیں چلی گئیں، خدا کا شکر ہے کہ مذہبی فرقوں نے حکومت کی پالیسی کو سمجھ لیا اور یہ فتنہ بہت زیادہ آگے نہیں بڑھا۔

نواز شریف کا جنرل مشرف سے اختلاف تھا، جنرل مشرف سرکاری دورہ پر تھے کہ نواز شریف نے ان کو برطرف کر دیا، جب وہ واپس آئے تو اسلام آباد ہوائی اڈہ پر اترنے نہیں دیا۔ اگر فوج نے چابکدستی نہ دکھلائی ہوتی تو جنرل مشرف کراچی ہوائی اڈہ پر بھی نہ اتر سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو جہاز میں ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے جنرل مشرف اور جہاز کے تمام مسافرین ہلاک ہو جاتے، نواز شریف کا یہی پلان تھا، مگر یہ پلان فیل ہو گیا اور اب جنرل مشرف کے ہاتھ میں نواز شریف اور اس کے بھائی شاہنواز شریف کی گردن ہے، دیکھئے ان کا حشر کیا ہوتا ہے، دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والے اب اپنی زندگی کی خیر منائیں، کل کا پاکستان کا سب سے طاقتور وزیر اعظم آج بے بس ہے اور اسے انجام کا انتظار ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے سامان عبرت ہے جو اقتدار کے نشے میں انسانیت پر ظلم کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مظلوموں کی آہ سے آسمان لرز اٹھتا ہے اور خدا کا قہر بلا پیشگی اطلاع ظالموں کو آ دبوچتا ہے۔

از محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے اہتمام میں شعبان کے ایام کو شمار کرتے رہو پھر جب رمضان کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنا ختم کرو اگر ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ (بیہقی)

رمضان المبارک کا مہینہ بڑا مبارک مہینہ ہے، اس ماہ کی ایک ایک ساعت برکات وخیرات کی باد بہاری لے کر آتی ہے، اللہ کی کرم نوازیاں بندوں پر اس ماہ میں بہت بڑھ جاتی ہیں، پس اس کا اہتمام ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان کے استقبال کی شعبان ہی سے تیاری کرو اور شعبان کے ایام کے گنتے رہو کہ کب شعبان کا مہینہ ختم ہو رہا ہے اور رمضان کا چاند کب نکلنے والا ہے، اور جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اگر ۲۹ رمضان کو عید کا چاند نظر آجاتا ہے تو دوسرے روز عید مناؤ، کھاؤ پیو اور اللہ کے لئے دوگانہ ادا کر کے اس کا شکر ادا کرو، عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ ہاں اگر انتیس ۲۹ رمضان کو عید کا چاند نظر نہیں آتا ہے تو رمضان کے تیس ۳۰ دن پورے کرو۔

آج کل مزاج بن گیا ہے کہ رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو ہر آدمی پوری کوشش کرتا ہے کہ اب دوسرے روز روزہ رکھنا نہ پڑے اس لئے چاند کی شہادت حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ کرتا ہے، اور بلا وجہ کی بھاگ دوڑ میں لگا رہتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے شرعی شہادت کا ایک اصول اور ایک ضابطہ بنایا ہے اس سے تجاوز کرنا شریعت پر دست درازی ہے

اگر شرعی شہادت شرعی ضابطہ واصول کے مطابق حاصل نہیں ہورہی ہے تو شریعت کا صاف حکم ہے کہ پورے تیس دن روزے رکھے جائیں، بس ایک دن نہ روزہ رکھنا پڑے اس کے لئے شریعت کے ضابطہ واصول کو توڑنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

اللہ والے تو رمضان کا ایک دن مزید پاکر اس کو غنیمت سمجھتے ہیں، اور ان کو اس کی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پورے تیسؔ دن کے روزہ رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی اور اس آخری دن کو وہ پورے اہتمام سے اپنے سعادتوں و برکات کا ذریعہ بناتے ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے دو ایک روز پہلے آدمی نفلی روزہ رکھے، الایہ کہ کسی کی سال کے ایام میں روزہ رکھنے کی عادت ہو اور اتفاق سے وہ دن رمضان سے دو ایک روز پہلے پڑرہا ہو تو وہ روزہ رکھ لے۔

رمضان سے دو ایک روز پہلے روزہ رکھنے سے اسلئے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو یہ اشتباہ نہ ہو کہ یہ جو روزہ رکھا جارہا ہے وہ رمضان کا روزہ ہے اور رمضان شروع ہوگیا ہے اس اشتباہ سے بچنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے دو ایک روز پہلے نفل روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، مگر چونکہ یہ حکم محض احتیاط کے پیش نظر ہے اس وجہ سے اگر کسی کو سال یا مہینہ میں کسی دنوں میں روزہ رکھنے کی عادت ہے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور ان ایام کے واقع ہونے کی صورت میں وہ رمضان سے دو ایک روز پہلے روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، (۱) رمضان سے ایک روز قبل (۲) بقرعید کے دن (۳) عید کے دن (۴) اور ایام تشریق کے تین دن۔

رمضان سے ایک روز قبل روزہ نہ رکھنے کی مصلحت اوپر والی حدیث میں مذکور ہوچکی ہے، عید بقرعید اور ایام تشریق یہ سب کھانے پینے اور اللہ کی مہمانی کے دن ہیں اسلئے ان ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل عبادت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، اللہ ورسول کی مرضی وحکم کے خلاف روزہ نماز بھی عبادت نہیں بن سکتے۔

(۴) حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے (رمضان کا) چاند دیکھا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم لا الٰہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اس نے کہا کہ ہاں میں اللہ کی وحدانیت اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں روزہ رکھنے کا اعلان کردیں۔

شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر آسمان ابر آلود ہو تو ایسی صورت میں ایک عادل آدمی کی بھی شہادت رمضان کے روزہ کے سلسلہ میں قبول کی جائے گی اور چاند کی رویت کا حکم ثابت ہوگا خواہ چاند دیکھنے والا مرد ہو یا عورت، البتہ اگر مطلع صاف ہو تو جماعت کثیرہ کی رویت کا اعتبار ہوگا، تنہا ایک آدمی کی شہادت دوسرے کے حق میں معتبر نہ ہوگی۔ اور اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ مطلع صاف ہونے کی شکل میں اگر صرف ایک ہی آدمی گواہی دیتا ہے تو اس سے خطا کا امکان ہے، آخر دوسروں کو یہ چاند نظر کیوں نہیں آیا، ابر آلود ہونے کی شکل میں ایسا عین ممکن ہے کہ ایک کی نظر کام کرجائے اور دوسرے ابر ہونے کی وجہ سے نہ دیکھ سکیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ رمضان کے روزہ کا حکم کردیا جائے۔

البتہ اگر مطلع صاف رہا اور کسی نے رویتِ ہلال کی گواہی دی اور دوسروں کو چاند نظر نہیں آیا تو دوسروں کو تو نہیں مگر خود اس دیکھنے والے کو روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ اسکے حق میں چاند طلوع ہوچکا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند دیکھنے والے کی شہادت اسی وقت قبول کیجائیگی جب وہ شرعی شہادت دینے کے معیار پر ہوگا۔ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیکر داخل اسلام ہوجاتا تھا تو وہ ہر اعتبار سے پورا دین دار ہوتا تھا۔ مقام صحابیت پر فائز ہو جانے کے بعد اس کی زندگی اسلام کا کامل ومکمل

نمونہ ہوجاتی تھی ۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی (دیہاتی) سے صرف اسکے ایمان کے بارے میں دریافت فرمایا، مزید کسی بات کی تحقیق نہیں کی ۔

لیکن آج کا دور کچھ اور ہے فسق و فجور، اور معصیت وضلالت ، بدعت وخرافات کذب اور عدم تدین ہماری زندگی میں ایسا رچ بس گیا ہے کہ سچے اور جھوٹے کی پہچان بہت مشکل ہوگئی ہے، اس وجہ سے شہادت لینے والا مفتی یا قاضی شہادت دینے والے کے بارے میں بہت چھان بین کرے اور جب اس کا تدین واضح ہو جائے تو اس کی شہادت کو قبول کرے ۔ اس زمانہ میں کسی کا صرف مسلمان ہونا شرعی شہادت کے قبول کرنے کیلئے کافی نہیں ہے ۔

(۵) حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو یہ رمضان آگیا ہے، یہ بہت مبارک مہینہ ہے، اللہ نے اس کا روزہ فرض کیا ہے، اس ماہ میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں شیطانوں کو بیڑیوں میں کردیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے ، جو اس رات سے محروم رہا تو وہ محروم ہی رہا ۔

رمضان المبارک کا مہینہ سال کے بقیہ گیارہ مہینوں سے خیرات وبرکات اور اللہ کی رحمتوں کے نزول اور اس کی مغفرتوں کی چادر کی وسعت کے اعتبار سے بہت ممتاز ہے، رحمتوں مغفرتوں اور جہنم سے آزادی کے پروانہ کا یہ مہینہ ہے، اس کا روزہ رکھنا معذورین کے علاوہ ہر مرد اور عورت پر فرض ہے، اگر روزہ قضا ہوگیا ہے تو دوسرے ایام میں روزہ کی قضا واجب ہے ۔ اس ماہ کی خصوصیت نہایت جامع انداز میں آپ نے بیان فرمائی ہے، مثلاً اس ماہ میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، یعنی عام طور پر لوگ برے کاموں سے بچتے ہیں ، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یعنی عام طور پر لوگوں کو کار خیر کی توفیق ہوتی ہے ، عبادتوں اور ریاضتوں اور صدقات وخیرات کرنے کا ذوق بڑھ جاتا ہے، شیاطین کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں یعنی اللہ کی بے پایاں رحمتوں کے سامنے شیطان کے اضلال واغوار کے داؤ پیچ

بیکار ہوجاتے ہیں عام لوگوں پر شیاطین کا بس کم ہی چل پاتا ہے۔

اس ماہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں وہ رات بھی ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے، یعنی اس ایک رات میں عبادت وریاضت اور اللہ کے سامنے عجز ونیاز کا وہ ثواب ملتا ہے کہ دوسرے ایام کی ہزار مہینوں کی راتیں اس ایک رات کا مقابلہ نہیں کرپاتی ہیں، اسی کو لیلۃ القدر یا شب قدر کہا جاتا ہے۔ اس رات میں فرشتے سلامتی کا پیغام لیکر آسمان دنیا کا چکر لگاتے رہتے ہیں اور اللہ کی معرفت کا دامن تصور سے زیادہ وسیع ہوجاتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور خاص قابل توجہ ہے کہ جو اس رات سے محروم ہے تو وہ محروم ہی رہا یعنی اس کی حرماں نصیبی کی انتہا کو مت پوچھو اور اس کی بدقسمتی کے بارے میں سوال مت کرو کہ وہ کتنی بڑی نعمت سے محروم رہا اور اس نے اس ایک رات کو ضائع کرکے اپنے لئے کیسی حرماں نصیبی کو مقدر بنایا۔

اس آخری جملہ سے شب قدر کی غایت درجہ اہمیت وفضیلت معلوم ہوتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ اخیر میں اس رات کے وقوع کا خیال ظاہر فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیر میں عبادتوں وریاضتوں اور مجاہدات کا بڑا اہتمام کرتے تھے پوری پوری رات جاگتے عبادت کیلئے کمر کس لیتے اور اپنی ازواج مطہرات کو جگاتے کبھی کبھی صبح تک نماز و مناجات ہی میں ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس شب قدر کی اہمیت کو امت کیلئے بہت وضاحت سے بیان کردیا، پس وہ انسان بڑا محروم ہے، جو اس رات کو لایعنی مشاغل اور سونے میں ضائع کردے۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب
لاجپوری

سنت کی تعریف اور اس کا حکم

خدارا سنت کی قدر پہچانو اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام لو اور آپ کی مبارک اور نورانی سنتوں کو زندہ کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب موقع پر سنت کی تعریف اور اس کا حکم بیان کر دیا جائے۔

سُنّت وہ کام جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اس کی تاکید کی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔ تم اپنے اوپر میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کر لو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔
(مشکوٰۃ شریف ص۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

نیز حدیث میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الیّ یا محمد ان اصحابك عندی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت حق تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب

بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکلٍ نورٌ فمن اخذ بشیءٍ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدیً۔ قال۔ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصحابی کالنجوم فبایّهم اقتدیتم اهتدیتم رواه رزین۔
(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴ باب مناقب الصحابۃ)

وحی فرمائی، میرے نزدیک آپ کے صحابہ کا مرتبہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ بعض ستارے بعض سے قوی ہیں۔ لیکن ہر ستارہ میں نور ہے، جن چیزوں میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا ان میں کسی کے قول کو اختیار کریگا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جن کی اقتدا کروگے ہدایت کی راہ پاؤگے۔

مزید احادیث فتاویٰ رحیمیہ ص۷۹ تا ص۹۲ جلد چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

(۱) سنت مؤکدہ وہ ہے جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے یعنی بلا عذر اس کا تارک گنہ گار، اور ترک کا عادی سخت گنہ گار اور فاسق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۱۳ ج۲)

ردالمحتار معروف بہ شامی میں ہے:۔ اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض وواجب وسنة ونفل فما کان فعله اولی من ترکه مع منع الترک ان ثبت بدلیلٍ قطعیٍ ففرض اوبظنیٍ فواجبٌ۔ وبلا منع الترک ان کان مما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم او الخلفاء الراشدین من بعده فسنّة والا فمندوب ونفل والسّنة نوعان سنة الهدی وترکها یوجب اساءة وکراهیة کالجماعة والاذان والاقامة ونحوها

وسنة الزوائد وتركها لا یوجب ذلک کسیر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی لباسہ وقیامہ وقعودہ الخ (شامی ص۹۵ مطلب فی السنۃ وتعریفہا)

درمختار میں ہے: وفی الزیلعی ...... الی قولہ ..... کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار۔ لحدیث من ترک سنتی لم تنل لہ شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس من الحرام انتہٰی۔

رد المحتار میں ہے: (قولہ وفی الزیلعی الخ) ..... ومافی الزیلعی موافق لما فی التلویح حیث قال معنی القرب الی الحرمۃ انہ یتعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار وترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعۃ اھ ومقتضاہ ان ترک السنۃ المؤکدۃ مکروہ تحریما لجعلہ قریبا من الحرام والمراد بہا سنن الہدی کالجماعۃ والاذان والاقامۃ فان تارکہا مضلل معلوم کما فی التحریر والمراد الترک علی وجہ الاصرار بلا عذر .... الخ (در مختار ورد المحتار ص۲۹۵ ج ۵، کتاب الحظر والاباحۃ)

شامی میں ایک اور موقع پر تحریر فرمایا ہے: الحاصل ان السنۃ ان کانت مؤکدۃ قویۃ لا یبعد کون ترکہا مکروھا تحریما وان کانت غیر مؤکدۃ فترکہا مکروہ تنزیھا ..... الخ (رد المحتار ص۴۲۹ ج۱ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ مطلب فی بیان السنۃ والمستحب)

پھر سنت مؤکدہ کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت عین (۲) سنت کفایہ

(ا) سنت عین وہ ہے جس کی ادائیگی ہر مکلف پر سنت ہے جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ

(ب) سنت کفایہ وہ ہے جس کی ادائیگی سب پر ضروری نہیں یعنی بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے جیسا کہ محلہ کی مسجد میں

جماعتِ تراویح وغیرہ۔

شامی میں ہے: (قولہ وسنۃ عین) یسن لکل واحد من المکلفین بعینہ وفیہ اشارۃ الی ان السنۃ قد تکون سنۃ عین وسنۃ کفایۃ و مثالہ ما قالوا فی صلاۃ التراویح انھا سنۃ عین وصلاتھا بجماعۃ فی کل محلۃ سنۃ کفایۃ۔ (شامی صـ۲۰۲ج۱ فصل فی القراءۃ مطلب السنۃ تکون سنۃ عین وسنۃ کفایۃ۔

اتباعِ سنت کے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ

رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف صـ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا .... اور جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کریگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

نیز ارشاد فرمایا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے (مشکوٰہ شریف صـ۳۰)

فساد کے وقت ایک سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے؟

اس کو سو شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے اس کے متعلق حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بڑی اچھی بات تحریر فرمائی ہے :

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد، کہ اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا کیونکہ شہید حقیقی کو جو کفار کے مقابلہ میں لڑ کر شہید ہوا زخم کی تکلیف ایک بار اٹھانی ہوتی ہے اس واسطے وہ ایک شہید کا ثواب پاتا ہے اور یہ شخص جو ایسے زمانہ میں کہ کفار اور فساق کا غلبہ ہو رہا ہے سنت نبوی پر چلنے میں ہر طرف سے طعن اور تشنیع کے زخم سے ہر دم جراحت جسمانی اور روحانی کے الم اور رنج میں گرفتار رہتا ہے اس لئے اس کو سو شہید کا ثواب ملے گا اور ہمیشہ مومنین نے مفسدوں اور بے دینوں کے ہاتھ سے اس طرح طرح تکلیف پائی ہے جیسا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قال علیه السلام اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل بہرحال رضامندی اور تابعداری اللہ اور رسول کی ہر کام میں ضروری ہے اور یہی باعث ہے فلاح اور بہتری کا، دنیا چند روزہ ہے آخر اسی اپنے مالک اور خالق سے معاملہ پڑے گا تو ایسا کرنا چاہیئے کہ وہاں شرمندگی نہ اٹھاوے اور دوزخ کا کندہ نہ بنے بلکہ اچھے اعمال، عمل میں لا کے خوشی اپنے خداوند قدوس کی حاصل کر کے سزاوار بہشت کے جانے کا اس کے فضل وکرم سے ہوئے ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم اللهم اجعلنا منهم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے انکار کرنے کو اللہ کے غضب کا سبب سمجھے ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيته وما للظلمين من انصار، فلا تجعلنا منهم - قال النبي صلى الله عليه وسلم كل امتي يدخلون الجنة الا من ابى قيل ومن قال من اطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد ابى اور تابعداری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عین تابعداری اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و من تولى فما ارسلناك عليهم حفيظا ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول

فاکتبنا مع الشّٰھدین۔

مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ص۳، ص۴

نیز حدیث میں ہے۔ من حفظ سنتی اکرمہ اللہ باربع خصال المحبۃ فی قلوب البررۃ والھیبۃ فی قلوب الفجرۃ والسعۃ فی الرزق والثقۃ فی الدین۔ یعنی! جس نے میری سنت کی حفاظت کی (دل وجان سے اس کو مضبوط پکڑ لیا، اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈالدیگا (۳) رزق فراخ کردے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔

(شرح شرعۃ الاسلام ص۸ لسید علی زادہ)

نیز حدیث میں ہے: عن مالك بن انس رضی اللّٰہ عنہ مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رواہ فی المؤطا (مشکوٰۃ شریف ص۳۱)

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (مشکوٰۃ ص۳۱)

نیز حدیث میں ہے: من احییٰ سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی شریف ص۹۲ ج۲)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، ان السنۃ مثل السفینۃ لنوح من رکبھا

نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق ۔ یعنی سنت کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہوگیا (یعنی ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر گیا)

(فتاویٰ رحیمیہ ص۲۳۱ ج۲)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو، میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ کے فضل سے کرتا ہوں، اس کے بعد پھر میں نے کہا، اے رب! مجھے اسلام پر موت نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وعلی السنۃ اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعا اور تمنا کرو۔

عن الاوزاعیؒ قال رأیت رب العزت فی المنام فقال لی یا عبدالرحمٰن انت الذی تأمر بالمعروف و تنھی عن المنکر فقلت بفضلك یارب و قلت یارب امتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ (تلبیس ابلیس ص۹)

اتباعِ سنّت سے محبوبیت کا راز

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے)

(کمالات اشرفیہ، بحوالہ مواعظ درد محبت ص۹۸ از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

سنت کو ہلکا سمجھنے کا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے: من تھاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تھاون

بالسنۃ عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ ۔ یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف سمجھتا ہے وہ معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ (تفسیر عزیزی ص۲۲۳ سورہ بقرہ تحت الآیہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ...... ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون) نیز فضائل حج ص۔ اجمالی آداب)

سُنّت کی اہمیّت اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔ ایک واقعہ

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ کی توجہ و دعا سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی۔ آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھالاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا اسی وقت زمین ساکن ہو گئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں، اتنا رضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔ (دیباچہ دُرِّ لاثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری ص ۶ / ۲۷)

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

تصویر والے ولایتی برتنوں اور کپڑوں کا استعمال اور غیر مقلدین کا مذہب

تصویر کا بنانا یا ایسی اشیاء کا استعمال جن پر تصویریں بنی ہوں ان کا شریعت میں جو حکم ہے وہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے، بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیامۃ المصورون۔ (بخاری باب عذاب المصورین یوم القیمۃ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے روز زیادہ سخت عذاب والے وہ ہیں جو تصویر بناتے ہیں۔

بخاری ہی کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

ان رسول اللہ قال: ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ یقال لھم: احیوا ما خلقتم۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں قیامت کے روز انکو عذاب دیا جائیگا، ان سے کہا جائیگا جو تصویریں تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو۔

بخاری ہی کی روایت ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ جس

لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب وتصاویر۔	گھر میں کتا یا تصویریں ہوتی ہیں فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔

میں نے بخاری شریف کی یہ تین روایتیں قارئین کے سامنے رکھی ہیں میں خصوصًا غیر مقلدین کو دعوت فکرونظر دیتا ہوں کہ وہ ان روایتوں کو دیکھیں اور فرمائیں کہ ان صاف اور واضح ارشادات رسول میں ان کو کیا نظر آتا ہے۔

کیا دور دور سے بھی یہ بات نظر آتی ہے کہ ان ولایتی اور غیر ولایتی برتنوں یا کپڑوں کا استعمال شریعت میں جائز ہے جن میں تصویریں بنی ہوں ؟

آخر والی حدیث کی شرح میں ابن حجر فرماتے ہیں :

والمراد بیان حکمہا من جہۃ مباشرۃ صنعتہا ثم من جہۃ استعمالہا واتخاذہا۔	امام بخاری کا مقصود تصویر کے بنانے کے حکم اور اس کے استعمال کرنے کے حکم کو بیان کرنا ہے۔

یعنی جس طرح سے تصویروں کا بنانا حرام ہے اسی طرح سے ان تصویروں والے برتنوں اور کپڑوں اور دوسری چیزوں کا استعمال بھی حرام ہے۔

مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صحیح احادیث کو رد کرتے ہوئے غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کا ارشاد اور فتویٰ یہ ہے۔

"برتنا ولایتی برتنوں کا یا کپڑوں کا جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں جائز ہے اور بیع وشرار بھی جائز ہے کہ اس میں ابتذال پایا جاتا ہے، اس صورت میں تعظیم نہیں مقصود ہوتی ہے"۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے کہ اگر تصویروں کی تعظیم مقصود ہو تو تصویر والے کپڑوں اور برتنوں کا استعمال ناجائز ہے اور تعظیم مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔ میاں صاحب نے اپنی طرف سے گڑھ کر یہ بات کہی ہے اور احادیث کا جو مفہوم تھا اپنی اس تعلیل سے اس مفہوم کو الٹ دیا ہے، اور ایک حرام کو حلال کرنے کی

تک و دو میں لگے ہوئے ہیں ۔

میاں صاحب نے اپنے فتویٰ میں ایک حدیث نقل کی ہے یہ حدیث بھی بخاری کی ہے ۔ حدیث یہ ہے ۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ایک طاق پر پردہ ڈال دیا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو ہٹا دیا "

اگر تصویروں کا استعمال کرنا جائز ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویر والے پردہ کو ہٹایا کیوں ؟

آگے اس روایت میں ہے :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے دو تکیے بنا دیئے جو گھر ہی میں رہے ان کو آپ استعمال فرماتے تھے ۔

روایت کے اس حصہ نے بات صاف کر دی کہ اس پردہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور کپڑے کو تکیہ کے لیئے استعمال کیا گیا ، یہ ہے تصویر کا امتہان و ابتذال ۔ اگر تصویر کو مسخ کر دیا جائے خواہ شکل بگاڑ کر یا کاٹ پیٹ کر تو اس کا استعمال جائز ہے اس لئے کہ ایسے کپڑوں کو تصویر والا کپڑا کہنا مجازاً ہے حقیقۃً نہیں ۔ مسند احمد کی جس روایت میں ہے کہ آنحضور ان تکیوں میں سے ایک پر ٹیک لگاتے تھے حالانکہ اس میں تصویر تھی ، اس تصویر کا یہی مطلب ہے کہ جب پردہ کو کاٹ پیٹ کر دو تکیئے بنا لیئے گئے تو اس کی اصل شکل باقی نہیں رہی یہ نہیں کہ تصویر جوں کی توں باقی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال فرماتے رہے ، اگر تصویر ہو بہو اپنی اصلی شکل میں باقی رہتی اور آپ اس کا استعمال فرماتے تو پھر آپ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو ۔ ؟

پھر میاں صاحب کے فتویٰ میں مطلقاً ان کپڑوں اور برتنوں کے استعمال کے جواز کو

بتلایا گیا ہے جو ولایتی ہیں، حالانکہ اگر کسی تصویر والے کپڑے کا استعمال جائز بھی ہے تو اس کی شکل یہ ہے کہ اس کو پامال کیا جائے، نہ کہ اس کو پہنا جائے، تصویر والا کپڑا پہننا حرام ہے، اس میں فخر اور شان کا اظہار مقصود ہوتا ہے، اس جگہ کسی طرح کی پامالی کا تصور بھی دل میں نہیں گزرتا ــــ میاں صاحب کے فتویٰ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کہ تصویر والے کپڑوں کا اوڑھنا اور پہننا حرام ہے، تصویر والی چادروں کے اوڑھنے میں کون سی پامالی ہے؟ میاں صاحب کے فتویٰ کی رو سے ایسی چادروں کا استعمال جائز ہے، جو ولایتی اور تصویر والی ہو۔

میاں صاحب کے فتویٰ میں ان ولایتی برتنوں کے استعمال کے جواز کو بھی بتلایا گیا ہے جن میں تصویریں ہوں، ذرا بتلایا جائے کہ تصویر والے برتنوں کے استعمال میں کیا پامالی ہے، پیسے والے متکبر اور نواب اور بادشاہ تصویر والے برتنوں کا استعمال اپنی شان جتلانے کیلئے کیا کرتے تھے۔ ان برتنوں میں کھانا فخر سمجھتے تھے، کیا یہاں کسی کے ذہن میں اس کا تصور بھی ابھرتا ہے کہ ان مالداروں، نوابوں اور بادشاہوں کا ان برتنوں کا استعمال بطور امتہان اور ابتذال کے ہوتا تھا اور ان بادشاہوں نوابوں اور مالداروں کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ وہ ان تصویروں کی بیحرمتی کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ میاں صاحب کا یہ فتویٰ غلط ہے، اور اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، یہ فتویٰ صحیح احادیث کے خلاف ہے، اور اس کے صحیح احادیث کے خلاف ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

افسوس کہ غیر مقلدین میں حق گوئی اور صداقت کا فقدان ہے، اور یہی وجہ ہے کہ میاں صاحب کے اس غلط فتویٰ کو غیر مقلدین جماعت کے بعض پی ایچ ڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو یکسر نظر انداز کر کے اس کے صحیح ہونے کی بات کر رہے ہیں، اور شریعت اسلامیہ میں جو چیز حرام ہے اس کو حلال بتلانے کی جرأت کر رہے ہیں، باپ دادا کی اندھی تقلید اندھے بن کر یہ خود کریں اور طعنہ دیں مقلدین کو کہ یہ مقلدین آباء واجداد کی تقلید کرتے ہیں۔

سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

براہ کرم کوئی غیر مقلد یہ کہنے کی جرأت نہ کرے کہ فلاں فلاں فقہاء و محدثین اور فلاں فلاں مذہب میں بھی تو تصویر والے کپڑوں کا استعمال جائز بتلایا گیا ہے، فلاں کیا کرتا اور کیا کہتا ہے اس سے آپ کو مطلب نہ ہونا چاہیئے۔ آپ تو ماشاءاللہ حدیث و سنت والے ہیں آپ صرف یہ دیکھئے کہ حدیث کیا کہتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیا ہے حدیث کی روشنی میں جواز یا عدم جواز کا فیصلہ فرمائیے، ورنہ ۔ ہوتے ہوئے مصطفےٰ کا گفتار مت دیکھ کسی کا قول و قرار کی قوالی بے سود ہو گی ۔

میاں صاحب نے اپنے اس فتویٰ میں ان تصاویر والے ولایتی کپڑوں اور برتنوں کی بیع و شراء کو بھی جائز بتلایا ہے ذرا میاں صاحب کا ہمدرد کوئی پی ایچ ڈی بتلائے کہ کیا ان برتنوں کی بیع و شراء میں بھی بے حرمتی اور ابتذال کا معنی پایا جاتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً تو پھر ایسے حرام برتنوں اور کپڑوں کی بیع و شراء کے جواز کا فتویٰ میاں صاحب نے کہاں سے دیا؟ کیا کوئی غیر مقلد ایک حدیث بھی پیش کر سکتا ہے جس میں تصویر والے برتنوں اور کپڑوں کی بیع و شراء کو جائز بتلایا گیا ہو؟ کیا آنحضورؐ کے زمانہ میں صحابہ کرام اس قسم کے کپڑوں اور برتنوں کی تجارت کرتے تھے؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد صحابہ و تابعین میں اس طرح کے برتنوں اور کپڑوں کی تجارت کا ثبوت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر تصویر والے برتنوں اور کپڑوں کی تجارت کے جواز کا فتویٰ میاں صاحب نے کہاں سے دیا، کیا یہ فتویٰ میاں صاحب نے اپنی رائے سے دیکر حرام کا ارتکاب نہیں کیا ہے؟

اگر دوسرا کوئی اپنی رائے سے فتویٰ دے تو غیر مقلدین آسمان سر پر اٹھالیں اور یہ ایک حرام کو حلال کرنے کیلئے اپنی رائے کا استعمال کریں تو عین دین و شریعت قرار پائے ۔ مالکم کیف تحکمون ۔

میاں صاحب نے یہ فتویٰ صرف ولایتی یعنی سمندر پار والے کپڑوں اور برتنوں کے بارے میں دیا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

"برتنا ولایتی برتنوں یا کپڑوں کا جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں
جائز ہے اور بیع وشرار بھی جائز ہے"

ایک غیر مقلد پی ایچ ڈی فرماتے ہیں :

"حقیقت یہ ہے کہ قید احترازی کے طور پر نہیں بلکہ امر واقع کے طور پر
میاں صاحب نے ولایتی کا ذکر کر دیا ہے"

(ترجمان اہلحدیث دہلی ۲/۹ ۱۶/ اپریل ۱۹۹۹ء)

مگر افسوس یہ ہے کہ یہ پی ایچ ڈی صاحب نے (جن کی زبان ماشاء اللہ آجکل ڈومنیوں کی بھی زبان کو مات کر رہی ہے) اپنے اس دعویٰ پر جس کو وہ حقیقت کہکر کے بیان کر رہے ہیں کوئی دلیل پیش نہیں کی، صرف وہم وگمان سے کام لیا ہے، اور ولایتی کی نص صریح ہوتے ہوئے علمی میدان میں وہم وگمان سے کام لینا جاہل پی ایچ ڈیوں کا کام ہے اہل علم کا نہیں ۔

مولانا میاں صاحب کے مذکورہ فتویٰ پر مولانا محمد ابوبکر غازیپوری نے تبصرہ کیا تھا کہ یہ غلط فتویٰ میاں صاحب نے محض انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے دیا تھا، برطانوی دور حکومت میں غیر مقلدین کے ہر بڑے کی کوشش ہوتی تھی کہ سرکار برطانیہ کا تقرب حاصل کرے، سرکار برطانیہ کی حمایت میں کتابچے لکھے جاتے تھے، مجاہدین کے خلاف فتاویٰ جاری کئے جاتے تھے، انگریز کمشنروں کی سارٹیفکٹ کے سہارے حج بیت اللہ کیا جاتا تھا، جہاد منسوخ ہونے کا چرچا کیا جاتا تھا اور اسمیں میاں صاحب بھی بہت آگے آگے تھے، مولانا ابوبکر غازیپوری نے اسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، بس کیا تھا دنیائے غیر مقلدیت میں پیچ وتاب پیدا ہوگیا، اور اس جماعت کے ایک پی ایچ ڈی صاحب نے جو ماشاء اللہ دین و دیانت، تقویٰ و طہارت سے پورے طور پر متصف ہیں مولانا غازیپوری کے خلاف مغلظات اگلنا شروع کر دیا اور یہ مغلظات دہلی کی مرکزی جماعت اہلحدیث کا جریدہ بڑے شوق سے شائع کر رہا ہے ۔ "نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی"۔

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

کیا یہی انصاف کا تقاضا ہے؟

یہ عنوان اس مضمون کا ہے جو دہلی کے ایک غیر مقلد پرچہ میں ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کے نام سے شائع ہوا ہے، دہلی والے مذکورہ پرچہ کے ذمہ داروں سے ہم قطعًا ناواقف ہیں اس لئے ہم نے کبھی اس پرچہ کے کسی مضمون کو سنجیدگی سے نہیں لیا ہے، اس پرچہ کے بیشتر مضامین عامیانہ ہوتے ہیں یعنی بالکل غیر مقلدانہ شان کے یہ وجہ بھی ہے کہ زمزم میں کبھی اس کا نام بھی نہیں لیا گیا، البتہ تعجب یہ ہے کہ اس پرچہ میں ڈاکٹر رضاء اللہ جیسے فاضل محقق کے ایک شمارے میں کئی کئی مضامین ہوتے ہیں۔

اوپر کے عنوان والا مضمون بھی ڈاکٹر رضاء اللہ کا اسی پرچہ کی زینت ہے اور ڈاکٹر رضاء اللہ کے نام کے توسط سے ہم اس مضمون کے کچھ اقتباسات زمزم کے قارئین کی خدمت میں اپنے مختصر تبصرہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، موصوف ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں بلکہ مضمون کا آغاز ہی اس عبارت سے کرتے ہیں۔

" اہل باطل کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب بھی حق کی صدا بلند کی گئی۔۔
۔۔۔۔ اہل باطل نے اپنے تمام وسائل بروئے کار لاکر حق کی آواز کو دبانے کی پوری کوشش کی۔۔

ن ۔ اہل باطل سے مراد مقلدین ہیں اور اہل حق سے مراد غیر مقلدین ہیں، اور معلوم ہے کہ غیر مقلدیت کا وجود برطانیہ سرکار کے دور میں ہوا ہے تو حق اور باطل کی اصل کشاکش کا دور

غیر مقلدیت کی تاریخ کے پیش نظر دور برطانیہ سے شروع ہوتا ہے، اس کی پوری تاریخ میں مسلمانوں کے درمیان خاص طور پر اہلسنت کے تمام فرقوں کے درمیان بحث ونظر اور فکر ورائے کا اختلاف تو رہا ہے مگر حق و باطل کا اختلاف نہیں رہا ہے، حق وباطل سے مراد ایمان وشرک کا اختلاف ہے، یہ تو غیر مقلدین نے انگریزوں کی شہ پر تمام مسلمان مقلدین کو جب کافر ومشرک کہنا شروع کیا تو اس وقت سے حق وباطل کی جنگ چھڑی۔

"اگرچہ اہل باطل کو اہل حق کے مقابلہ میں ہمیشہ ہی منہ کی کھانی پڑی ہے"

ن ۔ ہمیشہ سے مراد ہے دور برطانیہ کے زمانہ وجود سے۔

"شرک وبدعات سے تعفن زدہ ماحول میں کتاب وسنت کی عطر بیز دعوت عام کرنے اور نور حق کے ذریعہ تیرگی کو دور کرنے کا جب اہل حق نے بیڑا اٹھایا"

ن ۔ یعنی ارشاد مبارک کا حاصل یہ ہے کہ یہ پورا برصغیر تقلید کی وجہ سے تعفن زدہ تھا اور شرک وبدعت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، تو اہل حق یعنی غیر مقلدین نے غیر مقلدیت کی ایمانی شمع روشن کرنے کا بیڑا اٹھایا اور سرکار برطانیہ کے زیر سایہ یہ شمع جب روشن ہوئی تو یہ ظلمت کدۂ کفر وشرک غیر مقلدوں کی غیر مقلدیت کی ایمانی شمع سے روشن ہوگیا۔

یعنی کہ دھوم مچ گئی فتح مبین کی۔

"(علماء حق) کی دعوت کی حقانیت اظہر من الشمس ہو چکی ہے"

ن ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

"وقفۃ مع اللامذھبیہ کے مؤلف جناب محمد ابوبکر غازی پوری ہیں"

ن ۔ جی ہاں صحیح اطلاع آپ کو پہونچی ہے۔

"موصوف کی اردو عربی کی دیگر تالیفات ہیں، مذکورہ کتاب اور ایکے بعد اس کے دم چھلوں کے منظر عام پر آتے ہی"

ن ۔ ماشاء اللہ اچھی زبان استعمال کی ہے۔

"ایوان دیوبندیت میں بڑے زور وشور کے ساتھ جشن چراغاں منایا گیا"

ن ۔ اور ایوان غیر مقلدیت میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔

"حالانکہ غیر جانبداری کے ساتھ کوئی ان کتابوں کا مطالعہ کرے تو اسے ان میں بحث وتحقیق نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی"

ن ۔ بجا ارشاد، واقعۃً ان کتابوں میں بحث وتحقیق سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ صرف غیر مقلدین کی کتابوں سے ان کے عقائد ومسائل کے کچھ نمونے بقید صفحہ وجلد پیش کر کے غیر مقلدین کی سلفیت کا پول کھول دیا گیا ہے۔

"آپ کا یہ فرمانا کہ (الحدیث وہابیہ) لکھ کر اہلحدیثوں نے ظلم کی ابتداء کی ہے سراسر بہتان ہے"

ن ۔ اہلحدیثوں نے نہیں بلکہ غیر مقلدوں نے اور مصنوعی سلفیوں نے، اور رہا بہتان تو بہتان وہ نہیں آپ کی یہ بات ہے۔

"(مقلدین نے) عظمت صحابہ کی پرواہ کے بغیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ کرام کو غیر فقیہ، غیر عادل، مجہول، بے سمجھ اور بے علم کہہ کر اس کی ابتدا کی گئی"

ن ۔ کس دیوبندی نے کہا نام تو لو، ورنہ خدا سے ڈرو، اس قسم کی باتوں سے غیر مقلدین پر سب صحابہ وشتم صحابہ دیے تو قیری اسلاف کا جو دھبہ لگ چکا ہے دھلنے والا نہیں ہے۔

"امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمہم اللہ ودیگر سلف سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم ودیگر متاخرین اہل علم تک پہونچا"

ن ۔ بات صحیح فرمائی مگر بے حوالہ، حوالہ ہم سے سن لیں تاکہ موقع پر کام آئے۔

نواب وحید الزماں مشہور غیر مقلد عالم فرماتے ہیں:

ویستحب الترضی للصحابۃ غیر ابی سفیان ومعاویۃ وعمرو بن العاص

ومغیرۃ بن شعبۃ وسمرۃ بن جندب " (کنز الحقائق ص۲۴۳)

یعنی تمام صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے مگر (حضرت) ابو سفیان (حضرت) معاویہ (حضرت) عمرو بن العاص (حضرت) مغیرہ بن شعبہ اور (حضرت) سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے۔

جامعہ سلفیہ کے عظیم محقق صاحب اپنی کتاب تنویر الآفاق میں لکھتے ہیں:

" موصوف عمر نے مصلحت کے پیش نظر باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی " ص۴۹۸

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے بارے میں موصوف محقق کا ارشاد ہے:

" دریں صورت ابن مسعود کی اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابلِ نفاذ ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں اس کا حکم بھی نہایت واضح اور ظاہر ہے "

امام بخاری کے متعلق ایک غیر مقلد اہل قلم کا ارشاد ہے:

" دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں داستان گوئی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری رہ گئی " (صدیقہ کائنات از حکیم فیض عام ص۱۰۶)

" اسی طرح مولانا محمد جوناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں نکلنے والے دو حنفی اخبار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "

ن ۔ تو یہ تو یہ آپ نے کس کا نام لیا، اور کس کو رحمۃ اللہ علیہ کہا، کیا آپ کو معلوم نہیں یہ وہی محمد جوناگڈھی ہیں جو فاروق اعظم خلیفہ راشد ثانی آنحضور کے پہلو میں لیٹنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر دست راست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

پس آؤ سنو بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل لیسے ہیں کہ حضرت

فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی۔ ۔ ۔

ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق بے خبر تھے۔ (طروق محمدی ص۴)

اور یہی محمد جونا گڈھی وہ ہیں جو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بکواس کرتے ہیں۔

"شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الٰہی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں" (ایضاً ص۳)

ڈاکٹر صاحب کچھ تو حیا و شرم سے کام لیجئے، صحابہ کرام اور نبی کی شان میں اس قسم کی باتیں لکھنے والے کو آپ مولانا اور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، اور حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری دامت برکاتہم العالیہ جب صحابہ کرام اور ائمہ دین و فقہائے اسلام کا دفاع کریں تو آپ انکو مولانا تو کیا کہتے چور اور اچکا بناتے ہیں، دیکھئے ان کے بارے میں آپ کی کوثر و تسنیم میں ڈوبی ہوئی زبان کا یہ نمونہ۔

"یہ شخص (غازی پوری) دوسروں کو چور کہہ کر اپنی ماہرانہ و پیشہ ورانہ چوری سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا ہے ورنہ وہ خود زبردست چور واقع ہوا ہے چور ہی نہیں بلکہ ایک اچکا ہے" (ترجمان حدیث دہلی ص۲۷ نومبر ۱۹۹۸ء)

مولانا غازی پوری نے کس کو چور کہا ہے، اور کب کہا ہے، اور کہاں کہا ہے اس کا جواب تو آپ سے خدا لے گا، ہم تو صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ مولانا غازی پوری نے کسی صحابی خیر القرون و مابعدہا کے کسی فقیہ و محدث، بزرگان دین میں سے کسی اللہ والے کی توہین و تنقیص کی ہے تو بتلائیے اور غازی پوری صاحب کو برا بھلا کہنے کا حق رکھئے۔

مگر جائے تعجب ہے کہ جو مرد مجاہد اور اسلام کا غازی صحابہ کرام کا دفاع کر رہا ہو ائمہ و فقہ و حدیث کے معاندین سے پنجہ آزمائی کر رہا ہو، بزرگان دین اور اسلاف امت پر دشمنانِ دین کے حملوں کا مقابلہ کر رہا ہو اس مرد مجاہد کو آپ چور اور اچکا بناتے ہیں اور مولانا تک نہیں کہتے اور جو صحابہ کرام اور فاروق اعظم کے بارے میں تبرا بکتا ہو اس کو آپ مولانا بھی کہتے ہیں اور

رحمۃ اللہ علیہ کی سوغات سے بھی نوازتے ہیں، خدارا سوچیے آپ کی دینی غیرت کو کیا ہوگیا ہے،
اللہ کے بندے برا انکو نہیں کہا جاتا ہے جو برائیوں سے لڑنے والے ہوں، برائیاں پیدا
کرنے والوں کو برا کہا جاتا ہے۔

" علمائے اہلحدیث پر الزام عائد کیا جاتا ہے کہ یہی لوگ بدزبانی کی ابتدا
کرتے ہیں اور ائمہ کرام و علمائے عظام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں "

ن ۔ عرض کرچکا ہوں کہ علمائے اہلحدیث یعنی محدثین کرام پر یہ الزام کوئی عاید نہیں کرتا
البتہ غیر مقلدین پر اور بناوٹی سلفیوں واہلحدیثوں کے بارے میں یہ ضرور سچ ہے کہ یہ نہایت
درجہ بدزبان ہوتے ہیں، بڑوں اور چھوٹوں پر، سلف اور خلف پر انکی بدزبانی عام بات ہے
غیر مقلدین کی بدزبانیوں کے بارے میں خود نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں :

" بخدا یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ (یعنی غیر مقلدین کا ٹولہ) اپنے
آپ کو خالص موحد کہتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک و
بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود متعصب اور دین میں غلو کرنے والے
ہیں " (الحطہ ص۱۵۴)

مشہور عالم مولانا داؤد غزنوی لکھتے ہیں :

" دوسرے لوگوں (یعنی مقلدین) کی یہ شکایت کہ اہلحدیث حضرات ائمہ
کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں
عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت
کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے "

(مولانا داؤد غزنوی ص۸۸ و ص۸۸)

اور مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں غیر مقلدوں کے بارے میں لکھتے ہیں :

" بعضے عوام اہلحدیث کا حال یہ ہے کہ انھوں نے صرف رفع یدین اور
آمین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کیلئے کافی سمجھا ہے، باقی آداب اور سنن اور

اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔ (لغات الحدیث جلد دوم ص۹۱)

ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری صاحب غور فرمائیں یہ ان کے گھر کی تین وزنی شہادتیں ہیں کہ غیر مقلد ٹولا اکابر دین کے حق میں نہایت درجہ گستاخ واقع ہوا ہے تو کیا یہ الزام ہے یا حقیقت، اپنے اکابر کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔

" عالم اسلام کی معروف و مشہور ہر دلعزیز اور نمونہ سلف شخصیت شیخ عبدالعزیز ابن باز حفظہ اللہ کے نام کھلے خط میں محض ظن و تخمین کی بنا پر ان کو (غازی پوری موصوف) تنقید کا نشانہ بنا چکے ہیں۔

ن ـ ظن و تخمین سے کام لینا تو آپ کا کام ہے، حقیقت پر نگاہ نہیں ہوتی ہے اور جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں، آپ نے اسی پرچہ میں موصوف ابن باز رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

" آپنے تقریبا ۹۰ سال کی مشغول ترین زندگی گذاری ......

۸۹ سال کی عمر میں آپ کا وقت موعود آن پہونچا "

یعنی آپ کے اس کلام شریف کے بموجب موصوف ابن باز رحمۃ اللہ اپنی وفات کے ایک سال کے بعد بھی ایک سال مشغول ترین زندگی گذارتے رہے۔

آپ کا ابن باز موصوف کے متعلق یہ کلام بھی تحقیق کا شاہکار ہے:

" تمام مسلمانوں کی حاجت روائی کو اپنی زندگی کا اہم مشن تصور کرتے تھے"

تعجب ہے آپ جیسا موحد اور ابن باز کو مسلمانوں کا حاجت روا بتلاتا ہے، مسلمانوں کے عقیدہ میں حاجت روائی صرف اللہ کا کام ہے۔

ابن باز موصوف کے متعلق آپ کا یہ کلام بھی تحقیق کا اعلیٰ شاہکار ہے:

"آپ کی علمی وعملی، مذہبی وتبلیغی ورفاہی خدمات اور کارناموں سے
بھرپور اور کامیاب زندگی کا آغاز ۱۳۳۰ھ سے ہوتا ہے اسی سال
آپ نے بمطابق ۱۲ ذی الحجہ کو ایک مفلوک الحال لیکن علمی خاندان میں
اپنی آنکھیں کھولی تھیں"

یعنی آپ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ جس سال شیخ ابن باز موصوف پیدا ہوئے اسی
سال سے ماں کے پستان کا دودھ پیتے ہوئے اور گود میں ہمکنے کے سال سے ان کی
مشغول ترین دعوتی، علمی ورفاہی زندگی شروع ہوگئی تھی۔ سبحان اللہ۔

مولانا غازی پوری نے شیخ ابن باز پر کوئی تنقید نہیں کی تھی بلکہ ان کو ایک
فتنہ سے آگاہ کیا تھا اور ان کے مقالہ کا حاصل یہ تھا کہ نام کے سلفیوں کی حمایت ان
جیسے ذمہ دار عالم کے لئے مناسب نہیں ہے، ان کی حمایت سے مصنوعی سلفیت کا فتنہ
ہندوپاک ودوسری جگہوں پر پاؤں جمارہا ہے، یہ ایک ذمہ دارانہ بات اور خیر خواہانہ نصیحت
تھی جس کو اچھے انداز میں شیخ کے گوش گزار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ہاں آپ
جیسے لوگوں کیلئے وہ مقالہ یقیناً صاعقہ آسمانی تھا جس سے دنیائے غیر مقلدیت بلبلا اٹھی
آپ لوگوں نے اس مقالہ کو بنیاد بناکر مولانا غازی پوری کے خلاف جو کچھ آپ کے بس میں
تھا سب کر ڈالا مگر ہوا کیا، نتیجہ آپ کو معلوم ہے۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

"لیکن آپ کا یہ فرمانا کہ (الدیوبندیہ) لکھ کر اہلحدیثوں نے ظلم کی ابتدا
کی سراسر بہتان ہے"

ن۔ الدیوبندیہ لکھ کر آپ حضرات نے دینی، دعوتی، رفاہی، علمی، ادبی، اصلاحی
تبلیغی نہایت شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ خدا جزائے خیر دے۔

"ایضاح الادلہ میں قرآن کی ایک آیت میں بعینہ اضافہ کردیا اس کی باربار
طباعت ہوئی لیکن آیت کریمہ میں اضافہ جوں کا توں برقرار رکھا گیا"

ن ۔ یہ بھی آپ کی تحقیق کا اور سچ بولنے کا نہایت شاندار کارنامہ ہے، الدیوبندیہ والے نے بھی یہی تحقیق پیش کر کے نہایت سچ بولا ہے، ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ الدیوبندیہ کتاب کی تالیف سے بہت پہلے اس غلطی کی اصلاح کر لی گئی تھی اور اب ہندوستان و پاکستان میں یہ تصحیح شدہ اڈیشن ہی دستیاب ہے، بھول چوک انسانی خاصہ ہے، بخاری شریف میں کتاب الاطعمہ کھول کر دیکھئے قرآن کی آیت لکھنے میں امام بخاری سے شدید چوک واقع ہو گئی ہے (۱)

اذان کی دعا میں الدرجۃ الرفیعہ کا لفظ نہیں ہے، بخاری شریف میں یہ دعا منقول ہے، بخاری کی حدیث میں بھی یہ لفظ نہیں ہے، مگر ابن تیمیہ سے بھول ہو گئی اور اس کو بخاری شریف کی طرف منسوب کر دیا، دیکھو فتاوی (ص ۱۹۲/۱ج) (۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحیح سند سے مروی درود شریف کی کسی روایت میں ابراہیم و آل ابراہیم کے دونوں لفظ یکجا واقع نہیں ہوئے ہیں حالانکہ صحیح بخاری کتاب التفسیر کی روایت میں یہ دونوں لفظ یکجا موجود ہیں ۔ (۳)

---

(۱) کتاب الاطعمہ باب قول اللہ تعالی کلوا من طیبات ما رزقناکم وقولہ کلوا من طیبات ما کسبتم اصل آیت ہے انفقوا من طیبات ما کسبتم بخاری شریف میں انفقوا کی جگہ کلوا ہے، (بخاری شریف جلد ثانی ص ۸۰۹)

(۲) ابن تیمیہ فرماتے ہیں وفی صحیح البخاری عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال : من قال حین سمع النداء اللھم ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ الخ حالانکہ بخاری شریف والی حدیث میں خط کشیدہ لفظ نہیں ہے، نہ یہ اور کسی صحیح حدیث میں ہے۔

(۳) ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فھذہ الاحادیث فی الصحاح لم اجد فیھا ولا فیما نقل لفظ ابراھیم وآل ابراھیم (فتاوی ص ۴۵۶/۲۲ج) یعنی یہ صحاح کی روایتیں ہیں، میں نے نہ ان میں نہ دوسری منقول احادیث میں ابراہیم و آل ابراہیم کا لفظ درود میں یکجا نہیں پایا ۔

حالانکہ بخاری شریف کی حدیث میں یہ لفظ یکجا واقع ہے۔ (دیکھو کتاب التفسیر ص ۴۵۲/۲ج)

فتاویٰ ابن تیمیہ سلفی عرب برابر چھاپتے ہیں مگر ان باتوں کی تصحیح نہیں کرتے تو کیا اس کو بنیاد بنا کر امام بخاری، اور ابن تیمیہ کے بارے میں یہ شور مچانا جائز ہوگا کہ انھوں نے قرآن وحدیث میں تحریف کی ہے، یا سلفی حضرات انکی عقیدت میں ایسے ڈوبے ہیں کہ قرآن کی آیت غلط چھپے حدیث میں ایک لفظ کا اضافہ کر دیا جائے مگر یہ سلفی حضرات ان غلطیوں کو باقی رکھنے پر مصر ہیں، اس قسم کا پروپیگنڈہ اوچھوں کا کام ہے، معصوم ذات صرف رسول کی اور بے عیب ذات صرف اللہ کی ہے۔

" جب کبھی اہل حق نے حق کی آواز بلند کی اس کو بزور قوت وطاقت بند کرانے کی پوری کوشش کی گئی "

ن ۔ آپ اہل حق کے یہاں حق کی آواز کیا ہے ؟ یہی کہ صحابہ کرام ائمہ دین فقہائے اسلام بزرگان امت اولیاء اللہ کو برا بھلا کہا جائے، افسوس کہ جو ان باتوں کا رد کرے اور اسلاف امت کا دفاع کرے اسکو حق کی آواز دبانے سے آپ تعبیر کر رہے ہیں، زمزم شمارہ نمبر میں داستان درد والا مضمون ایک بار اور آپ پڑھ لیں، دیکھیں کہ آپ سلفی حضرات نے ائمہ، فقہاء، محدثین اور اولیاء اللہ واصحاب احسان وتذکیہ میں سے کس کو چھوڑا ہے۔

" الدیوبندیہ کی تالیف لفاظی، معنوی ہیر پھیر اور الزام تراشی سے مکمل گریز کرتے ہوئے حقائق وواقعات اور ناقابل انکار ٹھوس ثبوت اور بین دلائل کی روشنی میں عمل میں لائی گئی ہے "

ن ۔ ماشاء اللہ یہ پورا کلام سچائی کا آئینہ صاف وشفاف آئینہ ہے اور اہل حق کا حق کلام ہے بلکہ حق کلام کا بہترین نمونہ ہے۔

(۱) الدیوبندیہ والے نے مولانا محمد حسن سنبھلی کو دیوبندی قرار دیا ہے، کیا یہ سچ ہے ؟ دیوبند میں انھوں نے کب پڑھا تھا، علماء دیوبند میں ان کا استاد کون ہے ؟

(۲) الدیوبندیہ والے نے عنوان قائم کیا ہے "مشائخ دیوبند زندگی اور موت کے مالک ہیں" کیا واقعی دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہے ؟

(۳) مولانا ظفر احمد تھانوی کی ایک عبارت قواعد فی علوم الحدیث سے الدیوبندیہ والے نے نقل کر کے الزام لگایا ہے کہ انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی توہین کی ہے، حالانکہ اس صفحہ کے حاشیہ میں مولانا ظفر احمد تھانوی کی، اس عبارت سے رجوع کی تحریر بھی ہے مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مؤلف نے اس عبارت سے رجوع کر لیا ہے یہ قلم کی غلطی تھی مؤلف اللہ سے استغفار کرتا ہے، اور ائمۂ اسلام کے حق میں بے ادبی سے توبہ کرتا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ بھی ائمۂ اسلام میں سے ہیں۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائیں۔

اس صریح عبارت کے باوجود ان پر یہ الزام لگانا کہ انھوں نے ابن تیمیہ کی توہین کی ہے کس قدر ظلم ہے، الدیوبندیہ کا محقق اندھا تھا اس نے حاشیہ میں یہ عبارت نہیں دیکھی تھی۔

(۴) الدیوبندیہ والے نے علماء دیوبند پر یہ افترا کیا ہے کہ وہ سید اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کے مخالف ہیں، کیا رضاء اللہ مبارکپوری اس کلام کے حق اور سچ ہونے پر کوئی سچی شہادت پیش کر سکتے ہیں؟

(۵) الدیوبندیہ والے نے لکھا ہے کہ علماء دیوبند کے اکابر غیب کا علم رکھتے تھے، کیا رضاء اللہ صاحب علماء دیوبند کی کسی کتاب سے علماء دیوبند کا اپنے اکابر کے بارے میں یہ عقیدہ ثابت کر سکتے ہیں؟

پوری کتاب اسی قسم کی بکواس سے بھری ہے، مگر چونکہ یہ کتاب ایک سڑے ہوئے غیر مقلد کی تالیف ہے اس لئے رضاء اللہ صاحب کو اس کی سطر کی سطر تحقیق کا آئینہ دکھائی پڑ رہی ہے، اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین اہل قلم کتنا سچ بولتے ہیں۔ اور ان کے یہاں تحقیق نام کس چیز کا ہے۔

"جماعت اہلحدیث کا جماعتی حیثیت سے الدیوبندیہ کی تالیف میں کوئی رول یا کردار نہیں ہے"

ن ۔ بجا فرمایا، شاید جناتوں نے پورے سعودیہ میں اسے چپکے چپکے پھیلا دیا۔

"گالیوں کے جواب میں گالی نہیں دی گئی ہے اور نہ ہم گالی دے سکتے ہیں"

ن - جی ہاں، آپ تو صرف پھول بکھیرتے ہیں اور آپ حضرات پھول ہی بکھیر سکتے ہیں۔ مولانا غازی پوری مدظلہ العالی کی شان میں آپ جتنی چاہیں گل فشانی کریں مگر خدارا اپنے لوگوں کو سمجھائیے کہ اکابرین واسلاف کے بارے میں اپنی گل افشانیوں کا سلسلہ بند کریں کہ اللہ ورسول کی شان میں گستاخی عرش کو لرزا دیتی ہے، رضاء اللہ صاحب سلف متقدمین کو جانے دیجئے، قریبی دور میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ اسماعیل شہید، حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ کی دینی وعلمی خدمات کا اعتراف ہمارے دشمن بھی کرتے ہیں، انکی عنداللہ مقبولیت کے تمام اہل حق معترف ہیں، مگر دیکھئے آپ کے جامعہ سلفیہ کے ایک فارغ فاضل ان نفوس مبارکہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

"خانوادۂ ولی اللہی تصوف کا وہ پروقار خاندان ہے، جہاں تصوف کی تمام تر رعنائیاں پورے جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ فگن ہیں، سجدۂ تعظیمی نذرونیاز، علم غیب، تصرف فی الکائنات، قبض ارواح، دست غیب تخفیر ارواح، کسب فیض، توجہ والتفات، تصور شیخ، تجسد موتیٰ، احیاء اموات، زیارت شہداء، وجدوسماع وغیرہ وغیرہ کون سے ایسے امور ہیں جو اس خاندان کے بزرگوں سے اوجھل ہیں ....

.... اور یہ سن کر تو شاید بہتوں کے ہوش اڑجائیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر و ہندو پاک کی وہ مایۂ ناز شخصیت ہیں جو بقول خود معصوم عن الخطاء بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیاو آخرت کے مواخذہ سے بری کردیا ہے" (کشن زہر ص۲، ص۴۱ از ابوالقاسم عبدالعظیم سلفی)

خدارا بتلائیے کہ اس طرح کے استہزائیہ انداز میں اس مبارک خاندان کا کس مسلمان نے تذکرہ کیا ہے۔

یہی سلفی صاحب اپنی اسی کتاب میں حضرت شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں یوں

زہر افشانی کرتے ہیں ۔

"شاہ صاحب کے پوتے شاہ اسماعیل شہید اسی خاندانی نظریہ تصوف کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اس کے اثبات میں عبقات جیسی کتاب لکھ ڈالی ۔ جو ابتداء سے انتہاء تک سلفی نظریات اور اسلامی عقاید حقہ کی تردید و مخالفت پر مشتمل کتاب ہے ، اور اپنے پیرومرشد اور یار غار سید احمد شہید کے ایماء پر صراط مستقیم نامی کتاب بھی مرتب کی جو اکتساب مقام الوہیت کے عملی طریقوں سے پر ہے " ص ۱۲

میں سمجھتا ہوں کہ ہر انصاف پسند مسلمان ان نگارشات کی روشنی میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ موجودہ سلفیت کی راہ راہ مستقیم ہے یا ضلالت و غوایت کی راہ ہے ، اور مولانا غازیپوری مدظلہ نے جو اس فرقہ کے خلاف نعرہ بزن بولا ہے ان کا یہ اقدام صحیح ہے یا غلط ، محض "اہل حق ، اہل حق" ہونے کا نعرہ دہرانے سے اگر کوئی فرقہ اہل حق ہو جائے تو سب سے بڑے اہل حق قادیانی اور شیعہ ہوں گے ، غیر مقلدوں کا نمبر تیسرا ہو گا ۔

خدایا کسی اللہ والے سے بغض و عداوت آپ کا بدترین عذاب ہے ، الٰہ العلمین ہمیں اس عذاب سے بچائے رکھیو اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین و محبوبین کی محبتوں سے ہمارے قلوب کو آباد فرما دیجیو ، پروردگار عالم تو ہر ہر قول و فعل کا حسیب ہے ، بارالٰہ ہمیں صالح عمل اور سچی اور اپنی والی بات کہنے کی توفیق ارزانی فرمائیو ، صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ وصحبہ اجمعین ۔

مقتدی ۱۰ جمل ۱
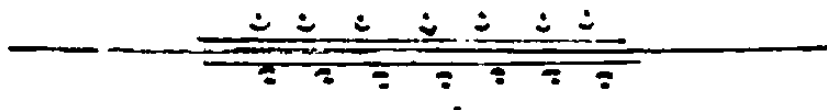
نورالدین نوراللہ الاعظمی

مولانا عبیداللہ رحمانی کے دو فتووں کا ذکر

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کی شخصیت غیر مقلد حلقوں میں بڑی قدآور سمجھی جاتی رہی ہے، شیخ الحدیث کے لقب سے اس حلقہ میں مشہور تھے، ایک صاحب نے جوش عقیدت میں ان کو شیخ الاحادیث کا بھی لقب دے رکھا ہے، فرماتے ہیں :

قابلِ رشک تھی دلربا زندگی
مصلحِ دین شیخ الاحادیث کی

(شیخ الحدیث نمبر شائع کردہ جامعہ سلفیہ)

یہ شیخ الاحادیث صاحب غیر مقلد ہونے کے باوجود کبھی کبھی فتویٰ دینے کا بھی شوق فرمایا کرتے تھے، ہم ذیل میں ان کے دو فتوؤں کو ماہنامہ توحید کرشنا نگر نیپال سے (اپریل ۹۹ء) نقل کرتے ہیں، ان فتوؤں سے غیر مقلدین کے شیخ الحدیث نہیں بلکہ شیخ الاحادیثوں کی مسائل شرعیہ وفقہیہ میں ژرف نگاہی ودیدہ وری اور علم وفضل کی انتہا کا قارئین اندازہ لگائیں گے، اور انکو اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ جب ان کے شیخ الاحادیثوں کی مسائل شرعیہ میں بصیرت کا یہ حال ہے تو ان کے باشتیوں کا انکے ہزار دعووں وتعلیوں کے باوجود علم وفقہ میں بصیرت کا کیا حال ہوگا ۔

نورالدین نوراللہ الاعظمی

حضرت علامہ محدث عبیداللہ رحمانی
مبارکپوری رحمہ اللہ

فقہ وفتاویٰ

سوال :۔ سوال یہ ہے کہ ہم لوگ بیل ذبح کرنیوالے کو ذبح کرائی دیتے ہیں خواہ بقرعید ہو یا عقیقہ ہو اور خوشی سے نہیں دیتے ہیں بلکہ ذبح کرنیوالا طلب کرتا ہے کہ ۲۰ روپیہ یا ۳۰ روپیہ دو تب ہم ذبح کریں گے تو اس کا طلب کرنا اور ہم لوگوں کا دینا کیسا ہے ؟ کیا اس کا طلب کرنا ناجائز ہے؟ حرام ہے ؟ اور کیا ہم لوگوں کو مفت ذبح کرانا جائز ہے۔

انعام الحق موضع پہری ڈیہہ، پوسٹ سنزری، وایا کرما ٹانڑ۔ دمکا۔ بہار

جواب :(۱)۔ قربانی یا عقیقہ کا جانور ذبح کرنیکی اجرت طلب کرنا اور ذبح کرنیکی اجرت دینا درست اور جائز ہے، ذبح کرنے کی اجرت دینے اور لینے میں شرعاً کوئی کراہت اور قباحت نہیں ہے۔ قرآن کریم اور احادیث سے اس کی ممانعت اور کراہت ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحابی وغیرہ سے کراہت و ممانعت کا فتویٰ منقول ہے بلکہ مطلق کسی بھی حلال جانور کے ذبح کرنیکی اجرت کے جواز کا فتویٰ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

لو استأجر بذبح شاة وغيرها يجوز كذا في العالمگيرية وغيرها من كتب الفقه ۔ (۲)

سوال :۔ شریعت محمدی میں غائبانہ نماز جنازہ کا کیا حکم ہے ؟ چونکہ ابھی ماہ فروری ۱۹۹۰ء میں جھولا میدان میں ایک دینی جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں ابوظبی کے ایک مولانا عبدالباری فتح اللہ تشریف لائے تھے انھوں نے نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور چیلنج کے ساتھ دعویٰ کیا کہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا ہے، جو حدیث ملتی ہے انتہائی درجہ کی ضعیف حدیث ہے۔

۲۔ حضرت انسان کے دادا حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ مگر جن کے دادا کون ہے اور ان کا نام کیا ہے ؟ قرآن و حدیث شریف میں کہیں ان کا ذکر ہے ؟۔

السائل :۔ بشارت اللہ انصاری معرفت عبدالصمد انصاری۔ اے، ایچ گارمنٹ سوریہ جی کمپاونڈ۔ ٹی۔ پی روڈ بائیکلہ۔ بمبئی۔

ج :۔ جنازہ غائبانہ پڑھنے کو مطلقاً ناجائز کہنا اور یہ دعوی کرنا کہ جنازہ غائبانہ کے ثبوت میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ انتہائی درجہ کی ضعیف حدیث ہے، ہمارے نزدیک یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک جنازہ غائبانہ پڑھنا جائز اور درست ہے کیونکہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہی امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے لیکن بعض جگہ اہل حدیثوں میں جنازہ غائبانہ پڑھنے کا آج کل جو رواج ہوگیا ہے اور اس کی رسم پڑگئی ہے یہاں تک کہ کوئی جمعہ جنازہ غائبانہ سے خالی نہیں جاتا۔ یہ ہمارے نزدیک افراط اور غلو ہے اور اس کا دستور بنا لینا طریق نبوی وعمل صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط کام ہے۔

حنفیہ اور مالکیہ جنازہ غائبانہ کے قائل نہیں ہیں۔ اور اس بارے میں وارد شدہ متفق علیہ حدیث کی طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، ان کے رد کے لئے "عون المعبود شرح سنن ابی داؤد"، "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ"، "المغنی لابن قدامہ" ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے نزدیک اعتدال کی راہ یہ ہے کہ علم وفضل، جود وکرم، تدین وتقوی وغیرہ میں کسی ممتاز شخص کی وفات کی یقینی خبر مل جائے تو اس کا جنازہ غائبانہ پڑھ لیا جائے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کے ساتھ اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا تھا۔ یہ واقعہ تمام کتب حدیث وسیر وتراجم میں بسند صحیح مروی ہے، عہد نبوی میں جنازہ غائبانہ پڑھنے کا دوسرا واقعہ حضرت معاویہ بن معاویہ کا ہے جو بعض کتب حدیث وکتب سیر وتراجم میں مذکور ہے لیکن اس کے سب طرق روایت ضعیف ہیں، ان دو واقعوں کے علاوہ کوئی تیسرا واقعہ جنازہ غائبانہ پڑھنے کا منقول نہیں ہے حالانکہ مدینہ منورہ کے علاوہ مختلف مقامات میں مسلمان موجود تھے اور ان کا انتقال بھی ہوتا رہا، یہ صورت حال اس بات کی علامت اور دلیل ہے کہ عہد نبوی وعہد صحابہ میں جنازہ غائبانہ پڑھنے کا دستور

اور عام رواج نہیں تھا اس لئے ہمارے نزدیک اصحمہ نجاشی اور معاویہ ابن معاویہ مزنی کے واقعوں کی بنا پر کبھی کبھار جنازہ غائبانہ پڑھ لیا جائے تو یہ شرعًا جائز کام ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ اس کو بدعت اور ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ جو ایسا کہتا ہے وہ افراط اور غلو کا مرتکب ہے۔ (۳)

۲۔ جنوں کا دادا کون تھا اور جن کس کی نسل سے ہیں۔ اور ان کے مورث اعلیٰ کا نام کیا تھا؟ یہ کسی معتبر یا ضعیف روایت سے بھی احقر کو نہیں معلوم ہو سکا۔ البتہ آیت (خلق الجان من مارج من نار) میں ، الجان ، کی تفسیر میں بعض مفسرین صرف اتنا لکھتے ہیں : خلق الجان ، أي : أبا الجن وهو ابليس ، وقيل : أبو الجن غير ابليس ، وقيل : الجان نفس الجن ، أي : هذا الجنس (يعني خلق جنس الجن)

الجمل حاشية تفسير الجلالين طبع الهند ج ۷ ص ۲۹۸ ،

هذا ما ظهر لي والعلم عند الله

املاه :- عبید الله الرحمانی المبارکفوری

۱۸ / ۱۲ / ۱۰ ۱۴ھ - ۱۳ / ۷ / ۱۹۹۰ء

---

(۱) شیخ الاحادیث کا جواب تو درست ہے۔ مگر جواز کی جو علت بیان کی گئی ہے یعنی قرآن وحدیث میں ممانعت کا ذکر نہ ہونا یا صحابہ کرام سے اس کے عدم جواز کا فتویٰ منقول نہ ہونا، کسی صاحب علم و فقہ کا کلام نہیں ہو سکتا، اگر کسی شئے کے جائز ہونے اور حلال ہونے کی یہی وجہ ہو تو چھپکلی اور ہاتھی اور اسی طرح بے شمار جانوروں کا کھانا بھی جائز ہوگا، اسلئے کہ کوئی غیر مقلد کتاب وسنت یا کسی صحابہ کے قول سے اس کا عدم جواز ثابت نہیں کر سکتا۔

نیز اس قسم کی دلیلوں سے اہل بدعت اپنی بدعتیں ثابت کرتے ہیں ، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مجلس میلاد میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کتاب وسنت سے ممنوع نہیں ہے نہ کسی صحابی سے اس کا عدم جواز ثابت ہے ، قبروں پر عرس اور قوالی بھی اسی وجہ سے جائز ہے کہ اس کا عدم جواز

کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ کسی صحابی نے اس کے حرام اور نا جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

غرض اگر شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی صاحب کی اس دلیل سے قربانی یا عقیقہ کے جانور کی ذبح کرائی جائز مانی جائے تو اس دلیل سے بہت سے حرام جانور حلال ہوجائیں گے اور بہت سی بدعتیں جائز قرار پائیں گی، کوئی فقیہ کسی چیز کے جائز اور حلال ہونے کی دلیل اس بات کو نہیں بناتا ہے کہ اس کے عدم جواز کا ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے یا کسی صحابی سے اس بارے میں عدم جواز کا فتویٰ منقول نہیں ہے، یہ غیر عالمانہ وغیر فقیہانہ استدلال ہے بلکہ وہ مثبت دلیل پیش کرتا ہے۔

(۲) ۔ آخر شیخ الحدیث کو مسئلہ بتلانے کیلئے اسی فقہ حنفی میں پناہ لینی پڑی جسکو آج کل غیر مقلدین کا سلفیت زدہ حلقہ کوک شاستر کہنے لگا ہے۔

(۳) آپ شیخ الاحادیث صاحب کا نماز جنازہ غائبانہ کے سلسلہ میں یہ پورا جواب پڑھا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بقول شیخ الاحادیث صاحب

(۱) اس بارے میں صرف ایک واقعہ حبشہ کے شاہ کا صحیح حدیث سے منقول ہے۔

(۲) حضرت معاویہ بن معاویہ والے واقعہ کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔

(۳) کتب احادیث میں ان دو واقعوں کے علاوہ کوئی تیسرا واقعہ نہیں ہے کہ کسی صحابی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی ہو، دوسرے واقعہ کی سند ہی جیسا کہ معلوم ہوا صحیح نہیں ہے، گویا پورے عہد نبوت وعہد صحابہ میں صرف ایک واقعہ شاہ حبش کا ہی نماز جنازہ غائبانہ کے سلسلہ میں ثابت ہے۔

(۴) مولانا رحمانی صاحب کو اعتراف ہے کہ " مدینہ منورہ کے علاوہ مختلف مقامات میں مسلمان موجود تھے اور ان کا انتقال بھی ہوتا رہا تاہم عہد نبوی وعہد صحابہ میں جنازہ غائبانہ پڑھنے کا دستور اور عام رواج نہیں تھا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ خود شیخ الاحادیث صاحب غیر مقلدین کے

پیشوئی کو اعتراف ہے کہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا دستور نہیں تھا تو پھر ان غیر مقلدوں کا نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا اور اس کو مسنون کہنا کہاں تک درست و روا ہے ، جو کام عہد صحابہ و عہد نبوی میں نہ رہا ہو اس کو سنت قرار دینا یہ غیر مقلدوں کا ہی اجتہاد ہو سکتا ہے ۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جن کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مسنون کام کس کو کہا جاتا ہے اور سنت کا اطلاق کسی چیز پر کب ہوگا ۔ ان بیچاروں کو بھی شوق اجتہاد بے چین کئے رہتا ہے اور علماء و فقہاء کی تقلید سے عار آتی ہے ، اور جرأت کا عالم یہ ہے کہ شرعی مسائل میں ائمہ فقہ و حدیث کے بالمقابل خم ٹھونک کر کھڑے ہو جائیں گے ، اور اپنی منہ زوری کے بل بوتے پر میدان جیتنے کی کوشش کریں گے ۔

اعاذنا اللہ من سوء الفهم والجهل

اس مسئلہ پر مفصل گفتگو مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ کی کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں موجود ہے ۔ قارئین اس مسئلہ کو وہیں دیکھ لیں ۔

لطیفہ

جماعت غرباء اہلحدیث کی نظر میں انڈے اور مرغی کی قربانی جائز ہے ۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے غرباء اہلحدیث کے مدرسہ کے مہتمم کو فون پر اطلاع دی کہ میرے پاس قربانی کی کافی تعداد میں کھالیں موجود ہیں کوئی انتظام کر کے لے جاؤ ، مہتمم صاحب ٹرک لے کر وہاں پہنچ گئے دوکاندار نے مرغی کے انڈوں کے خول دکھا کر کہا یہ ہماری قربانی کی کھالیں ہیں مہتمم بے چارہ شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا گویا یوں کہہ رہا تھا ۔

ع بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

حدیث پر صحت وضعف کا حکم امر اجتہادی ہے

مکری حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ،

سلام مسنون!

زمزم کے شماروں کا مطالعہ ہم سب کے لئے کافی نظر کشا ثابت ہو رہا ہے، بہت سے اشکالات رفع ہوئے۔ احناف رحمہم اللہ کی فقہی بصیرت اور ان کی دیدہ وری کے ٹھوس دلائل مہیا ہوئے اور اطمینان وسکون کی کیفیت سے دل میں آسودگی وتازگی پیدا ہوئی، آپ کے بالمقابل غیر مقلدین اہل قلم کی بھی ہم تحریریں پڑھتے ہیں، ان کی تحریروں کے اسلوب لب ولہجہ کی درشتی دلائل کا دلائل سے جواب دینے کے بجائے صریح دشنام گوئی سے نفرت ہوتی ہے، ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہی کی وادی تیہ میں سرگرداں رکھے۔ وما علینا الا البلاغ۔

حدیث کی صحت وضعف اور اس کے قابلِ قبول و ناقابلِ قبول ہونے پر مختصر سی روشنی عام فہم انداز میں ڈالیں۔ والسلام

اسرائیل موسیٰ پٹیل احمد آباد

زمزم!

حدیث کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ کرنا بھی امر اجتہادی ہے، محدثین رحمہم اللہ عموماً سندوں کو دیکھ کر اس پر صحیح وضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ فقہاء کرام سندوں سے زیادہ درایت کو کام میں لاتے ہیں، اور زیادہ تر اسی بات کو حدیث کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی بنیاد بناتے ہیں۔

مثلاً امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کیا تو آپ نے تو روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قصر ادا کی اور میں نے پوری نماز پڑھی قصر ادا نہیں کی۔

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اسنادہ حسن یعنی اس کی سند حسن ہے گویا سند کے اعتبار سے یہ حدیث محدث امام دارقطنی کے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

مگر اس حدیث میں جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے غور کیا تو اس کے باطل ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضور کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں عمرہ کیا جب کہ رمضان کے زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ کرنا ثابت نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کو متعدد وجوہ سے باطل قرار دیا ہے۔

دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الثانی ان فی الحدیث، انہا خرجت معتمرۃ معہ فی رمضان عمرۃ رمضان وکانت صائمۃ وھذا کذب باتفاق اھل العلم فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یعتمر فی رمضان قط وانما کانت عمرتہ فی شوال واذا کان لم یعتمر فی رمضان ولم یکن فی عمرۃ علیہ صوم بطل ھذا الحدیث

(فتاوی ص۔۸۰ ج ۲۲)

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کا عمرہ کیا اور وہ روزہ سے تھیں، اور یہ بات اہل علم کے متفقہ فیصلہ کے مطابق جھوٹ ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں کبھی عمرہ کیا ہی نہیں، آپ کا عمرہ شوال میں ہوا کرتا تھا، اور جب رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنا ثابت نہیں اور عمرہ میں آپ پر روزہ فرض ہی نہیں تھا تو یہ حدیث باطل ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ امام دارقطنی جس حدیث کو سند کی بنیاد پر ثابت مان رہے

ہیں اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ باطل اور جھوٹ بتلا رہے ہیں اسی لئے اہل اصول کا یہ فیصلہ ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث کا ضعیف ہونا ضروری ہے۔

ہمارے نزدیک اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ خیر القرون کے فقہاء جو صرف فقیہ ہی نہیں تھے بلکہ حدیث میں بھی بابصیرت تھے ان کا فیصلہ حدیث کے صحیح وضعیف ہونے کے بارے میں زیادہ موجہ اور قابلِ قبول ہے، اگر فقہائے کرام اور خصوصًا ائمہ اربعہ کا عمل کسی حدیث پر ہے تو اس کا صحیح ہونا اغلب ہے خواہ اس کی سند ضعیف ہو یا صحیح، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فمن تکلم بجھل وبما یخالف الائمۃ فانہ ینھیٰ عن ذٰلك (فتاوی ۲۲/۲۲۷) یعنی جو بلا علم جہالت سے گفتگو کرے یا ایسی بات کرے جو ائمہ کے اقوال کے مخالف ہو تو اس کو اس سے روکا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کے اقوال عمومًا صحیح حدیث کی روشنی میں ہوا کرتے تھے نیز وہ شریعت کے منشأ ہوتے تھے۔

اسی طرح اگر زمانہ خیر القرون میں کسی حدیث پر عمومی انداز سے عمل ہوتا چلا آ رہا ہے تو وہ حدیث بھی قابلِ قبول ہے سند کے صحت وضعف پر نگاہ نہیں کی جائے گی کسی حدیث کے صحیح ہونے کی سب سے قوی دلیل سلف کا تعامل ہے۔ مثلاً بیس رکعت تراویح کی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر زمانہ خیر القرون میں نیز بعد کے ادوار میں بھی زیادہ تر مسلمانوں کا عمل بیس رکعت تراویح پڑھنے کا رہا ہے اس وجہ سے سند کے ضعف کے باوجود تعامل سلف کی وجہ سے بیس رکعت ہی تراویح پڑھنا موجہ قرار پائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیث سندًا ضعیف ہیں مگر امام ترمذی وغیرہ تصریح فرماتے ہیں وعلیہ عمل اھل العلم یعنی سندًا حدیث کے ضعیف ہونے کے باوجود اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

کبھی ایک سند میں متعدد مختلف المعنی حدیثیں ہوتی ہیں، اور ان میں سے کسی ایک کو

کوئی فقیہ قبول کرتا ہے اور دوسری پر اس کا عمل نہیں ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دوسری حدیث اس کے نزدیک غیر ثابت ہے، بلکہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دینے کی بنا دوسری چیزیں ہوتی ہیں جن کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ کا خط ایسے موقع سے مجھے ملا کہ میری طبیعت ہفتوں سے خراب چل رہی ہے نقاہت اور ضعف بہت ہے، ہمت نہیں ہے کہ کتابوں کی طرف زیادہ رجوع کروں، اگر خدانخواستہ اتنے سے آپ کی تشفی نہیں ہوتی تو انشاء اللہ کسی دوسرے موقع سے اس کی تفصیل کر دی جائے گی۔ خطوط جب زیادہ جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا جواب لکھنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے فوری طور پر جوابات ذہن میں تھی عرض کر دی گئی۔ میری کتاب لمحۂ فکریہ اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں بہت سی باتیں اس سے سمجھ میں آجائیں گی۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

مضمون نگار حضرات سے گذارش

ادارہ زمزم مضمون نگار حضرات کی خدمت میں بصد ادب یہ گذارش پیش کرتا ہے کہ غیر مقلدیت کے موضوع پر مضامین بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

الحمد للہ خود ادارہ میں اس موضوع پر لکھنے والے موجود ہیں اور انھیں کی تحریرات کیلئے مشکل سے جگہ نکل پاتی ہے۔

یہ بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ زمزم میں کتابوں پر تبصرہ نہیں ہوگا، اسلئے اس مقصد کے لئے ادارہ کو کتابیں نہ بھیجی جائیں۔

محمد اجمل مفتاحی

علم غیب اور علمائے دیوبند

خط اور اس کا جواب

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عرض یہ ہے کہ گذشتہ دنوں ترجمان اہلحدیث دہلی کے کچھ شمارے بعض احباب نے لاکر کے دیئے، ان تمام شماروں میں آپ کے خلاف لمبی لمبی تحریریں ہیں۔ مگر چونکہ جو لکھا گیا ہے اس کا انداز غیر مہذب اور سوقیانہ ہے، جس سے بندہ کو قطعی مناسبت نہیں ہے اس وجہ سے میرے بس میں نہیں تھا کہ میں ان مضامین کو بالاستیعاب اور غور وفکر سے پڑھتا مگر کہیں کہیں نگاہ پڑنے سے اس کا اندازہ لگا کہ لکھنے والے حضرات نے علماء دیوبند کو غیب کا جاننے والا قرار دیا ہے، بعض واقعات سے استدلال بھی کیا ہے، جماعت دیوبند میں اس عقیدہ کی حقیقت کیا ہے؟ ان واقعات کا انتساب ان علماء دیوبند کی طرف کہاں تک درست ہے۔ براہ کرم افادہ فرمائیں۔

(ایم اے، دوحی گلبرگہ کرناٹک)

نامزم!

علمائے دیوبند اور جماعتِ دیوبند سے جو لوگ واقف ہیں انھیں خوب معلوم ہے کہ علمائے دیوبند تو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے، نہ آپ کے سوا کسی اور پیغمبر اور پیر بزرگ کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے

بریلویوں سے اس معاملہ میں ان کی رزم آرائیاں مشہور زمانہ ہیں، تو بھلا ان کا یا ان کے اکابر کا یہ عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی غیب والا ہے۔

غیر مقلدین کی اس قسم کی فضولیات میں پڑنے کے بجائے ان کے حق میں دعائے خیر کرنا چاہئے کہ رب العلمین ان کو راہ رشد و ہدایت دکھلائے۔ افتراء اور جھوٹ سے بچائے، نفاق کی راہ بڑی پُرخطر ہے، اور منافق کی بہت بڑی علامت جھوٹ بولنا ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

ان الصفة الفارقة بين المومن والمنافق هو الصدق فان اساس النفاق الذی يبنی عليه الكذب، وعلى كل خلق يطبع المومن ليس الخيانة والكذب

(فتاویٰ ص ۵۷ ج ۲۰)

یعنی مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے والی صفت راست بازی ہے اسلئے کہ نفاق کی اساس اور بنیاد جھوٹ ہی ہے۔ مسلمان میں تمام خصلتیں جمع ہوسکتی ہیں مگر خیانت اور دروغ گوئی نہیں۔

علمائے دیوبند کے بارے میں اس قسم کا پروپیگنڈہ منافق ہی کرے گا جسے نہ آخرت کا خوف اور نہ بندوں سے شرم و حیا سے مطلب۔

الحمدللہ علمائے دیوبند کی ہزاروں تالیفات ہیں، اور یہ سب پڑھی جانے والی اور بار بار طبع ہونے والی تالیفات ہیں، ہمیں کوئی دکھائے کہ کس دیوبندی عالم نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ غیب داں ہے۔ یا دیوبندی جماعت کے کس فرد نے اپنے علماء و مشائخ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ غیب داں تھے۔

کسی جماعت اور اس کے اکابر پر کوئی تہمت لگانے سے پہلے ہزار بار اسکے عواقب و انجام کے بارے میں آدمی کو سوچ لینا چاہیئے۔

کشف و کرامت کے کسی جزئی واقعہ سے کوئی عقیدہ مستنبط کرنا یہ غیر مقلدین حضرات کا نیا نیا چودھویں صدی کا اجتہاد ہے۔ اگر عقیدہ کی بنیاد اس قسم کے جزئی واقعات ہوں تو پھر اللہ کے سوا بندوں میں سے غیب دانوں کی ایک طویل فہرست تیار ہوجائے گی اور غیر مقلدین جماعت

کےبھی ایسے "غیب داں" بڑی تعداد میں سرفہرست نظر آئیں گے ۔

ہاں یہ حقیقت ہے کہ ایمان کامل اور تقویٰ کا نور کبھی انسان میں ایک ایسی کشفی حالت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کیلئے بہت سے مظنونات یقین بن جاتے ہیں اور بہت سی وہ چیزیں جو دوسروں کیلئے مخفی ہوتی ہیں وہ اس کیلئے مشاہد ہو جاتی ہیں۔

مثلاً ہم کبھی آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو کسی جھلملاتی چیز کے بارے میں وہم وخیال ہوتا ہے کہ وہ ستارہ ہے مگر اس کے ستارہ ہونے کا یقین نہیں ہوتا صرف وہم وخیال کے درجہ کی چیز ہوتی ہے ۔ مگر دور بین سے دیکھنے والا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے کہ وہ ستارہ ہی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے ۔

یا مثلاً ایٹمی ذرات نگاہ سے نظر نہیں آتے مگر طاقتور دور بینوں سے ان کا نظر آنا کوئی امر محال نہیں رہ گیا ہے ۔

یہی حال اہل ایمان اور اہل تقویٰ اور عامیوں کا ہے ، تقویٰ اور ایمان کے کمال کی وجہ سے انسان کی باطنی طاقت اور معنوی بصارت بہت بڑھ جاتی ہے جیسے دور بین لگانے سے انسان کی بصارت بڑھ جاتی ہے، اس لئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ارباب تقویٰ اور اہل ایمان کامل وخالص کو ان چیزوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جو عام آدمیوں کے حد ادراک سے دور ہوتی ہیں مگر ایسا ہونا ہر وقت ضروری بھی نہیں کبھی یہ ادراک ہوگا کبھی نہیں ہوگا۔ جیسے دور بین ہر وقت کام نہیں کرتی ہے کسی عارض کی وجہ سے اس کی قوت کمزور یا بالکل ختم ہو جاتی ہے ، جیسے دور بین کے شیشہ پر دھول جم جائے یا اس کے محاذات میں کوئی آڑ آجائے ، پہلی شکل میں دور بین صاف دیکھے گی نہیں اور دوسری شکل میں بالکل نہیں دیکھے گی ۔

اسی طرح اللہ والوں پر بھی مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں ، کبھی وہ عالم بالا تک پہونچ جاتے ہیں اور اس عالم کا غیب ان کے لئے مشاہد بن جاتا ہے اور کبھی عالم اسفل کی چیزوں کا بھی انھیں ادراک نہیں ہوتا ۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

بہرحال ان کشفی واقعات کو بنیاد بناکر کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ انھیں علم غیب حاصل ہے یا ان کا عقیدہ علم غیب کا ہے، حقائق سے بے خبری کا نتیجہ ہے، اور جہالت کی بات ہے۔

میں نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی تقریباً یہی بات کہتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ان عبارتوں میں آپ غور فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

واذا کان القلب معمورا بالتقویٰ انجلت له الامور وانکشفت

یعنی جب تقویٰ سے دل آباد ہوتا ہے تو آدمی کے لئے معاملات بالکل واضح اور کھل جاتے ہیں۔ (فتاویٰ صہ ۴۵/۲۰)

نیز فرماتے ہیں:

وکلما قوی الایمان فی القلب قوی انکشاف الامور له وعرف حقائقها من بواطلها وکلما ضعف الایمان ضعف الکشف له (ایضاً)

یعنی جب دل میں ایمان قوی ہوجاتا ہے تو اس کا کشف بھی بڑھ جاتا ہے اور چیزیں اس کیلئے کھل جاتی ہیں وہ حقیقتوں کو پالیتا ہے، اور جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو دل کا کشف بھی کمزور ہوجاتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

وایضا فاذا کانت الامور الکونیة قد تنکشف للعبد المومن لقوة ایمانه یقینا وظنا فالامور الدینیة کشفها له ایسر بطریق الاولیٰ۔

(صہ ۴۶ ایضاً)

یعنی جب بندوں کیلئے اس کے ایمان کی قوت کے مطابق عالم کون یعنی دنیا و آخرت کے امور کبھی یقین اور کبھی ظن کی شکل میں کھل جاتے ہیں تو دینی امور کا کشف تو انکو بدرجہ اولیٰ

آسان ہے۔

اور اب یہ آخری بات بھی اسی فتاویٰ سے یہ بھی سن لیں۔ فرماتے ہیں۔

وکثیر من اهل الایمان والکشف یلقی الله فی قلبه ان هذا الطعام حرام، وان هذا الرجل کافر۔ اوفاسق، اودیوث اولوطی، اوخمار اومغن اوکاذب من غیر دلیل ظاهر بل بما یلقی الله فی قلبه۔

(صـ۴۷ ایضا)

یعنی بہت سے اہل ایمان اور اہل کشف کے دل میں اللہ یہ ڈالتا ہے کہ یہ کھانا حرام ہے یہ آدمی کافر ہے، یہ آدمی فاسق ہے۔ یہ آدمی دیوث ہے، یہ آدمی لوطی ہے، یہ آدمی شرابی ہے، یہ آدمی گویا ہے، یہ آدمی جھوٹا ہے، ان باتوں کو بتلانے کیلئے اس کے پاس کوئی ظاہری اور کھلی دلیل نہیں ہوتی ہے، محض اللہ کے دل میں ڈالنے سے اللہ والے ان باتوں سے باخبر ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ان عبارتوں کا واضح مطلب یہ ہے کہ عام آدمی کی قوتِ علم اور ہے اور خاصان خدا کی قوتِ علم اور ہے، اور عام آدمی کے وسائل علم و معرفت اتنے نہیں ہیں جتنے سے مقربان بارگاہ الٰہی کو نوازا گیا ہے، عام آدمی کی حد ادراک صرف اسی عالم تک ہے جب کہ خاصان خدا اور اہل ایمان و تقویٰ کی حد ادراک اس عالم کو پار کر کے اس عالم تک بھی ہے، مگر اس کی وجہ سے ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انھیں علم غیب حاصل ہے یہ غیب داں ہیں، یہ جہالت اور بددینی ہے۔ عالم الغیب ذات صرف اللہ کی ہے، اور تمام غیوب کا وہی جاننے والا ہے، اگر کسی کی قوت کشفیہ وعلمیہ میں ایمان و تقویٰ کی وجہ سے عام لوگوں کے مقابلہ میں قوت پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ مانند دوربین ان چیزوں کا بھی مشاہدہ کرے جو عام نگاہوں سے اوجھل ہیں، تو اس کا نام غیب کا جاننا نہیں رکھا جائے گا اور نہ اس کی وجہ سے کوئی غیب داں ہوگا۔

بزرگوں سے کشف و کرامات کے واقعات کا منقول ہونا تواتر سے ثابت ہے،

اور اہل صلاح و تقویٰ سے کشف و کرامت کا صادر ہونا عین ممکن ہے تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی طرح بزرگان دیوبند کا معاملہ ہے، ان میں بھی اہل صلاح اور اہل تقویٰ اور کامل الایمان اور اللہ کے مخلصین کی ایک جماعت ہر دور میں رہی ہے، اور ان سے بھی سنت اللہ کے مطابق کشف و کرامت کے واقعات ظہور میں آئے ہیں، ہمیں اس کا انکار نہیں، کشف و کرامت کے ان واقعات سے اللہ کے یہاں ان کے مقام و مرتبہ اور علو منزلت کا پتہ لگتا ہے، اور ان کے اہل حق ہونے کی یہ بھی ایک بڑی دلیل ہے۔

اگر کسی کو بزرگان دیوبند کی بزرگی کا یقین نہیں ہے، اور ان کے کشف و کرامات کے واقعات کو جھوٹ اور من گھڑت سمجھتا ہے۔ تو اس کو اس کا حق حاصل ہے، مگر ان جزئی واقعات کو بنیاد بنا کر علمائے دیوبند یا جماعتِ دیوبند کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی الرشد والصواب۔

امام اعظمؒ کے گستاخ کا حشر برا ہوتا ہے

مولانا میر سیالکوٹیؒ صاحب غیر مقلد تاریخ اہلحدیث صـ۴۳۵ـ میں عنوان قائم کرتے ہیں، استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ۔ پھر ان کے حالات میں صـ۴۳۷ـ میں لکھتے ہیں آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصًا امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

سلفی ، اثری ، محمدی اور اہلحدیث نام بدعت ہیں

شیخ کلو سابق سلفی کی تحقیق

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ کلو سلفی نے اب اپنا نام سلفی بدل دیا ہے ، اہلحدیث نام کے بھی انکاری ہو گئے ہیں ، محمدی اثری کا بھی انکار کر رہے ہیں ۔

باپ ۔ شیخ کلو نے ایسا کیوں کیا ، ہمارے اسلاف کے ان ناموں سے بغاوت کی وجہ کیا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی شیخ کلو کہتے ہیں کہ ہمارے علمار نے ہم کو گمراہ کیا ہے ، حدیث میں ان ناموں کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے ، صحابہ و تابعین ، ائمہ فقہ وحدیث نے ان ناموں کو اپنے نام کا جز ہرگز نہیں بنایا تھا ، سلفی واثری ، محمدی اور اہلحدیث یہ سارے نام بدعت ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا اس کو کسی حنفی دیوبندی نے گمراہ کیا ہو گا ، آج کل دیوبندی مولوی ہمارے فرقہ اہلحدیث کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ، خدا ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے ۔

بیٹا ۔ نہیں اباجی یہ بات نہیں ہے ، بلکہ شیخ کلو سابق سلفی کی خود اپنی یہ تحقیق ہے ۔

باپ ۔ تو کیا انھوں نے اپنا کوئی نیا نام رکھا ہے ؟

بیٹا۔ جی اباجی۔ شیخ کلو نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا ہے، اب ان کے گھر پر لکھا ہے۔ "شیخ کلو اہل قرآن ہاؤس"

باپ۔ اہل قرآن تو گمراہ فرقہ کا نام ہے، منکرین حدیث کو اہل قرآن کہا جاتا ہے۔ شیخ کلو کی سمجھ کو آخر کیا ہو گیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلو کو میں نے بتلایا تھا، مگر انکی منطق کچھ اور ہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ کسی گمراہ فرقہ کے حدیث والا نام رکھنے سے اس نام میں خرابی پیدا نہیں ہوسکتی اس کی وجہ سے یہ حدیث والا نام نہیں چھوڑا جا سکتا۔ انھوں نے کہا کہ دیکھو، وضو میں شیعہ پاؤں پر مسح کرتے ہیں، ہمارے علماء بھی کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کے مسح کا انکار جائز نہیں، قادیانی لوگ صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، ہمارے علماء بھی آٹھ رکعت تراویح کا حکم ہم کو دیتے ہیں، شیعہ اور قادیانی اجماع کے منکر ہیں، ہم لوگ بھی اجماع کے منکر ہیں، شیعہ صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہیں ہمارے علماء بھی صحابہ کرام برا بھلا کہتے ہیں، شیعہ اور قادیانی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا قول وفعل حجت نہیں، ہم لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے، قادیانی اور شیعہ قیاس کے منکر ہیں اور جماعت اہلحدیث کا بھی یہی مذہب ہے کہ تقلید جائز نہیں۔

شیخ کلو کہتے ہیں کہ جب ان اہم مسائل میں گمراہ فرقوں سے ہماری موافقت ہوسکتی ہے۔ اور اس کو برا نہیں جانا جاتا۔ تو اپنا نام اہل قرآن رکھنے میں اگر کسی گمراہ فرقہ سے موافقت ہو جائے تو اس کی وجہ سے حدیث والا نام چھوڑا نہیں جائے گا۔

باپ۔ بیٹا اہل قرآن حدیث والا نام کہاں سے ہو گیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلو کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ اوتروا یا اهل القرآن۔ (مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۴)
یعنی قرآن والو وتر پڑھو، نیز فرماتے ہیں کہ مصنف عبدالرزاق ہی میں حضرت ابی بن کعب

کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الوتر علی اھل القرآن (صہ ۳۴) یعنی وتر اہل قرآن پر ہے ۔

اباجی شیخ کلو سابق سلفی فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے آج تک ہمیں گمراہ کیا تھا، حدیث والا نام چھوڑ کر غیر حدیث والے نام پر ہم کو جمائے رکھا، سنت والا نام چھوڑ کر بدعت والے نام کو ہمارے نام کے ساتھ چپکا دیا۔

باپ ۔ بیٹا شیخ کلو کی تحقیق تو بڑی تگڑی ہے ۔سلفی، اثری، اہلحدیث نام کا تو واقعی کسی حدیث سے پتہ نہیں چلتا ۔

بیٹا ۔ تو اباجی ہمارے یہ جو بدعتی نام ہیں یہ ہم نے اپنے باپ دادا کی تقلید میں رکھے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

فضیلۃ الشیخ جمن سلفی نے غیر مقلدیت کو خیرباد کہا اور مقلد بن گئے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ محلہ سلفیان میں بڑا کہرام مچا ہے ۔ ابن بازیے اور البانیے نوجوان الشیخ جمن کو محلہ سلفیان سے نکال رہے ہیں ۔

باپ ۔ کیوں بیٹا ۔ شیخ جمن تو ہماری جماعت کے بڑے معتمد فرد ہیں، سلفیان محلہ والے تو ان کی بڑی عزت کرتے تھے، یہ حادثہ کیوں پیش آیا !

بیٹا ۔ شیخ جمن نے اعلان کر دیا ہے کہ انھوں نے اب غیر مقلدیت کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اور مقلدیت کو مذہب بنا لیا ہے، اسی پر ابن بازیے والبانیے نوجوان برہم ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سلفیان محلہ میں غیر مقلدوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ سکتا ۔

باپ ۔ بیٹا اس محلہ سلفیان میں تو بہت سے قادیانی، شیعہ، منکرین سنت رہ رہے ہیں تو

ان نوجوانوں کو ان کے رہنے پر کیوں اعتراض نہیں ؟

بیٹا ۔ اباجی ابا نے وابن باز نے کہتے ہیں کہ ہمیں قادیانیوں، شیعوں اور منکرین سنت کے رہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب کے سب غیر مقلد ہی فرقے کے لوگ ہیں۔ ان میں کا کوئی فرقہ تقلید کا قائل نہیں، ان کا مذہب وعقیدہ بھی ہم ہی لوگوں جیسا ہے۔ البتہ ہم کسی مقلد کو اس توحید والے محلہ میں نہیں رہنے دیں گے اس لئے کہ تقلید شرک ہے ہم شرک کو برداشت نہیں کر سکتے۔

باپ ۔ بیٹا یہ شیخ جمن کو بیٹھے بیٹھائے کیا ہو گیا انھوں نے غیر مقلدیت چھوڑ کر مقلدیت کو کیوں مذہب بنا لیا ہے، کیا کسی دیوبندی حنفی نے گمراہ کیا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی، میں کئی روز سے دیکھ رہا تھا کہ وہ روزانہ قرآن کے بجائے بخاری شریف کی تلاوت کرتے ہیں، بس بخاری پڑھتے پڑھتے ایک دم سے ان کا ذہن بدل گیا اور انھوں نے مقلد ہونے کا اعلان کر دیا۔

باپ ۔ بیٹا بخاری شریف تو عربی میں ہے، شیخ جمن کو عربی آتی نہیں، تو بخاری کی تلاوت کیسے کرتے تھے۔

بیٹا ۔ وہ اردو والی بخاری کی تلاوت کرتے تھے۔

باپ ۔ تو ان کو بخاری میں کیا نظر آ گیا کہ وہ غیر مقلد سے مقلد ہو گئے، اور اپنا دین و ایمان کھو بیٹھے۔

بیٹا ۔ اباجی میری ان کی اس بارے میں گفتگو ہوئی تھی، ان کا کہنا ہے کہ بخاری شریف اول سے آخر تک تقلید کی اساس پر قائم ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین فی الحدیث کو تقلید سے چارہ نہیں تو ہم کو کیا حق ہے کہ ہم تقلید کا انکار کریں۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن تو بہت کم لکھے پڑھے ہیں، مالدار بیشک وہ بہت ہیں، اسی مالداری کی وجہ سے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ مگر وہ عالم تو نہیں ہیں انھوں نے امام بخاری اور ان کی کتاب بخاری کے بارے میں اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی۔

بیٹا ۔ اباجی یہ تو ہمارا تصور ہے، ہم ہی نے یہ شور مچار کھاہے کہ براہ راست کتاب وسنت سے حکم معلوم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ ہماری جماعت کی یہی دعوت ہے اب تو ہر جاہل کے ہاتھ میں بخاری ومسلم کا نسخہ ہوگا اور اب اسی قسم کے فتنے پیدا ہوتے رہیں گے ۔

باپ ۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ شیخ جمن کہتے کیا ہیں، کیسے انھوں نے کہہ دیا کہ بخاری شریف کی اساس تقلید پر ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ان کا کہنا ہے کہ امام بخاری حدیث اپنے شیخ پر اعتماد کر کے قبول کرتے ہیں، انکا شیخ اپنے شیخ پر اعتماد کرتا ہے، اور یہ شیخ اپنے شیخ پر اعتماد کرتا ہے، اور یہ اعتماد والا سلسلہ آنحضورؐ تک چلا جاتا ہے، کسی پر اعتماد کر کے اس کی بات کو بلا دلیل مان لینا ہی تو تقلید ہے، امام بخاری نے اپنے شیخ سے حدیث سنی اور اس کی صحت پر ان سے کوئی دلیل طلب نہیں کی بلا دلیل اس حدیث کو آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث مان لیا، یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے ۔

شیخ جمن کہتے ہیں کہ کوئی غیر مقلد عالم یہ نہیں ثابت کرسکتا کہ امام بخاری نے اپنے شیخ سے اس حدیث کے حدیث ہونے پر دلیل طلب کی ہو، اسی طرح امام بخاری کے شیخ نے اپنے شیخ سے دلیل طلب کی ہو، تو معلوم ہوا کہ بخاری کی تمام تر روایات کا دار ومدار تقلید پر ہے ، اور یہی تمام احادیث کی کتابوں کا حال ہے پس جب محدثین کو حدیث کے بارے میں تقلید سے چارہ نہیں تو ہما شما کی اوقات کیا ہے کہ ہم تقلید کا انکار کریں، اگر احادیث کے قبول کرنے میں محدثین تقلید پر مجبور ہیں تو عوام کو مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں مجتہدین کی تقلید سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن کی بات تو بڑی گہری ہے، دل کو لگتی بھی ہے، دماغ کو چھوتی بھی ہے مگر بیٹا اس کا چرچا نہیں ہونا چاہیے، ورنہ ہمارے مذہب کی عمارت دھڑام سے

نیچے آجائے گی۔

بیٹا۔ اباجی ہماری جماعت میں تو بڑے زور آور پہلوان قسم کے محققین ہیں، دکتور سلفی جمع سالف، محقق بحرانی، علامہ قلم توڑ، پی ایچ ڈی شہ زور وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ لوگ اس دھڑام سے گرتی عمارت کو سنبھال نہیں سکتے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے کہ نہیں؟

باپ۔ بیٹا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے، ہمارے نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"و چوں نماز جنازہ یکے از نماز ہاست کہ دراں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ارشاد فرمود پس ایں قدر در فرضیت قرأت فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عدمش عدم نماز باشد کافی ست۔

(بدور الاھلہ ج ۱ ص ۹۲)

یعنی چونکہ نماز جنازہ بھی ایک نماز ہے، اس وجہ سے بحکم لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب، نماز جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے بلکہ شرط ہے، کہ بلا اسکے نماز ہی باطل ہوگی۔

بیٹا۔ اباجی تو نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی فرض اور شرط ہے اور بلا اس کے نماز جنازہ باطل ہوگی۔ مگر ہماری جماعت کے بڑے عالم مولانا حکیم صادق تو فرماتے ہیں کہ:

سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز جنازہ میں سنت ہے۔ (صلوٰۃ الرسول صـ ۴۳۵)

تو اب ہم کس کی تقلید کریں نواب صاحب کی یا حکیم صادق کی ۔

باپ ۔ بیٹا نہ صادق صاحب کی تقلید کرو نہ نواب صاحب کی بلکہ خود تحقیق کرو، تقلید شرک ہے۔

بیٹا ۔ اباجی سورہ فاتحہ ہر تکبیر کے بعد ہے کہ صرف پہلی تکبیر کے بعد ؟

باپ ۔ بیٹا حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں ۔

تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے (صلوٰۃ الرسول)

اس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک بار سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی تکبیر اولی کے بعد

بیٹا ۔ مگر اباجی حدیث کی کتابوں میں تو لکھا ہے کہ چوتھی تکبیر کے علاوہ پہلے کی تینوں تکبیروں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی، شیخ جمن سلفی کا یہی مذہب ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مصنف عبدالرزاق میں لکھا ہے ۔

عن ابن جریج قال حدثت عن ابی ھریرۃ و ابی الدرداء و انس بن مالك و ابن عباس انھم کانوا یقرأون بام القرآن ویدعون و یستغفرون بعد کل تکبیرۃ من الثلاث ۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۹۲/۳)

یعنی ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ حضرت ابو درداء، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سورہ فاتحہ پڑھتے دعا کرتے اور میت کے لئے استغفار کرتے تھے تینوں تکبیروں سے ہر تکبیر کے بعد ۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں صحابہ کرام تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھتے تھے تو اب ہم کس کی تقلید کریں، حکیم صادق سیالکوٹی کی کہ ان صحابہ کرام کی ؟

باپ ۔ نہ تم حکیم صادق کی تقلید کرو اور نہ صحابہ کرام کی تقلید کرو، تقلید حرام ہے بلکہ خود تحقیق کرو ۔

بیٹا ۔ اباجی آپ نے تو مجھے عربی اور دینی علوم پڑھنے ہی نہیں دیا، میں تو دینی و شرعی علوم سے

نرا جاہل ہوں، شرعی مسائل کی از خود میں کیسے تحقیق کروں گا۔

باپ۔ بیٹا دیکھو نماز جنازہ سب پر فرض نہیں ہے اس لئے اگر تم اس مسئلہ کی از خود تحقیق نہیں کر سکتے ہو تو نماز جنازہ ہی مت پڑھو تاکہ جائز و نا جائز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے سبھی علماء کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے بات کرتے ہیں تو آخر ایک ہی مسئلہ میں ان کی رائے الگ الگ کیسے ہو جاتی ہے، اختلاف تو رائے اور قیاس کو مذہب بنانے والے لوگوں میں ہوتا ہے ؟

باپ۔ ہم لوگ محض احناف مقلدین کی ضد میں کہتے ہیں کہ ہم رائے اور قیاس پر عمل نہیں کرتے، ورنہ ہمارے سبھی اکابر کا رائے اور قیاس پر عمل ہوتا ہے، اسی وجہ سے ایک مسئلہ میں ہمارے علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی کسی کی ضد میں ایک حقیقت کا انکار کرنا اور عوام کو ورغلانا اور دھوکہ میں رکھنا یہ حرام نہیں ہے ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

نماز جنازہ میں رفع یدین اور غیر مقلدین کا مذہب

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ فضیلۃ الشیخ کلو نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل جائز ہے ؟

باپ۔ بیٹا فضیلۃ الشیخ کلو بڑے محقق بحرانی عالم ہیں ان کا قول بلا دلیل نہیں ہو سکتا ہمارے علماء نے لکھا ہے۔

"جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص۵۰ ج۲)

فضیلۃ الشیخ کلو کا اسی فتویٰ پر عمل ہوگا۔

بیٹا۔ مگر اباجی اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے تو پھر نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا مستحب کیسے ہوگا۔

باپ۔ بیٹا یہ کہاں لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے، ہمارے علماء کے پاس ضرور کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث ہوگی۔ ہمارے علماء کا مذہب حدیث پر ہوتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے بڑے مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں۔

"تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے" (صفحہ ۵/۴۲ فتاویٰ ثنائیہ)

باپ۔ بیٹا تم نے مولانا رحمانی کی آدھی بات نقل کی ہے۔ ان کا پورا فتویٰ تو نقل کرو۔

بیٹا۔ اباجی فتویٰ میں آگے کی بات ہم لوگوں کے مطلب کی نہیں ہے، بلکہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ مولانا رحمانی آگے لکھتے ہیں:

"البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے۔"

اباجی صحابہ کا قول و فعل تو ہمارے یہاں حجت ہی نہیں ہے، تو اس کا ذکر کرنا ہی بیکار ہے، دیکھئے قاضی شوکانی صاحب کتنی شان سے فرماتے ہیں۔

"وافعال الصحابۃ واقوالھم لاحجۃ فیھا" (نیل الاوطار ج ۶ صفحہ)

یعنی صحابہ کے اقوال اور افعال سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی ہے۔ وہ دلیل کے لائق نہیں ہیں۔

باپ۔ بیٹا تم نے مولانا رحمانی صاحب کی اب بھی پوری بات نقل نہیں کی دیکھو آگے اور کیا لکھا ہے۔

بیٹا۔ اباجی آگے کی بات بڑی خطرناک ہے اس سے تو ہمارے مذہب کی بنیاد ہی ہل جاتی ہے اور ہم لوگوں کی ساری اہلحدیثیت خاک میں مل جاتی ہے۔ مولانا رحمانی

فرماتے ہیں :

• بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے ۔

ہم لوگ تو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا حرام ہے، ضعیف حدیث سے شریعت کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا اور رحمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف سے نماز جنازہ میں رفع یدین کرنا جائز ہے ۔

اباجی ہمارا ایک عالم کہتا ہے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا مستحب ہے (مثلاً امرتسری صاحب) اور رحمانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور ہمارے پرکھوں کے پرکھے شوکانی صاحب فرماتے ہیں۔ نماز جنازہ میں رفع یدین کرنا جائز نہیں ہے ۔ ان تینوں فتووں میں سے کون فتویٰ حق ہے ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مسئلہ آمین شیخ البانی کی نظر میں

شیخ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں :

فالاقرب الی الصواب	پس زیادہ بہتر اس مسئلہ میں
فی هذه المسئلة ماذهب	امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ
الیه الشافعی ان یجهر الامام	امام آمین جہر سے کہے لیکن مقتدی
دون المؤتمین والله اعلم	آمین آواز سے نہ کہیں واللہ اعلم

(سلسلة الاحادیث الضعیفه والموضوعه صـ ۳۶۸/۲)

مجموعہ ۱۰ مقالات

سُنّتؐ کا مفہوم

غیر مقلدوں کو سنت سنت کرتے ہوئے عمر گذر گئی مگر آجتک ان بیچاروں کو یہی نہ معلوم ہو سکا کہ سنت کا مفہوم کیا ہے، شریعت میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل جس پر آنحضورؐ سے مواظبت یا کم از کم اکثر اوقات میں اسکا کرنا ثابت ہو اور بعد میں صحابۂ کرام نے بھی اسکو اپنا معمول بنایا ہو۔ کبھی کبھار یا اتفاقیہ طور پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی کام کو کیا ہے تو اس عمل کو سنّت نہیں کہاجاتا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے، تو چاہے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو غیر مقلدین سنت کہیں مگر دنیا کا کوئی عاقل مسلمان کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنّت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے روزہ کی حالت میں بعض ازواج کو بوسہ لیا، اگر آنحضورؐ کا یہ عمل سنت ہے تو غیر مقلدین اس عمل کو بطور سنت ضرور اپنائیں مگر کسی عاقل سے اس کی توقع نہ رکھیں کہ وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ لینے کو سنت کہیگا، کبھی کسی عارض کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے، اس کو شرعی سنت نہیں کہا جاتا۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی وعلمی مجلہ
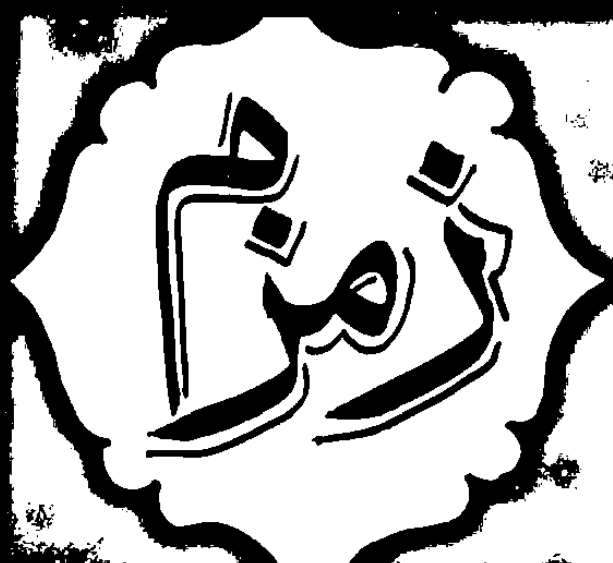
زمزم

جلد ۲

شمارہ ۱۲

ذیقعدہ ؛ ذی الحجہ

۱۴۲۰ھ

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے

پاکستان کیلئے۔ پاکستانی سَو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔ یوپی

پن کوڈ ——— ۲۳۳۰۰۱

فون نمبر۔ ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

مکتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی

(ازادارہ)

علی میاں بھی اللہ کو پیارے ہو گئے

ادھر گزشتہ چند برسوں میں ہند و پاک کی کئی عظیم دینی و علمی شخصیتیں ہم سے جدا ہو گئیں، ان کا غم ہم سے بھولا نہیں جاتا، دنیات کے پیہم صدموں سے ہمارے ذہن و دماغ اور قلوب متاثر تھے ہی کہ ابھی ابھی امت مسلمہ ایک بہت عظیم دنیاتی حادثہ سے دوچار ہو گئی۔ یعنی اسی رمضان المبارک کی ۲۲ رتاریخ کو جمعہ کے دن قبل نماز جمعہ "علی میاں" اللہ کو پیارے ہو گئے۔ "علی میاں" یہ نام علم و دین، فضل و کمال، شرافت و مروت، انسانی ہمدردی و اسلامی مواسات و مواخات، لطف و کرم، جود و سخا اور عفو و درگزر تقویٰ و پرہیزگاری، حیا و عفت کا عنوان تھا۔

علی میاں کا حادثہ وفات صرف برصغیر ہند کے مسلمانوں ہی کیلئے ایک عظیم سانحہ نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام بلکہ پوری دنیائے انسانیت کیلئے ایک زبردست خسارہ ہے، علی میاں کی ذات والا صفات کا تعلق صرف برصغیر ہند سے نہیں تھا بلکہ عرب و عجم پر آپ کی شخصیت چھائی ہوئی تھی۔

اس صدی کے اس اخیر دور میں پوری دنیائے اسلام پر جو اثر اور جو وزن "علی میاں" کا تھا یہ بات عرب و عجم کی کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں تھی، اللہ کی طرف سے مقبولیت و محبوبیت کے بڑے عظیم مقام سے آپ نوازے گئے، یہ بلند مرتبہ ہر کسی کو نہیں ملا کرتا۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ پورے برصغیر ہند کے مسلمانوں کے لئے علی میاں مایہ افتخار تھے، یہاں کے مسلمانوں کا سر پوری دنیا میں مولانا کی وجہ سے بہت اونچا تھا، عربی زبان پر ایسا قابو کہ ان کی عربی تحریر و انشاء پر عرب کے ادباء و فضلاء بھی سر دھنتے تھے، شام کے ایک بہت بڑے ادیب و مصنف شیخ محمد المجذوب نے مجھ سے کہا کہ علی میاں بہت خوبصورت عربی لکھتے ہیں۔

علی میاں کا تعلق ہندوستان میں جس بلند قامت خاندان سے تھا اس کی طرف انتساب ہی کسی کے لئے بھی باعث فخر ہو سکتا ہے اس کے سوا ذاتی خوبیوں و کمالات کی آپ کی ذات ایک ایسا مجموعہ تھی جس کی طرف صرف رشک کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا تھا۔

ولیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

کی تفسیر تھے، علی میاں رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وادخلہ فسیح جنانہ

بے نظیر خطیب، عربی و اردو کے بلند پایہ وصاحب طرز ادیب، باکمال مصنف ذہانت و فطانت کے گوھر آبدار، حق گو و بے باک، زہد و ورع میں بے مثال، قانت و عابد، امت مسلمہ کیلئے دھڑکتا اور تڑپتا دل اور بے چین روح والی شخصیت، محبوب قائد، نفرت نہیں محبت کے اصول پر گامزن، ان کمالات وصفات کے مجموعہ تھے علی میاں۔

قابل رشک تھی علی میاں کی زندگی اور زندگی سے زیادہ قابل رشک تھی علی میاں کی موت، رمضان کا مبارک مہینہ، اس ماہ مبارک کا اخیر عشرہ جمعہ کا دن، قرآن پاک ہاتھ میں لئے اور سورہ کہف و سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرتے قبل صلوٰۃ جمعہ علی میاں اللہ کو پیارے ہوئے، گویا موت کا فرشتہ رحمت ومغفرت کی چادر لئے حاضر ہوا تھا کہ علی میاں کو اس رحمت و مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر اللہ کے حضور پیش کرے اور ان کو موت سے پہلے یہ مژدہ جانفزا سنائے:

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔

ادارہ زمزم مولانا مرحوم کے اہل خاندان دارالعلوم ندوہ کے تمام وابستگان ومتعلقین کو اس عظیم سانحہ کے موقع پر اظہار تعزیت کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔

(نوٹ)

زمزم کا یہ شمارہ پریس جانے کو تیار تھا کہ مولانا مرحوم کے حادثہ وفات کی اطلاع ملی ، جلدی جلدی میں یہ تاثراتی و تعزیتی چند سطریں لکھ کر اپنے غم کا بوجھ دل سے ہلکا کیا گیا ہے ، مولانا مرحوم پر مفصل مضمون انشاء اللہ جلد ہی شائع کیا جائے گا ۔

پاکستان میں زمزم کے شائقین
اس پتہ پر رابطہ قائم کریں
مولانا محمد ابو ایاز ملکانی
جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں
پاکستان

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
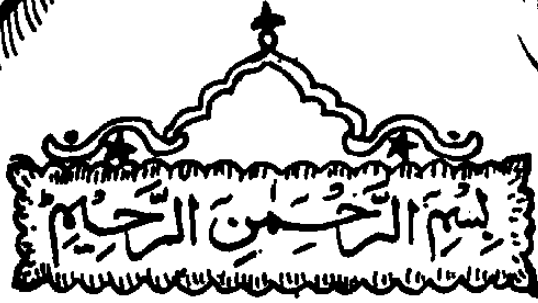
اس شمارہ پر زمزم اپنا دوسرا سال ختم کر رہا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ زمزم نکالنے کا جو مقصد تھا وہ بڑی حد تک پورا ہوا، اور لوگوں نے زمزم میں شائع ہونیوالے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

جیسا کہ زمزم کے پہلے شمارہ کے اداریہ میں لکھا گیا تھا کہ سلفیت جو وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ بن کر ابھر رہی ہے۔ اور سلفیت کے نام پر مسلمانوں میں بے راہ روی پیدا کی جارہی ہے۔ زمزم کا ہدف بطور خاص یہ فتنہ رہے گا۔ ناظرین نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم نے اپنے امکان بھر مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا اور اس کی خطرناکی کا احساس دلانے کی پوری کوشش کی، الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہماری کوششوں کے اچھے نتائج برآمد ہوئے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور سوئے ہوئے اہل قلم جاگ پڑے، عام طور پر سلفیت کے خلاف مضمون نگاری سے پہلو تہی کی جارہی تھی مگر زمزم کی آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی متعدد ذمہ دار اہل قلم نے ملک کے باحیثیت پرچوں میں سلفیت کے خلاف مضامین لکھے، جگہ جگہ تقریریں ہوئیں، مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والی کتابوں سے عام لوگوں نے بھی اور اہل قلم حضرات نے بھی استفادہ کیا، مقررین نے ان کتابوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے خطاب عام میں لوگوں کو اس فتنہ کی طرف متوجہ کیا۔

سلفیت کے خلاف زمزم کی یہ آواز بر وقت تھی اور اس کی گونج ہند و پاک کے علاوہ عرب دنیا میں بھی سنائی دینے لگی، زمزم کے محبین ہند و پاک کے علاوہ عرب ممالک میں بھی

ہیں، اور زمزم کا مطالعہ بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں۔

عرب ممالک کا حال کچھ عجیب سا ہے وہاں ہر طرح کے لٹریچر پہونچ سکتے ہیں مگر دینی پرچوں وکتابوں کا پہنچنا بڑا دشوار ہوتا ہے، بڑی تحقیق وتفتیش کے بعد دینی لٹریچر کو عرب زمین میں داخلہ ہو سکتا ہے، خدا کا شکر ہے کہ زمزم کے قارئین خود اپنے طور پر زمزم کے حصولیابی کا انتظام کرتے ہیں، اس سے زمزم کے بارے میں ان کے شوق ودلچسپی اور اس کی قدردانی کا پتہ چلتا ہے۔

مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والی متعدد کتابیں پاکستان میں بھی طبع ہو گئی ہیں اور زمزم کی ایک معتد بہ مقدار وہاں پہونچ رہی ہے، زمزم کا مطالعہ بڑے ذوق وشوق سے ہوتا ہے پاکستان کے متعدد پرچوں نے زمزم کے بارے میں بڑا اچھا تبصرہ کیا اور سلفیت کے خلاف اس کی کاوشوں اور کوششوں کو بروقت اقدام قرار دیا۔

سلفیت کے نام پر مسلمانوں کو اسلاف سے برگشتہ کیا جا رہا ہے، تحقیق و عدم تقلید کے واسطہ سے ان کا رشتہ صحابہ تک سے کاٹ دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے، کتاب وسنت کی من مانی تشریح غیر مقلدین کا مزاج بن گیا ہے اور یہی مزاج عوام میں بھی پیدا کیا جا رہا ہے، غیر مقلدین نے ان پڑھ نوجوانوں کو جن کا دینی مطالعہ کچھ نہیں ہے، مزاج آزادانہ ہے انھیں کو چارہ دینے کی پوری کوشش کی ہے، اور جب یہ جاہل تقلید سے آزاد ہو جاتے ہیں تو ان کی زبان اسلاف کے خلاف، محدثین وائمہ دین کے خلاف بے تکان چلتی ہے، اور جن کو دین کے الف با سے بھی واقفیت نہیں ہوتی ہے وہ ائمہ فقہ وحدیث کی غلطیاں نکالتے ہیں ترجمے والی حدیث کی کتابیں ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں اور مجتہد بن کر عوام میں فتنہ وانتشار پیدا کرتے ہیں۔

غیر مقلدین نے اس قسم کے نوجوانوں کی ہر جگہ ایک تعداد پیدا کر دی ہے جو عوام ہی نہیں علماء سے بھی الجھتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا غیر مقلدیت کا اختیار کرنا بطور تفریح کے ہوتا ہے اس وجہ سے ان جاہل نوجوانوں کو عوام اور علماء سے الجھنے میں مزہ ملتا ہے۔

افسوس غیر مقلدیت وسلفیت نے دین کو تماشا ومذاق بنا کے رکھدیا ہے، اسلافِ امت ائمہ فقہ وحدیث فدایان دین اور اولیاء اللہ کے دامان تقدس کو تار تار کرنا غیر مقلدین نے اپنا شیوہ بنالیا ہے، عربوں سے ملنے والی دولت کا یہ ناجائز فائدہ اٹھارہے ہیں، مگر ان کو معلوم نہیں کہ خداوند قدوس کی نگاہ میں ہر شخص کا عمل ہے، اور خدا اپنے محبوبین سے جنگ کو پسند نہیں کرتا۔ جب ظلم وتعدی کا طوفان حد سے بڑھ جاتا ہے تو خدا کی پکڑ اپنا رنگ دکھاتی ہے، اور یہ ظالمین تک تک دیدم دم نہ کشیدم کی منزل میں ہوتے ہیں۔

صاف اور سیدھی راہ وہی ہے جس پر اسلاف گامزن تھے اور جس کی طرف انھوں نے ہماری رہنمائی کی ہے، اس راہ کو چھوڑنے والا اور اسلاف کے دامن سے کٹ کر زندگی گذارنے والے کا انجام بخیر نہیں ہے وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا، ایسے لوگوں کی صحبت ورفاقت سے پناہ چاہنی چاہیئے، ہدایت کا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں ہر وقت اس سے ہدایت واستقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

ادارہ زمزم اپنے قارئین سے گذارش کرتا ہے کہ وہ نئے سال کے چندہ بھیجنے کا اور زمزم کے لئے خریدار بنانے کا اہتمام فرمائیں، آپ ہی کے تعاون سے یہ پرچہ اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر انجام دے سکتا ہے، زمزم کا ہر قاری اگر پانچ خریدار بنانے کا عہد کرلے تو انشاء اللہ یہ پرچہ اپنا سفر بلا کسی پریشانی کے جاری رکھ سکے گا، امید ہے کہ زمزم کے محبین وقدرداں ہماری اس بات کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

مکتبہ اثریہ سے کتابیں وی پی بھیجنے کا سلسلہ بالکل بند ہے مگر رقم پیشگی آنے پر کتابیں رجسٹرڈ بھیجنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس میں تاخیر نہیں کی جاتی، اسلئے جو حضرات مکتبہ اثریہ سے کتابیں منگوائیں وہ پہلے پیشگی رقم بھیجدیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:
بہترین صدقہ یہ ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد آدمی دوسرے کا محتاج نہ ہو جائے، اور اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور صدقہ کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو۔ (مسلم شریف)

اس حدیث پاک میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو تین ہدایتیں فرمائی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ صدقہ کرنے والا اس کا خیال رکھے کہ اپنا مال دوسروں پر اتنا نہ خرچ کردے کہ اس کے پاس کچھ نہ رہ جائے اور بعد میں اس کی ضرورتیں پوری ہونی دشوار ہوں، صدقہ کرنے کے بعد وہ دوسروں کا محتاج ہو جائے، ہر چیز میں اعتدال شریعت کا مزاج ہے اور شریعت اسی مزاج پر لوگوں کو ڈھالنا چاہتی ہے۔

صدقہ کرنا بڑے ثواب کا کام ہے مگر صدقہ کرنے کے بعد اگر افسوس کرنا پڑے کہ ہم نے بلاوجہ دوسروں پر سب مال خرچ کر دیا اور اب اپنی ضروریات کے لئے میں خود دوسروں کا محتاج ہو گیا ہوں تو ایسے شخص کو صدقہ کا ثواب بھی نہیں ملے گا، یعنی مال بھی گیا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔

البتہ وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے جو مقام صدیقیت پر فائز ہیں اور جن کو اپنا تمام مال بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بعد کسی قسم کی پشیمانی لاحق نہیں ہوتی، اس امت میں یہ مقام صحابہ کرام میں صدیق اکبرؓ کو حاصل تھا۔

(۲) آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری ہدایت یہ ہے کہ آدمی سوال سے بچے اور مانگنے

کی عادت ڈالنے کے بجائے دینے کی عادت ڈالے، سوال کرنا باعث ذلت ہے اور دوسروں پر خرچ کرنا یا دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنا یہ عمدہ خصلت اور عزت کی بات ہے، مسلمان کی شان یہی ہونی چاہئے کہ وہ ذلت والے کاموں سے بچے اور عزت والا کام کرے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری ہدایت یہ ہے کہ نفلی صدقات میں پہلے اپنے گھر والوں کی رعایت کرے، بیوی بچوں پر بھی خرچ کرنا صدقہ ہے اور ماں باپ کی خدمت بھی باعث قرب ہے، پہلے اپنے گھر کے لوگوں کا خیال کرے پھر جب مزید وسعت ہو تو دوسروں پر خرچ کرے، گھر والوں کو محروم کر کے اور ان کی ضروریات سے صرف نظر کر کے دوسروں پر خرچ کرنا یہ دینداری کی بات نہ ہوگی۔

(۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ کا حکم تھا لاتلحفوا فی المسئلۃ یعنی مانگنے میں اصرار مت کرو۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے خصوصاً جن کا پیشہ ہی سوال کرنا ہوتا ہے کہ سوال کرتے ہیں اور مانگنے والے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اور دینے والا تنگ آ کر کچھ دیتا ہے، اس طرح سے جو چیز حاصل کی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی ہے، کسی کو مجبور کر کے اس کے پاس سے کچھ لینا یہ نہایت گری حرکت ہے، اور مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ اگر میں بھی کسی کو طبیعت کی رضامندی سے نہ دوں تو اس میں برکت نہ ہوگی، برکت اس چیز میں ہوتی ہے کہ دینے والا جی خوش ہو کر دے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم نے فرمایا کہ آدمی ہمیشہ سوال کرنے اور مانگنے ہی میں لگا رہتا ہے (اور یہ اس کی عادت ہو جاتی ہے) وہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سوال کرنے کی عادت بنا لینا اور لوگوں سے مانگ مانگ کر اپنی ضرورتوں کو پوری کرنا اور اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا شریعت کی نگاہ میں نہایت مبغوض عمل ہے، تصور کر و اس آدمی کا جس کا چہرہ گوشت سے صاف ہو کتنا کردہ اور بھیانک چہرہ اس کا ہوگا، دوسروں کے سامنے شرم سے اپنا چہرہ نہیں اٹھائے گا، اسی قسم کا حال اس شخص کا قیامت کے روز ہوگا جو مانگ مانگ کر اپنا پیٹ بھرتا ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو آدمی نکلے، لکڑی جمع کرے اور پیٹھ پر لاد کر اس کو بیچے اور جو آمدنی ہو اس میں سے وہ کچھ صدقہ بھی کرے اور اپنی ضروریات بھی پوری کرے دوسروں کا دست نگر نہ رہے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی سے سوال کرے، معلوم نہیں وہ اسے دیگا بھی یا نہیں۔

حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ آدمی محنت مزدوری کرکے جو کمائے وہی بہتر ہے، سوال کرنا ننگ اور عار کی بات ہے، جس سے مانگا جائے ضروری نہیں ہے کہ وہ دے بھی دے، مانگنے کے بعد جس سے مانگا جائے وہ انکار کر دے تو بڑی ذلت محسوس ہوتی ہے، اسلئے اس ذلت سے بچنے کی ہر تدبیر کرنی چاہئے خواہ اس کے لئے معمولی سے معمولی کام کرنا پڑے، اور خواہ جنگل سے لکڑی جمع کرکے بازار میں بیچنا ہو، یہ محنت اور مشقت کا معمولی کام ذلت کا کام نہیں ہے، ذلت کا کام سوال کرنا ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مثال سے واضح کر دیا کہ آمدنی کا جائز ذریعہ خواہ کتنا بھی معمولی ہو اس میں کسی طرح کا عیب نہیں ہے، آدمی معمولی کام کرکے کچھ کمائے اور اپنی بھی ضرورت پوری کرے اور اس میں سے کچھ دوسروں پر بھی خرچ کرے یہ زیادہ بہتر ہے کہ آدمی مانگنے اور سوال کرنے کی عادت ڈالے۔ اس حدیث شریف میں اس کا بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو اپنی کمائی میں سے دوسروں پر بھی خرچ کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہئے، خواہ آمدنی تھوڑی ہو یا زیادہ، فیاضی اور سخاوت اسلام کی شان ہے۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کبھی

عطیہ دیا جاتا تھا، تو میں کہتا کہ یا رسول اللہ میرا عطیہ انکو دے دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہیں، چنانچہ ایک دفعہ اسی قسم کا موقع تھا آپ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں عطیہ تقسیم فرما رہے تھے، میں نے اس موقع پر بھی یہی عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرا عطیہ آپ اس کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر اس کو لے لو، پھر فرمایا جو مال تمہیں خود سے بلا کسی لالچ اور توقع کے ملے اس کو لے لیا کرو اور جو اس طرح سے حاصل نہ ہو تو اس کے پیچھے مت پڑو۔ (مسلم شریف)

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی عجیب انداز سے تربیت فرمائی ہے۔ ایک طرف سوال کرنے سے مطلقاً منع فرمادیا اور اس کی قباحت کو صحابہ کرام کے خوب ذہن نشین کرادیا، دوسری طرف آپ نے اس کا بھی خیال رکھا کہ کبھی استغنار کی عادت آدمی میں کبر اور عجب کی شان پیدا کردیتی ہے اور وہ اپنے کو دوسروں سے بہت ممتاز سمجھنے لگتا ہے، اس وجہ سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت تھی کہ اگر اللہ کی طرف سے خود کچھ ملنے کا بلاسوال وطلب کے انتظام ہوجائے تو آدمی کو اس سے استغنار بھی نہیں برتنا چاہیئے بلکہ اسے اللہ کا عطیہ اور اس کا فضل شمار کرکے اسے قبول کرلینا چاہیئے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، البتہ طمع و حرص سے اپنے نفس کو پاک بنائے رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

(٦) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدمی سونے کی ایک وادی بھی حاصل ہوجائے جب بھی وہ دوسری سونے کی وادی کی خواہش کرے گا، اور آدمی کا منہ تو قبر میں جا تا ہی بند کرے گا۔

یعنی آدمی کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی ہے، اگر مال و دولت کا انبار بھی انکے پاس ہو سونے اور چاندی کے خزانے کا وہ مالک ہو مگر ھل من مزید کا نعرہ وہ لگاتا ہی رہتا ہے، حریص آدمی کا منہ مرنے کے بعد ہی بند ہوتا ہے۔

اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی ہے کہ اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے یعنی آپ نے اشارہ فرمایا کہ حرص و طمع بڑی بری عادت ہے آدمی کو اس سے توبہ کرنا

باقی صفحہ ۱۹ پر

ائمہ متبوعین کا معرفتِ حدیث میں مقام

محترم المقام مولانا غازی پوری صاحب زادمجدہ

بعد سلام مسنون و نیاز شوق

کتابیں سب پہونچ گئیں، زمزم کے بھی سارے شمارے مل گئے، آپ نے اپنے خرچ سے ان کتابوں کو رجسٹری بھیج کر مزید کرم فرمایا۔ جزاک اللہ

میں نے جو خط لکھا تھا اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ احادیث کے مدونات ائمہ متبوعین کے زمانہ کے بعد وجود میں آئے۔ محدثین کرام نے شہروں شہروں میں پھر کر حدیث کو جمع کیا پوری زندگی اسی میں صرف کردی، ان کے زمانوں میں حدیث کی خوب چھانٹ پھٹک بھی ہوگئی تھی اسلئے ان کو سنت کا علم اور احادیث کی صحت وسقم کا علم ائمہ متبوعین سے زیادہ ہوگا۔ اسلئے ائمہ کرام کے جو اقوال ان احادیث کے خلاف ہوں ان کا قبول کیا جانا محل نظر ہے، ترجیح محدثین کی جمع کردہ احادیث کو حاصل ہوگی۔

والسلام

سلیمان راشد رام پوری

مقیم حال نو رنگر او کھلا۔ دہلی

زمزم!

غالباً آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ ائمہ متبوعین محدثین نہیں تھے، حالانکہ مجتہد وہ ہو ہی نہیں سکتا جس کی نگاہ کتاب وسنت میں بہت دقیق اور بہت وسیع نہ ہو، ائمہ متبوعین کو اجتہاد کا بلند ترین مقام حاصل تھا، اس وجہ سے ان کا کتاب وسنت میں مقام بہت بلند ہونا امر یقینی ہے، احادیث رسول پر ائمہ متبوعین رحمہم اللہ کی بڑی وسیع نظر تھی بعد کے محدثین کو یہ فضیلت حاصل نہیں تھی، محدثین میں امام بخاری اور

امام مسلم کا درجہ بہت اونچا سمجھا جاتا ہے، مگر ائمہ متبوعین کے مقابلہ میں معرفتِ احادیث میں ان کی نظر کم تھی، امام بخاری و امام مسلم کو کون اہل علم امام مالک اور امام احمد بن حنبل پر فوقیت دے گا، امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے، امام شافعی امام محمد کے شاگرد تھے امام محمد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، اور یہ بات طے ہے کہ متقدمین کا علم متاخرین سے زیادہ تھا، احادیث کی معرفت جو متقدمین کو حاصل تھی، وہ متاخرین کو کہاں حاصل ہو سکتی تھی۔

معرفت سے مراد ہماری یہاں یہ ہے کہ احادیث رسول کو احادیث رسول ہونے کی جانچ اور پرکھ، معرفت حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ کس کو کتنی حدیثیں یاد تھیں، احادیث کا زیادہ یاد ہونا اہل حقیقت کے نزدیک کوئی بڑا کمال نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو تین لاکھ حدیثیں یاد تھیں کسی نے کہا کہ چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں، ان میں ایک لاکھ صحیح حدیثیں تھیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو آپ فرمائیں کہ امام بخاری کو ایک قول کے مطابق دو لاکھ اور ایک قول کے مطابق پانچ لاکھ وہ حدیثیں یاد تھیں جو صحیح نہیں تھیں، اور ظاہر ہے کہ صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دینی زندگی میں کام نہیں لیا جا سکتا تھا، تو پھر اتنا بڑا غیر صحیح حدیث کا ذخیرہ جمع کرنا حافظہ کا تو کمال قرار دیا جا سکتا ہے مگر اس کا عملاً فائدہ خود امام بخاری کو یا امت کو کیا پہونچا اور یہ کام کون سا خوبی کا ہوا۔

رہا ایک لاکھ صحیح حدیث والی بات تو اہل علم کو معلوم ہے کہ احادیث رسول کا خالص متن دس ہزار سے زائد نہیں، تو زیادہ سے زیادہ خالص احادیث رسول کا ذخیرہ دس ہزار حدیث ہوا، اب یہی دس ہزار حدیثیں صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کے ساتھ بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک پہونچتی ہیں، ہزاروں کا لاکھ تک پہونچنے کی علت تعدد طرق و اختلاف اسانید ہے اور کبھی ایک ہی حدیث کا متعدد و مختلف الفاظ سے مروی ہونا علت بنتا ہے، اب مثلاً ایک حدیث ہے اور اس کو کسی محدث نے دس آدمیوں

سے سنا تو اب وہ ایک حدیث دس ہوگئی، حقیقت میں حدیث ایک اور گنتی میں دس
بعض بعض محدثین کا یہی ذوق تھا کہ ایک حدیث کی سندیں اور اس کے طرق زیادہ
سے زیادہ کئے جائیں سو انکی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مختلف بلاد و امصار کا سفر کریں
اور اسی ایک حدیث کو متعدد شیوخ سے روایت کریں، بعض نے اس طرح ایک حدیث
کو سوا سطوں سے نقل کیا اور بعض نے ایک حدیث کو پانچ سو واسطوں سے نقل کیا
پس وہ ایک حدیث محدثین کی اصطلاح میں ایک سو اور پانچ سو کہلائی، یہ ذوق خدمت
حدیث رسول کے ساتھ شیفتگی و تعلق کا اظہار تو بتلاتا ہے، مگر عملاً دینی زندگی میں
اس کا فائدہ مفقود، اگر کسی کے نزدیک یہ کمال کی بات ہے تو کسی کے نزدیک اس سے
حدیث کے بارے میں پیچیدگیوں کا بھی ظہور ہوا اور سنت کے باب میں شبہات کا
دروازہ کھلا۔

اور اس کی شرح یہ ہے کہ جتنے طرق بڑھتے گئے اور احادیث کی جتنی سندیں
الگ ہوتی رہیں طرح طرح کے رواۃ بھی ان سندوں کی زینت بنتے گئے۔ ان میں
ثقہ بھی تھے اور ضعیف بھی، اور خالص ثقہ بھی اور خالص ضعیف بھی، اب ایک حدیث
جو اپنے ابتدائی دور میں جب تک دو تین واسطوں سے روایت کی جاتی تھی وہ بلا
غبار صحیح تھی۔ اس میں کسی کو کوئی کلام نہیں تھا اس کا حدیث رسول ہونا دن کے اجالا
کی طرح واضح تھا، مگر جب یہ حدیث دوسرے ادوار میں پہونچی اور محدثین کے ذوق
حدیث و شوق حدیث نے اس کی سندیں متعدد کر کے ایک حدیث کو کئی حدیث کر دیا،
تو اس کی سند میں طرح طرح کے رواۃ کے آجانے کی وجہ سے اس پر طرح طرح کا کلام
بھی ہونے لگا اور جو حدیث اپنے دور اول میں بالکل بے غبار تھی اور دن کے اجالا
کی طرح اس کی صحت واضح تھی اب وہ حدیث شکوک و شبہات کے گھیرے میں آگئی۔

میں اپنی اس بات کو بہت طول نہیں دینا چاہتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ دور اول
کے فقہاء و محدثین کے بارے اور خصوصاً ائمہ متبوعین کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ انھیں

حدیث کا علم اصحاب دواوین حدیث سے کم تھا، صواب نظریہ پر مبنی نہیں ہے اور نہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے، اگر ائمہ متبوعین نے اپنے کسی فقہی مسئلہ کی بنیاد کسی حدیث کو بنایا ہے تو اس کا صحیح ہونا امر غالب ہے اور بعد کے کسی محدث کا اسکے بارے میں اس کے سوا فیصلہ کرنا قابلِ قبول نہ ہوگا، خواہ وہ فن حدیث کا کتنا بڑا بھی کیوں نہ امام ہو۔ (۱)

ائمہ متبوعین کے زمانہ میں تین چار واسطوں سے احادیث مروی ہوتی تھیں اوران میں کبھی صحابی وتابعی کا دو واسطہ ہوتا تھا، ایک دو واسطے تبع تابعین کے ہوتے تھے، اس زمانہ میں احادیث رسول کے بارے میں احتیاط وتورع بھی عام وشہور بات تھی تقوی وتدین کا غلبہ تھا، اس لئے احادیث کی صحت وضعف کو پرکھنا جتنا ان ائمہ کے زمانہ میں آسان تھا بعد کے ادوار میں اتنا آسان نہیں رہا، آخر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری صحیح بخاری میں وہی ۲۲ / ۲۳ حدیثیں سرمایہ افتخار قرار پائیں جن کو ثلاثیات کہا جاتا ہے، ائمہ متبوعین کے زمانہ میں انھیں ثلاثیات کا عمومی رواج تھا۔ جس کا جی چاہے مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، کتاب الآثار لابی یوسف وکتاب الآثار وکتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ، للامام محمد شیبانی وکتاب الام للامام شافعی و مصنف عبدالرزاق، ومصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کرکے دیکھ لے۔

میری یہ گفتگو اگرچہ خلاصہ ہے اہل علم ہی کی تحقیقات کا اور جو کچھ کہا گیا ہے یہ انھیں کے کلام سے ماخوذ ہے مگر ہمارے کرم فرما آپ جیسے حضرات شاید اس کو

---

(۱) صحیح حدیث ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہو، حدیث پر عمل کرنے کیلئے صحت حدیث کے ساتھ ساتھ مجتہدین ائمہ کرام اور بھی بہت سی چیزوں کو نگاہ میں رکھتے ہیں، مثلاً یہ کہ وہ منسوخ نہ ہو، یا یہ کہ وہ عام متواتر عمل رسول کے خلاف نہ ہو، یا یہ کہ اس کا تعلق کسی اتفاقی حادثہ سے نہ ہو، ان کے علاوہ اور بہت چیزوں پر مجتہدین ائمہ کی نگاہ ہوتی ہے۔

افسانہ قرار دیں اس لئے کہ اس قسم کی باتوں سے آپ حضرات کے کان آشنا نہیں ہیں، اس لئے میں یہاں آپ کے بھی معتبر اور ہمارے بھی بزرگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے کچھ اقتباسات نقل کرتا ہوں جن سے میری ان باتوں کی تائید ہوتی ہے، ان اقتباسات میں آپ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو آپ کیلئے حقیقت تک پہونچنا آسان ہو جائے گا اور میری ان باتوں کو بھی آپ قابلِ توجہ قرار دیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

بل الذين كانوا قبل جمع هذه الدواوين اعلم بالسنة من المتأخرين بكثير	(یعنی یہ کہنا درست نہیں ہے کہ کتب احادیث کے مؤلفین و جامعین کا علم زیادہ ہوگا) بلکہ جو ائمہ متبوعین احادیث کی ان تالیفات و مدونات سے پہلے تھے وہ اپنے متأخرین ائمہ حدیث کے مقابلہ میں سنت کے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔

اور اس کی وجہ بقول ابن تیمیہ یہ ہے فرماتے ہیں۔

لان كثيرا مما بلغهم وصح عندهم قد لا يبلغنا الا عن مجهول، او باسناد منقطع اولا يبلغنا بالكلية فكانت دواوينهم صدورهم التى تحوى اضعاف مافى الدواوين وهذا امر لا يشك فيه من علم القضية ۔ (فتاوی ج ۲۰ ص ۲۳۹)	اسلئے کہ بہت سے احادیث جو انھیں پہونچیں اور جن کی صحت انکو پایہ ثبوت کو پہونچی، ممکن ہے کہ وہ حدیثیں ہم تک کسی مجہول سند سے پہونچی ہوں یا ایسی سند سے جو منقطع ہے، یا وہ حدیثیں ہمیں بالکل پہونچی ہی نہ ہوں۔ ان ائمہ کرام کے دواوین ان کے سینے تھے اور ان سینوں میں کتابوں سے زیادہ علم تھا اور یہ وہ حقیقت جس کے بارے میں وہ شبہ نہیں کر سکتا جو صورت حال اور اصل قضیہ سے واقف ہے۔

دوسری جگہ ابن تیمیہ محدثین کے حدیث کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی وجہ

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فان الاحادیث کانت قد انتشرت	یعنی احادیث (بعد کے ادوار میں) پھیلیں
واشتهرت لكن كانت تبلغ كثيرا	اور مشہور ہوئیں لیکن بہت سے محدثین
من العلماء من طرق ضعيفة	کو وہ حدیثیں کمزور سندوں سے پہونچیں (تو
وقد بلغت غيرهم من طرق	وہ ان کے نزدیک ناقابلِ حجت قرار پائیں)
صحيحة غير تلك الطرق	جبکہ دوسروں کو یہ حدیثیں صحیح سندوں
فتكون حجة من هذا الوجه	سے پہونچیں تو اس وجہ سے وہ ان کے
(ایضاً ص۲۴)	نزدیک حجت قرار پائیں ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس کلام میں آپ بار بار غور کریں تو وہ تمام حقیقتیں آپ کیلئے ایک ایک کرکے کھلتی چلی جائیں گی جن کا میں نے اپنے سابقہ کلام میں مفصلاً ذکر کیا ہے ۔

آپ حضرات سے ایک گذارش یہ ہے کہ آپ ائمہ متبوعین اور خصوصًا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے اور فیصلہ کرنے کا انداز اپنائیں ، اگر اللہ کے یہاں یہ محبوبیت و مقبولیت کے انتہائی مقام پر نہ ہوتے تو چہار دانگ عالم میں ان کا یہ شہرہ نہ ہوتا اور پوری دنیا میں انھیں کے نام کا آوازہ نہ گونجتا، انھیں کے مذہب وفقہ کے پیروکار زمین کے چپہ چپہ پر نظر نہ آتے، آج امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی کتاب صحیح بخاری کو تو ہر شخص احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر ان کے فقہی نظریات مستقل مکتبۂ فکر اختیار نہ کرسکے اور نہ کوئی آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہوکر جانا پہچانا جاتا ہے ۔[1]

---

(۱) کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ جیسے اہلحدیث حضرات بھی امام بخاری سے تعلق کے اظہار کے باوجود صحیح بخاری کی تمام احادیث پر عمل پیرا نہیں ہیں اور نہ امام بخاری کے تمام فقہی نظریوں کو قبول کرتے ہیں تا بدیگراں چہ رسد ۔

امام بخاری تو خیر بہت بعد کے ہیں ائمہ متبوعین کے ہم عصر جو ائمہ تھے حدیث تھے مثلاً امام اوزاعی، امام ثوری امام لیث وغیرہم ان میں سے ان ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں کسی کا بھی چراغ نہیں جل سکا، ان ائمہ کے مذاہب و فقہ کا ذکر آج صرف کتابوں میں ہے۔

دین اسلام اور شریعتِ اسلامیہ پر آج پوری دنیا میں عمل انھیں مذاہب اربعہ کے واسطہ سے ہورہا ہے۔ یہ مذاہب اربعہ دین و شریعت کے حفاظت کا ذریعہ ہیں، اگر خدانخواستہ اللہ کا یہ تکوینی اور غیبی نظام و انتظام نہ ہوتا اور دنیا کے مسلمان غیر مقلد ہوکر جیتے تو اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا، اور شریعت خیالات و رجحانات کے تابع ہوجاتی، اور پھر انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا خدائی وعدہ پورا نہ ہوتا۔

یہ مذاہب اربعہ ہی حقیقت میں اس آیتِ کریمہ میں جو وعدہ ہے اس کے حق اور سچے ہونے کی عملی تفسیر ہیں، انھیں مذاہب کے طفیل قیامت تک انشاء اللہ کتاب وسنت پر عمل اور ان کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

بقیہ ص۱۲ کا

چاہئے، اگر آدمی توبہ کرے گا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، اگر وہ زندہ ہے تو حرص وطمع کی عادت اس سے ختم ہوگی اور مرگیا ہے تو آخرت کا عذاب اس سے ہلکا ہوگا۔

خط اور اس کا جواب

(۱) صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا اہل سنت نہیں قرار پائے گا۔
(۲) تارکین تقلید کا نام عقلاً و شرعاً "غیر مقلد" سے زیادہ کوئی اور مناسب نہیں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب

سلام مسنون!

اولاً میں صاف کر دوں کہ میں مسلکاً اہلحدیث ہوں، دہلی میں میری تعلیم مکمل ہوئی ہے مجھے آپ سے کسی مسئلہ پر الجھنا نہیں ہے نہ بحث میرا مقصود ہے، میں آپ سے صرف دو باتوں کا سوال کروں گا۔

(۱) اہلحدیث جماعت کو آپ اہلسنت والجماعت میں سے شمار کرتے ہیں یا نہیں اگر اہلحدیث اہل سنت والجماعت نہیں ہیں، تو اس کے دلائل آپ کے پاس کیا ہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کتاب وسنت سے جو ثابت ہو وہی مذہب ہے۔

(۲) آپ جماعتِ اہلحدیث کے افراد کو غیر مقلد کہتے ہیں، جبکہ اس نام سے ہم اپنے کو مخاطب نہیں کرتے ہیں جو نام پسند نہ ہو تو اس نام سے ہمیں پکارنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر دیوبندی جماعت کے تمام پرچے اب ہمیں اسی نام سے یاد کرتے ہیں، کیا اس کا گناہ آپ کو نہیں ہوگا۔

زہیر احمد السلفی، بستی یوپی

زمزم!

مجھے آپ کی صاف گوئی پسند آئی، میرے پاس بہت سے خطوط آتے ہیں جن میں حنفی ظاہر کر کے سوال کیا جاتا ہے، میں ان خطوط کا جواب نہیں دیتا، آپ اہلحدیث ہیں خدا مبارک کرے، آپ کے دونوں سوالوں کا جواب مختصراً عرض ہے۔

(۱) کسی جماعت کا اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرنا یا کسی جماعت کا یہ کہنا کہ اس کا عقیدہ کتاب وسنت پر ایمان کا ہے، اہل سنت ہونے کیلئے محض یہ دعویٰ اور زبانی جمع خرچ کافی نہیں ہے، دیکھئے قادیانی تک یہ کہتے ہیں کہ ان کا مذہب اسلام ہے، وہ کتاب وسنت پر یقین رکھتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھئے تو وہ کتاب وسنت سے استدلال بھی کرتے نظر آئیں گے۔

ان کے اس دعویٰ کے باوجود اہل سنت والجماعت تو کجا کوئی مسلمان انکو مسلمان بھی نہیں سمجھتا۔

شیعہ فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ شیعان علی اور محبان اہلبیت میں سے ہے اور وہ اپنے مسائل وعقیدہ کو کتاب وسنت سے پیش کرتا ہے، مگر اہل نظر نہ انکو محبانِ اہل بیت وشیعان علی سمجھتے ہیں اور نہ ان کے کتاب وسنت کے دعویٰ ہی کو صحیح سمجھتے ہیں ——— کسی کا اہل سنت والجماعت ہونا حقائق اور اس کے واقعی عقائد کی روشنی میں ثابت ہوگا۔ اور دیکھا جائے گا کہ اس فرقہ کی اساسی وبنیادی کتابیں کیا کہتی ہیں، اور اس فرقہ کے اکابر علماء کیا عقیدہ رکھتے ہیں، اس روشنی میں کسی کے بارے میں اہلسنت والجماعت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اب آپ ذرا صرف ان چند باتوں میں غور کریں جو میں آپ کی جماعت کے اکابر کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) نزل الابرار نواب وحید الزماں صاحب حیدرآبادی کی کتاب ہے اس میں صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا نزلت فی ولید بن عقبة وکذالک قوله تعالیٰ من کان مومنا کمن کان فاسقا، ومنه یعلم ان من الصحابة من هو فاسق کالولید، ومثله یقال فی حق معاویة وعمرو ومغیرة وسمرة ص $\frac{۹۴}{۳۲}$

اس عبارت کا ترجمہ میں بدرجہ مجبوری آپ کے لئے کر رہا ہوں ورنہ دل نہیں چاہتا کہ اس بیہودہ عبارت کا ترجمہ کروں ، ترجمہ یہ ہے ۔

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، اور اسی طرح یہ آیت بھی من کان مومنا کمن کان فاسقا اور اس سے جانا جاتا ہے کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ فاسق بھی تھے ۔ جیسے ولید ، اور یہی بات کہی جائیگی معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں بھی ۔

حضرت ولید بن عقبہ ، حضرت معاویہ بن سفیان حضرت عمرو بن عاص حضرت مغیرہ بن شعبہ ، اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب جلیل القدر اور عظمت و شان والے صحابی ہیں ، ان صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے (رسالت) کیلئے مجھے پسند کیا۔ اور (میری رفاقت وصحبت کیلئے) میرے اصحاب کو میرے لئے چنا ۔ ان صحابہ کرام کے بارے میں خدا نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہا ، اور ان کی اتباع کا مسلمانوں کو حکم فرمایا ۔

ذرا آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ کسی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہو سکتا ہے ؟

انھیں نواب وحیدالزماں صاحب کی ایک کتاب کنزالحقائق ہے ، اس میں ان صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو رضی اللہ عنہ کہنا بھی جائز نہیں ہے ، اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔

ویستحب الترضی للصحابۃ غیر ابی سفیان ومعاویۃ وعمرو
بن العاص ومغیرۃ بن شعبۃ وسمرۃ بن جندب ص ۲۳۴

یعنی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے مگر ابوسفیان ، معاویہ ، عمرو بن عاص مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے ۔

بھلا بتلائیے کہ یہ کسی اہلسنت کا عقیدہ ہو سکتا ہے ، اور کسی سنی کی زبان سے یہ بات

نکل سکتی ہے۔

نواب صاحب کی کتاب ھدیۃ المھدی آپ کی جماعت اہلحدیث کی بہت معتبر کتاب ہے۔ اس میں صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت معاویہ کو جو کچھ کہا گیا ہے اس کا نقل کرنا بھی دشوار ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ صحابہ کرام کے بارے میں جن کا یہ عقیدہ ہو کہ معاذ اللہ وہ فاسق بھی تھے اس کو اہلسنت کہنا جائز ہوگا، یا وہ فرقہ اہلسنت والجماعت میں سے شمار ہوگا۔

آپ کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ یہ نواب و حیدالزماں کی ذاتی رائے ہے اور اہلحدیث نامی فرقہ کا ان عقائد سے کوئی تعلق نہیں، یہ عذر اسلئے قابل قبول نہیں کہ ان دونوں کتابوں نزل الابرار و ہدیۃ المہدی کا تذکرہ جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ کتاب اہلحدیث کی تصنیفی خدمات میں کیا گیا ہے۔ اور نزل الابرار کے متعلق تو تعریف کے یہ کلمات لکھے گئے ہیں کہ یہ فقہ اہلحدیث میں مشہور کتاب ہے اور عوام و خواص میں مقبول ہے، اور اس کتاب نزل الابرار کو مولانا ابو القاسم سیف بنارسی مشہور اہلحدیث عالم اور اہلحدیث مناظر نے اپنے اہتمام میں اپنے مطبع سعیدی بنارس سے ۱۳۲۸ھ میں اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا تھا۔

مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نے اپنے حواشی میں بہت سی جگہ مصنف سے اختلاف ظاہر کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں نزل الابرار کے مصنف کا جو بیہودہ کلام ہے اس پر مولانا ابو القاسم نے کوئی حاشیہ نہیں لگایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بنارسی صاحب خود بھی اس سے متفق ہیں، معاذ اللہ۔ اس لئے کسی بھی اہلحدیث نامی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کتاب کو اہلحدیث فرقہ کی متفق علیہ کتاب قرار نہ دے۔

صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے تمام اکابر و اصاغر کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ ان کا فہم حجت ہے، نہ ان کا قول دین و شریعت میں حجت ہے، اور نہ ان کا عمل حجت ہے، خلفائے راشدین تک کا قول و فعل اور عمل آپ کے یہاں حجت نہیں ہے۔

اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے، یہ شیعوں خارجیوں ناصبیوں کا عقیدہ ہے، پھر اہلحدیث فرقہ کو آپ کیسے اہلسنت فرقہ قرار دیں گے ۔

صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ تنویر الآفاق نامی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کسی سنی کے قلم سے صحابہ کرام کے بارے میں نہیں لکھا جا سکتا، اس کتاب کی صرف دو عبارتیں پیش کرتا ہوں ۔ مصنف کتاب لکھتا ہے :

ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے ،، صـ۱۰۱

خدارا آپ فرمائیں کہ جن خلفائے راشدین کے بارے میں اللہ کے رسول کا یہ ارشاد ہے کہ تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو ان خلفائے راشدین کے بارے میں اہلحدیث نامی فرقہ کا یہ عقیدہ و مذہب کہ خلفائے راشدین خلاف نصوص اور احکام شرعیہ کے خلاف کام کرتے تھے اور پوری امت نے ان کے طرز عمل کو غلط قرار دیا اور اس کو رد کر دیا کیا کسی بھی اہلسنت کی زبان وقلم پر یہ بیہودہ کلام آسکتا ہے ۔ اور کسی بھی سنی کا یہ مذہب و عقیدہ ہو سکتا ہے ۔

ایک جگہ یہ مصنف خلفائے راشدین ہی کے بارے میں لکھتا ہے ۔

،، اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین نے بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا ،، صـ۱۰۱

اس پوری عبارت میں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ خلفائے راشدین کے بارے میں اس قسم کی باتیں کسی اہلسنت والجماعت فرقہ کا کوئی فرد لکھ سکتا ہے، اس عبارت کی ایک

ایک سطر اس بیہودہ مصنف کے صحابہ سے بغض کو ظاہر کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کی عداوت و دشمنی کو آشکارا کر رہی ہے، اس قسم کی بیہودہ کتابیں جامعہ سلفیہ سے شائع ہوں اور پھر بھی ادارہ اہل سنت کا ادارہ کہلائے تعجب نہیں تو اور کیا ہے ۔

میں اہلحدیث فرقہ کے اور دوسرے عقائد و مسائل سے اس وقت تعرض نہیں کرتا خط کے جواب میں ساری باتیں لکھی نہیں جا سکتی ہیں ۔

آپ سے گذارش کروں گا کہ صرف انھیں مذکورہ باتوں میں آپ کتاب و سنت کی روشنی میں غور کر کے بتلائیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں جن کا اس قسم کا عقیدہ اور مذہب ہو ان کو اہلسنت والجماعت میں سے شمار کرنا کیونکر جائز ہوگا، ممکن ہے کہ آپ کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اس قسم کی بکواس دین و ایمان قرار پائیں اور ان عقائد کے باوصف آپ اپنے کو اہلحدیث اور اہلسنت ہی سمجھیں، مگر ہمارے نزدیک صحابہ کرام کے بارے میں جن کا یہ عقیدہ اور مذہب ہو اس کا تعلق اہلسنت والجماعت سے قطعاً نہیں ہے ، اور انشاء اللہ آپ بھی اگر اہلحدیث ہوں گے تو ہماری بات کو قبول کریں گے اور ہماری موافقت فرمائیں گے ۔

(۲) آپ کا دوسرا سوال ہے کہ جب اہلحدیث فرقہ اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے تو اس کو ہم غیر مقلد کیوں کہتے ہیں ۔

اس کا جواب اوپر والے جواب ہی سے معلوم ہو گیا کہ اہلحدیث نام رکھنے سے کوئی فرقہ اہلحدیث نہیں ہو جائے گا، شیعہ اگر صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے اور قرآن کو محرف ماننے کے باوجود اپنے کو مسلمان کہیں تو ان کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا، قادیانی ختم نبوت کا انکار کریں اور عیسی مسیح علیہ السلام کے بارے میں گندی باتیں کہیں اور پھر خود کو مسلمان بھی کہیں تو کوئی عقل والا انکو مسلمان نہیں کہے گا، کوئی فرقہ یا جماعت اپنا کچھ بھی نام رکھ لے اگر اسکے عقائد درست نہیں ہیں تو اس کو ہدایت یافتہ جماعت نہیں قرار

دیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ حضرات یعنی اہلحدیث نام کا فرقہ تقلید کو شرک بتلاتا ہے، کافرین اور مشرکین کے بارے میں قرآن کی جو آیتیں ہیں ان کا مصداق مقلدین کو بھی قرار دیتا ہے اور ان کو کافروں اور مشرکوں کی فہرست میں رکھتا ہے، تو جب تقلید شرک ہے اور مقلدین مشرک ہیں تو عدم تقلید عین ایمان قرار پایا، اور لفظ غیر مقلدین مومنین کا ہم معنی ہوا۔ تو آخر تقلید کو شرک سمجھتے ہوئے یا کم از کم گمراہی سمجھتے ہوئے غیر مقلد یا غیر مقلدیت کا کلمہ آپ حضرات کو ناگوار کیوں ہوتا ہے، یہ تو آپ کا حقیقی واصلی نام ہے، اس لفظ یا نام کا استعمال تو آپ حضرات تارکین تقلید کو بطور فخر کرنا چاہیئے، اس نام سے معلوم نہیں آپ حضرات کو چڑ کیوں ہوتی ہے، غیر مقلدیت کو آپ عین ایمان بھی قرار دیں اور غیر مقلد کے لفظ سے آپ چڑیں بھی یہ منطق ہمارے پلے نہیں پڑتی، براہِ کرم آپ بتلائیں کہ جب آپ کا مذہب عدم تقلید ہے تو غیر مقلد کا لفظ آپ کو ناگوار کیوں ہے ؟

آپ حضرات نے اپنا مختلف نام رکھا ہے، کبھی اپنے کو موحد کہا، کبھی محمدی کہا کبھی اہلحدیث کہا کبھی سلفی کہا کبھی اثری کہا مگر ان تمام ناموں کا اپنے کو صحیح مصداق قرار دینے کیلئے آپ حضرات کو بڑا زور صرف کرنا پڑے گا مثلاً اگر اپنے کو موحد کہیں گے تو کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ زندہ اور مردہ لوگوں سے توسل جائز ہے، نواب وحید الزماں اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔

التوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء والصالحین من عبادہ

جائز ویستوی فیہ الاحیاء والاموات (ص)

یعنی اللہ کے بندوں انبیاء اور صالحین سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے

اس میں مردے اور زندے سب برابر ہیں۔

اس عقیدہ کے ساتھ کوئی خالص موحد نہیں رہ سکتا، اسلئے آپ کا نام موحد رکھنا

جائز نہیں ہے۔

اگر آپ اپنے کو محمدی کہیں گے اور بطور علم اپنی جماعت کا یہ نام رکھیں گے تو کوئی اعتراض کر دے گا کہ مسلمانوں میں یہ نام بطور علم کبھی بھی متعارف نہیں رہا، اسلئے بطور علم یہ نام رکھنا بدعت ہے۔

اگر آپ اپنے کو اہلحدیث کہیں تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث کی مختلف قسمیں ہیں، صحیح، ضعیف، شاذ، منکر، معروف، مشہور، متواتر، معضل، مرسل موقوف وغیرہ آپ کون سی حدیث والے ہیں "اہل الحدیث الصحیح، اہل الحدیث الضعیف اہل الحدیث الشاذ، اہل الحدیث المنکر، اہل الحدیث المعروف، اہل الحدیث المشہور، اہل الحدیث المتواتر اور اہل الحدیث المعضل، اہل الحدیث المرسل یا اہل الحدیث الموقوف یا یہ تمام اقسام والے اہلحدیث ہیں، آج تک آپ کی جماعت نے اس کو صاف نہیں کیا کہ آخر آپ کون سی حدیث والے ہیں۔

جب حدیث کا معنی حدیث کی ان تمام اقسام میں مشترک ہے تو جب تک آپ متعین نہ کر دیں کہ ہم اس معنی والے اہلحدیث ہیں، اس وقت تک اس لفظ کا استعمال آپ کیلئے کیسے جائز ہو گا۔

سلفی کا لفظ آپ حضرات اپنے لئے استعمال کرتے ہیں یہ بھی درست نہیں بھلا آپ خود سوچیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں جب آپ کی جماعت کا عقیدہ و مذہب وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تو پھر آپ کو سلفی کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ اصل سلف تو صحابہ کرام ہی ہیں۔

اثری کا لفظ بھی آپ کی جماعت پر فٹ نہیں ہوتا، اسلئے کہ اثر کا کلمہ حدیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین میں مشترک ہے، اور آپ حضرات کے نزدیک صحابہ کا قول و عمل حجت نہیں تابعین کی بات تو الگ رہی اسلئے اس کلمہ کا استعمال بھی نرا دھوکہ اور فریب قرار پائے گا۔

بہرحال ان ناموں کے استعمال میں (جب آپ ان کو استعمال کریں گے) مختلف اشکالات وشبہات پیدا ہوں گے، مگر غیر مقلد کا لفظ آپ کے عقیدہ اور مذہب کے مطابق موٴمن کا ہم معنی ہے، نیز آپ کے مسلک و مذہب کا بہترین ترجمان بھی ہے۔ اسلئے آپ کی جماعت کے لئے اسی نام کا استعمال ہرطرح مناسب ہے، جب تک آپ کا عقیدہ ومذہب ترک تقلید کا رہے گا اس لفظ کا استعمال آپ کیلئے کیا جاتا رہے گا اگر آپ کو یا آپ کی جماعت کو اس کلمہ غیر مقلد سے تکلیف پہنچتی ہے تو پھر ہمیں یہ کہنا پڑیگا کہ ترک تقلید آپ کا مذہب نہیں ہے۔

ہمارا طریقہ اتباع شریعت تقلید کا ہے، یعنی ہم اپنے بڑوں کی رہنمائی میں دین وشریعت اور کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں، اس بنا پر آپ ہمیں مقلد کہتے ہیں، ہمیں اس نام پر کبھی اعتراض نہیں ہوتا، اور ہم اپنی مقلدیت کا برملا اظہار کرتے ہیں، اور اپنے مقلد ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، تو پھر کیا یہ بات کسی بھی درجہ میں معقول ہے کہ آپ حضرات ایک طرف عدم تقلید کا مذہب وعقیدہ بھی رکھیں اور دوسری طرف غیر مقلد کے نام سے اظہار بیزاری بھی کریں۔

اور اب میں اس بات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ آپ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ومذہب یہ ہے کہ کتاب وسنت سے جو ثابت ہو وہی مذہب ہے۔

میرے بھائی یہ آپ حضرات کی محض قوالی ہے، اور صرف زبانی دعویٰ ہے، یہ آپ کا عقیدہ ومذہب نہیں ہے، اگر یہی عقیدہ ومذہب ہوتا تو صحابہ کرام کے بارے میں آپ کا عقیدہ ومذہب وہ نہ ہوتا جن کا پہلے سوال کے جواب میں قدر تفصیل سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اللہ کے رسول کا صریح ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین اور آپ کا عقیدہ اور مذہب خلفاء راشدین مہدیین کے بارے میں یہ ہے کہ نہ ان کا قول حجت نہ فعل نہ فہم، بلکہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفاء راشدین خلاف کتاب وسنت کام کرتے تھے اور کچھ لوگ صحابہ میں سے معاذ اللہ فاسق بھی تھے۔

قرآن کا ارشاد

اَلسَّابِقُونَ الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

اس آیت میں صحابہ کرام کے متبعین کے بارے میں بشارت خداوندی ہے کہ ان سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، مگر آپ کی جماعت کو صحابہ کرام کی اتباع وتقلید سے عار اور شرم ہے، بلکہ آپ کو (حکم خداوندی اور فیصلہ خداوندی کے خلاف) صحابہ کرام کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا بھی گوارا نہیں ہوتا زبان سے آپ بڑا سے بڑا دعویٰ کر سکتے ہیں، مگر اہل نظر تو آپ کے ہر دعویٰ کو حقائق کی کسوٹی پر رکھیں گے اس کے بعد ہی آپ کا کوئی دعویٰ معتبر ہوگا، اور آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کی یہی بات کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو کتاب وسنت سے ثابت ہو وہی مذہب اور دین ہے، آپ کو اہل سنت والجماعت سے خارج کرتی ہے، اس لئے کہ تمام اہل سنت کے نزدیک دلائل شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس، شیعوں نے اجماع اور قیاس کا انکار کیا تو مسلمانوں نے ان کو اہلسنت سے خارج کر دیا تو اجماع اور قیاس کے انکار کے بعد آپ کو کیسے اہلسنت میں سے شمار کیا جائے گا ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مشتاق

محمد اجمل مفتاحی

مجلسِ میلاد کا موجد کون؟

خط اور اس کا جواب

محترم و مکرم حضرت مولانا غازی پوری صاحب مدیر مجلہ زمزم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

آپ کی کتابیں اور مجلہ زمزم سے احباب استفادہ کر رہے ہیں، غیر مقلدین برادران کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں اب تک کچھ معلوم نہیں تھا اور ہم لوگ ایک شاندار غلط فہمی میں پڑے تھے ان کو اہلحدیث اور اہل سلف سمجھتے رہے، آپ نے ان کے بارے میں اتنی معلومات فراہم کردی ہیں کہ اب پڑھے لکھے اور سنجیدہ لوگوں پر ان کا فریب نہیں چلے گا۔ طمع وحرص کے مرضیٰ کی بات الگ ہے۔

ہمارے اطراف میں ہمارے بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں مجلس میلاد جو رضاخانی کرتے ہیں اس کی ایجاد کا سہرا بھی غیر مقلدین ہی کے سر ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، براہ کرم مطلع فرمائیں۔

والسلام

علاء الدین قاسمی مظفر پور بہار

زمزم! پہلے آپ یہ معلوم کریں کہ بحیثیت فرقہ یا جماعت گزشتہ زمانہ میں غیر مقلدین کا وجود اسلام کی پوری تاریخ میں کبھی نہیں رہا، ظاہریہ نام کا ایک فرقہ تھا جو قیاس واجماع کا منکر تھا مگر اسلام کی ابتدائی چند صدیوں کے اندر اندر اس کا نام ونشان مٹ گیا پوری دنیائے اسلام میں ائمہ اربعہ کے زمانوں کے بعد صرف مقلدین ہی رہے،

اور مذاہب اربعہ پر عام مسلمانوں کا عمل رہا، غیر مقلدین نام کے فرقہ کا وجود ہندوستان میں دور برطانیہ میں ہوا۔

ازمنۂ گزشتہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوئے جو تقلید کے بندھن سے آزاد رہے مگر یہ شخصی اور انفرادی بات تھی ایسے لوگوں کو مسلمانوں نے کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ نہ اس قسم کے لوگوں کی کبھی جمعیۃ یا گروہ بن پایا، اس قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔

غیر مقلدین حضرات بھی بحیثیت فرقہ یا جماعت دور برطانیہ سے پائے جا رہے ہیں اس عہد سے پہلے ان کا وجود تاریخ میں نہیں ملتا، جیسے رضاخانی یا قادیانی۔

اہل بدعت کا وجود ہر زمانہ میں رہا ہے مگر بحیثیت جماعت ان کا وجود سرکار برطانیہ سے پہلے کبھی نہیں رہا ہے، ان کا وجود بھی سرکار برطانیہ ہی کی دین ہے۔

اسلام کی تاریخ میں مدعئ نبوت کئی گذرے ہیں، مگر جماعتی حیثیت سے صرف قادیانی پائے گئے، غلام احمد قادیانی بھی سرکار برطانیہ کا پروردہ تھا۔

درحقیقت انگریزوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور ان کے شیرازہ اتحاد کو منتشر کرنے کیلئے مختلف چالوں کا انتخاب کیا تھا، انھیں میں سے ان کی ایک چال یہ تھی کہ مسلمانوں میں دین و مذہب کے نام پر مختلف فرقے اور جماعتیں پیدا ہوں تاکہ مسلمان مذہبی جنگ اور فروعی مسائل میں الجھے رہیں، اور انگریز ٹھاٹھ سے حکومت کرتا رہے اور آزادی کی لڑائی زور نہ پکڑے، انگریز تو تھک ہار کر چلا گیا مگر یہ فرقے آج بھی موجود ہیں۔

مجلس میلاد کے سلسلہ میں ہماری معلومات کی حد تک یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ایجاد کا سہرا غیر مقلدین (بحیثیت جماعت) کے سر ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ اس کا موجد اور اس کا مروج دونوں ہی آزاد خیال، اور منکرین تقلید تھے، مذاہب اربعہ کے خلاف سب وشتم ان کا مشغلہ تھا، اور خود سے اجتہاد کر کے مسائل پر عمل کرنا ان کی سوچ تھی، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر مدظلہ نے اپنی بے نظیر کتاب راہ سنت میں اس کی تھوڑی

سی جو تفصیل دی ہے، اسی کی روشنی میں یہ عرض کیا گیا ہے۔ شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں:

مجلس میلاد کی تاریخ

پوری چھ صدیاں گذر چکی تھیں کہ اس بدعت کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ تھا۔ نہ نہ تو کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ فقیہ کو، نہ کسی بزرگ کو اور نہ کسی ولی کو یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو۔ یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بن اربل (المتوفی ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پروا بادشاہ تھا (دیکھئے ابن خلکان وغیرہ) اور امام احمدؒ بن محمدؒ مصری مالکیؒ لکھتے ہیں کہ:

کان ملکاً مسرفاً یامر علماء زمانہ ان یعملوا باستنباطھم واجتھادھم وان لایتبعوا لمذھب غیرھم حتی مالت الیہ جماعۃ من العلماء وطائفۃ من الفضلاء ویحتفل لمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الربیع الاول وھو اول من احدث من الملوک ھذا العمل (القول المعتمد فی عمل المولد)	وہ ایک مُسرف بادشاہ تھا۔ علماء زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں حتی کہ (دنیا پرست) علماء اور فضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی اور وہ ربیع الاول میں میلاد منعقد کیا کرتا تھا۔ بادشاہوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔

اور یہ مسرف بادشاہ بیت المال اور رعایا کی لاکھوں کی رقم اس بدعت اور جشن پر صرف کر دیتا تھا اور اس طرح اس نے رعیت کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرنے کا ایک دینی ڈھونگ رچا رکھا تھا اور بے دریغ ملک اور قوم کی رقم کو اس طرح برباد کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ:

کان ینفق کل سنۃ علی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ثلاث مائۃ الف۔	وہ ہر سال میلاد (جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔

(دول الاسلام ج ۲ ص ۱۰۳)

اور جس دنیا پرست مولوی نے اس جشن کے دلدادہ بادشاہ کیلئے محفل میلاد کے جواز پر مواد اکٹھا کر دیا تھا، اس کا نام عمر بن دحیہ ابو الخطاب (المتوفی ۶۳۳ھ) تھا جس کو اس کتاب کے صلے میں صاحب اربل اور مسرف بادشاہ نے ایک ہزار پونڈ انعام دیا تھا (دول الاسلام ص ۱۰۴ ج ۱) اب ذرا اس مولوی کی تعریف بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ وہ حضرت کیسے تھے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رح نقل کرتے ہیں کہ :

کثیر الوقیعه فی الائمة و فی السلف	وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت ہی
من العلماء خبیث اللسان احمق	گستاخی کیا کرتا تھا۔ گندی زبان کا مالک تھا
شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین	بڑا احمق اور متکبر تھا دین کے کاموں میں بڑا
متهاونا (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۶)	بے پروا اور سست تھا۔

نیز حافظ موصوف نقل کرتے ہیں کہ :

قال ابن النجار رایت الناس مجمعین	علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں
علیٰ کذبه و ضعفه ۔	کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۵)

غیر مقلدین حضرات کے کچھ اکابر نے مجلس میلاد کے سلسلے میں جو نرم رویہ اختیار کیا ہے اور اس پر نکیر کرنے کو اچھا نہیں سمجھا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ اس کا موجد ان کا ہم خیال تھا، دیکھئے مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں:

۔ ولا یجوز الانکار علی امور مختلفة فیما بین العلماء کغسل الرجل و مسحه فی الوضوء، والتوسل بالاموات فی الدعاء و الدعاء من الله عند قبور الاولیاء والانبیاء وارسال الیدین فی الصلوٰة و وطی الازواج والاماء فی الدبر والمتعة، والجمع بین الصلوٰتین، واللعب بالشطرنج والغناء والمزامیر والفاتحة الموسومة او مجلس المیلاد وهو المنقول عن امامنا احمد

بن احمد ، (ھدایۃ المہدی ص ۱۱۸)

یعنی ان امور کا جو علماء کے مابین مختلف فیہ ہیں انکار کرنا جائز نہیں ہے مثلاً وضو میں پاؤں کا دھونا یا اس پر مسح کرنا ، دعا میں مردوں کا وسیلہ پکڑنا ، انبیاء اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا نماز میں قیام کی حالت میں دونوں ہاتھوں کا چھوڑے رکھنا ، بیویوں یا باندیوں سے وطی فی الدبر کرنا اور متعہ کرنا ، اور شطرنج کھیلنا ، گانا بجانا اور مروجہ فاتحہ و نیاز لعد میلاد کی مجلس (ان امور پر انکار کرنا جائز نہیں ہے) اور یہی بات ہمارے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے ۔

نواب صاحب کے اس فرمان عالی سے یہ معلوم ہوا کہ مجلس میلاد بدعت نہیں ہے ، اسلئے کہ بدعت پر انکار تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ، آپ نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ ہر بدعت گمراہی ہے ۔

البتہ یہ بات سخت باعث تعجب ہے کہ نواب صاحب نے ان باتوں پر عدم انکار کو امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کیا ہے ، اور فرماتے ہیں ۔ یہی ان سے منقول ہے ، حالانکہ یہ صراحتاً غلط ہے اور امام عالی مقام کی ذات پر افتراء ہے ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

دعوتِ اتحاد و اتفاق بطور فیشن

خط اور اس کا جواب

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے مزاج سامی بخیر ہو، زمزم پابندی سے مل رہا ہے، اور شوق و ذوق سے پڑھا جا رہا ہے، ہمارے ایک دوست فرماتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق کی دعوت اصل ہے، اختلافی مسائل تو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں تو کیوں اس پر اپنی انرجی اور طاقت کو ضائع کیا جائے۔

میں نے ان کی بات آپ کے گوش گزار کی ہے اور بس۔ والسلام

عتیق اللہ قاسمی گونڈہ

زمزم!

جو بات آپ کے دوست نے کہی ہے اس قسم کی باتیں کرنا آج کل فیشن بن گیا ہے اس قسم کی باتیں وہ کرتا ہے جس کی دینی حس کمزور ہوتی ہے، جس کا دینی شعور ناپختہ ہوتا ہے جس کا قلب ایمانی حرارت و غیرت سے خالی رہتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا احساس اپنے اور اپنے خاندان والوں اپنی بہن بیٹیوں اپنی بیوی بہوؤں کے بارے میں بڑا لطیف ہوتا ہے، اور اگر کسی نے ان کے بارے میں ان کے خاندان کے بارے میں کچھ کہہ دیا تو اس کو یہ قطعاً برداشت نہیں کرتے، اور حق اور ناحق کی پرواہ کئے بغیر لڑائی جھگڑا اور جوتم بیزار پر اُتر آتے ہیں، اس وقت ان کا جذبہ دعوت اتحاد و اتفاق سرد خانہ میں چلا جاتا ہے، لیکن صدیق و عمر کی بیٹیوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور مسلمانوں کی ماؤں اور اسلام کے جیالے سپوتوں کے بارے میں کوئی کچھ بھی کہہ اور بک دے تو ان کی رگِ حمیت پھڑکتی

نہیں، انکے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا کوئی کہتا ہے کہ یہ تحقیق ہے، کوئی کہتا ہے کہ آزادی قلم و فکر ورائے پر قدغن نہیں لگایا جا سکتا اور اگر کسی نے حمیت دینی و غیرت اسلامی سے مجبور ہو کر ان بکواسوں کے خلاف کچھ کہا اور سنا تو مسلمانوں کے اتحاد میں رخنہ قرار دیا جاتا ہے

لطیفہ کے طور پر یہ بات سنئے کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم اتفاق و اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے اور ان کا جذبہ اتحاد و اتفاق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ قادیانی مردود اور اس کی جماعت کو خارج از اسلام قرار دینے پر معترض تھے، اور قادیانیوں کو جو مسلمان نہ سمجھتا اور ان کو کافر کہتا مولانا دریا بادی کو اس کی یہ بات اسلامی اتحاد و اتفاق کے خلاف نظر آتی تھی، گویا ختم نبوت کا منکر قادیانی بھی ان کے نزدیک مسلمان ہی تھا، اور اس کے خلاف کچھ لکھنا اور کہنا انکی رائے میں اسلامی اتحاد کے خلاف بات تھی اور اس سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا بکھراؤ تھا، یہ تو ان کا دین و شریعت کے بارے میں احساس تھا۔

اس کے برخلاف ان کا اپنے بارے میں احساس اس قدر نازک تھا کہ ان کے ایک لفظ کے ترجمہ پر مولانا ابوالکلام آزاد نے نہایت باوقار اور عالمانہ انداز میں اعتراض کر دیا کہ فلاں انگریزی لفظ کا جو ترجمہ دریا بادی صاحب نے کیا ہے اس سے بہتر اس کا اردو میں فلاں ترجمہ ہوگا، یہ بات مولانا دریا بادی کو اتنی بری لگی کہ مہینوں اپنے پرچے میں اس پر بحث چلاتے رہے اور نہایت اوچھے انداز میں مولانا ابوالکلام جیسی کوہ ہمالہ شخصیت سے الجھتے رہے اور بات اتنی آگے بڑھی کہ دوسروں کو بیچ بچاؤ کرنا پڑا۔

یعنی ایک شخص دین و شریعت کے بارے میں اس قدر بے حس اور موٹے احساس کا ہے کہ ختم نبوت کے منکر کو بھی اسلام سے خارج نہیں سمجھتا اور قادیانیوں کے خلاف قلم و زبان چلانے کو مسلمانوں کے اتحاد میں رخنہ ڈالنا سمجھتا ہے، اور اس کا اپنے بارے میں احساس اتنا نازک ہے کہ ایک لفظ کے ترجمہ میں اس کی غلطی پر متنبہ کیا گیا تو اس کے جذبات و انانیت کو ایسی چوٹ لگی کہ مہینوں اس پر وہ بحث کرتا رہا اور اپنے ترجمہ کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے سیکڑوں صفحات اس نے سیاہ کر دیئے۔

آج کل ہندوستان و پاکستان میں ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ شیعوں سے بھی ہاتھ ملاؤ، اور خمینی کو امام انقلاب اسلامی سمجھو، شیعوں کے خلاف کچھ لکھنا اسلام کے اتحاد کو نقصان پہنچانا ہے اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا تار و پود بکھیرنا ہے۔

حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ شیعہ کا مذہب ہی صحابہ کرام پر تبرا بکنا ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں گندگی پھیلانا ہے، اور قرآن کو محرف ماننا ہے، خمینی نے صحابہ کرام اور خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اہل علم کو معلوم ہے، اور اس جماعت کے اہل علم افراد کو بھی معلوم ہے، مگر ان حضرات کا اس کے باوجود بھی یہی کہنا ہے کہ تم اے مسلمانو! ان تمام باتوں کو گوارا کرلو مگر صحابہ کرام کی عظمت و تقدس کو پامال کرنے والوں کے خلاف زبان نہ ہلاؤ، قلم نہ چلاؤ۔ اس سے مسلمانوں کی وحدت ختم ہوتی ہے اور اسلامی اتحاد کی عظمت گھٹتی ہے۔

دین و شریعت اور صحابہ کرام کے بارے میں، جو اس قدر بے حس اور مردہ ضمیر ہیں وہ اپنے قائد اور لیڈر کے بارے میں اتنے ہی باحس اور زندہ ضمیر ہیں کہ اگر کسی نے اس کے خلاف قلم چلادیا تو یہ زمین و آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں اور ان کا قلم اس وقت تک متحرک رہتا ہے جب تک کہ ان کے خیال میں انھوں نے اپنے قائد کے ساتھ حق وفاداری ادا نہ کردیا ہو۔

حالانکہ یہ قائد صاحب کا خود حال یہ ہے کہ صحابہ کرام فقہاء عظام محدثین کا مقدس گروہ اولیاء اللہ، مجاہدین اسلام اور دین کے تمام خدام ان کی خار دار نگارش کا زبردست نشانہ بن چکے ہیں، مگر اس جماعت کا حال یہ ہے کہ صحابہ کرام پر موصوف کی تنقید فقہاء اور محدثین پر ان کا اعتراض اور صوفیائے کرام کے بارے میں ان کی سوقیانہ تحریریں یہ سب اس کو اسلام کی زبردست خدمت نظر آتی ہے اور اس میں اسلامی اتحاد اور وحدت کلمہ کا جگنو جگمگ کرتا نظر آتا ہے، البتہ موصوف قائد پر کسی قسم کی تنقید اسلام کے خلاف سازش قرار پاتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں سلفیت زدہ غیر مقلدیت کا لامذہب ٹولہ اسلام کے خلاف دین و شریعت کے خلاف، فقہاء و محدثین کے خلاف بزرگان دین کے خلاف زبردست سامراجی سازش ہے،

انگریزوں نے اس کو کھڑا ہی اس لئے کیا تھا کہ اس کو دین و شریعت کے خلاف استعمال کیا جائے اور اسلامی علوم و فنون اور ان کے ماہرین و خدام کو ساقط الاعتبار قرار دے کر اسلام کی بنیاد کو ہلا دیا جائے اور مسلمانوں کے دلوں میں جو اپنے دین کا تقدس و احترام ہے اور کتاب و سنت سے جو ان کا ربط و تعلق ہے، اور صحابہ کرام و فقہاء و محدثین سے جو ان کو ایک قوی نسبت ہے اس کو کمزور کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ٹولہ نے یہی خدمت انجام دی، اور مسلسل کتاب و سنت اور ان کے خدام فقہاء و محدثین اور دین و شریعت کے ناقلین صحابہ کرام پر اس کی یلغار جاری ہے اور ہر روز اس میں شدت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اس ٹولہ کی پوری کوشش یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ذات کو مجروح کر دو اور کتاب و سنت کو ساقط الاعتبار بنا دو حتی کہ بخاری و مسلم سے بھی مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دو، مگر انگریزوں نے شروع ہی سے ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے، تم نام سب سے زیادہ کتاب و سنت کا لو اور اسلام سے نسبت و تعلق کو ظاہر کرتے رہو تاکہ تمہارے اسلام میں کسی کو شک نہ ہو اور کتاب و سنت سے تمہارے تعلق و محبت کا دعویٰ مشتبہ نہ قرار پائے۔

اس ٹولہ نے کتاب اللہ کے متعلق تو یہ سازش رچی کہ دین و شریعت میں جو اس کا پہلا درجہ تھا اس کو دوسرے نمبر پر کر دیا اور یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ کی وہی بات مانیں گے جو رسول کی حدیث و سنت کے مطابق ہوگی، یعنی اصل درجہ حدیث و سنت کا ہے اور کتاب اللہ کی حیثیت کو ثانوی درجہ کی چیز قرار دیا۔

حدیث کے بارے میں یہ سازش رچی کہ ہم وہی حدیث مانیں گے جو صحیح ہوگی اور جس کی سند میں شبہ ہوگا اس کو ہم تسلیم نہیں کریں گے۔

پھر یہ کہا کہ بخاری و مسلم کی روایتوں کے مقابل ہم کسی حدیث کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اگرچہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

پھر بخاری و مسلم کی روایتوں کو بھی مختلف حیلوں اور بہانوں سے رد کرنا شروع کر دیا اور بخاری و مسلم کے جو رواۃ تھے ان پر جرح شروع کر دی۔ تاکہ ان راویوں سے اعتبار ختم ہو تو

بخاری ومسلم کی روایتوں پر سے بھی اعتبار اٹھ جائے۔

میں یہاں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے ایک مثال سے اس آخری بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری ومسلم کے مشہور راوی امام زہری ہیں جن کی جلالت شان پر تمام ائمہ حدیث متفق ہیں اور ان کی روایتوں سے مسلم بخاری بھری پڑی ہیں، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلدوں کے مشہور عالم ہیں، وہ امام زہری کے بارے میں فرماتے ہیں فی سندہ زھری وھو مدلس ورواہ عن طلحۃ بن عبد اللہ بالعنعنۃ فکیف یکون اسنادہ صحیحاً۔ (ابکار ص۱۱۸)

یعنی اس حدیث کی سند میں زہری ہیں اور وہ مدلس ہیں انھوں نے اس حدیث کو طلحہ ابن عبداللہ سے عن سے روایت کیا ہے، اسلئے اس کی اسناد کیسے صحیح ہوگی۔

اس کتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ففی اسنادہ الزھری وھو مدلس ورواہ عن سالم بالعنعنۃ فکیف یکون صحیحاً۔ (ابکار ص۱۹۷)

یعنی اس حدیث کی سند میں زہری ہیں اور وہ مدلس ہیں اور اس حدیث کو انھوں نے سالم سے عنعنہ سے (یعنی عن سے) روایت کیا ہے، اسلئے یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام زہری جو بخاری ومسلم کے راوی ہیں اور زبردست محدث ہیں وہ چونکہ مدلس ہیں اس لئے ان کی ہر وہ حدیث نا قابلِ اعتبار ہوگی جو عن سے وہ روایت کریں۔

امام زہری علیہ الرحمہ کی بخاری ومسلم میں عن سے کتنی روایتیں اس کو تو اس وقت جانے دیجئے، بخاری کی صرف اس روایت کو لیجئے۔

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن صامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ	(امام بخاری فرماتے ہیں کہ) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا انھوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا زہری عن سے محمود بن ربیع سے اور محمود بن ربیع عن سے عبادہ بن صامت سے روایت

الکتاب ۔ (بخاری) کرتے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے ۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ امام زہری (جو بقول مشہور غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن مبارکپوری مدلس ہیں اور ان کی عن والی روایت صحیح نہیں ہوتی) کی روایت عن ہی سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور اسکو قبول کیا ہے اور اپنی صحیح میں اسکو درج کیا ہے اور تمام مسلمانوں نے اس کو قبول کیا ہے۔

لیکن غیر مقلدین کی سازش یہ ہے کہ امام بخاری کی یہ روایت نا قابلِ قبول ہو اور اسطرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے اعتماد ختم ہو کہ انھوں نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں غیر صحیح سند والی بھی روایت کی ہے ۔

خیر یہاں تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب صحیح کے بارے میں غیر مقلدین کی یہ سازش تھی، اب آئیے دیکھئے کہ یہ ٹولہ بخاری کے علاوہ بھی بڑے بڑے محدثین اور دین کے اصلی خدام صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہتا ہے اور ان کو نا قابلِ اعتبار بنانے کی کیا سازش رچے ہوئے ہے ۔

ہر مسلمان اس بات کو تسلیم کرے گا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطلب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا اور پھر اس کے بعد ماہرین شریعت فقہاء و محدثین کا نمبر آتا ہے ۔

اب آئیے دیکھئے کہ بخاری کی اس صحیح حدیث کا مطلب صحابہ کرام اور فقہاء و محدثین نے کیا بیان کیا ہے، اور غیر مقلدین نے ان کی تشریح و توضیح کو کس انداز سے ٹھکرا دیا ہے ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو اس سند سے امام ابو داؤد نے بھی اپنی کتاب سنن میں نقل کیا ہے، ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ بخاری کی اس سند میں ایک راوی سفیان یعنی ابن عیینہ بھی ہیں ، سفیان بن عیینہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

قال سفیان لمن یصلی وحدہ (یعنی امام داؤد فرماتے ہیں کہ سفیان نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ) تنہا نماز پڑھنے والے کے بارے میں یہ حدیث ہے، اس حدیث کا

مقتدی سے تعلق نہیں ہے۔

لیکن غیر مقلدین حضرات نے نہ امام ابوداؤد کی بات مانی اور نہ اس حدیث کے روایت کرنے والے راوی سفیان بن عیینہ کی بات مانی اور کہا کہ ہم مقتدی بن کر بھی سورہ فاتحہ ضرور پڑھیں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی ہیں اور ان کا امام اہلسنت ہونا تو مشہور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ ترمذی میں ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لیقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدا۔	یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی تنہا نماز پڑھے۔

لیکن امام احمد بن حنبل جیسے محدث اور فقیہ کی شرح کو بھی غیر مقلدین نے رد کر دیا اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ لا یجوز تخصیصہ بقول احمد ولا بقول سفیان یعنی امام احمد اور امام سفیان کے قول سے اس حدیث کی تخصیص کہ یہ صرف اکیلے پڑھنے والے کیلئے حدیث ہے جائز نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۶ / ۱ ج)

اس طرح حدیث کی شرح و بیان میں نہ امام احمد کا قول معتبر رہا اور نہ سفیان کا۔

حالانکہ امام احمد نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی تھی بلکہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے کہی تھی امام ترمذی امام احمد کی بات نقل کرتے ہیں۔

قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان هذا اذا کان وحدہ۔	یعنی امام احمد نے فرمایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) ہیں، انھوں نے اس حدیث لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والے سے ہے۔

جب غیر مقلدین نے دیکھا کہ معاملہ صحابی کا آگیا ہے تو بلی تھیلے سے باہر آگئی اور رافضیت کی زبان سے یہ کہا جانے لگا کہ ایں قول صحابی است و قول صحابی حجت نیست (عرف الجادی) یعنی یہ صحابی کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہے، اور پھر بات اتنی آگے بڑھی کہ یہ کہا جانے لگا کہ نہ صحابی کا فہم حجت ہے اور نہ عمل حجت ہے۔(۱)
گویا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن سے ہم تک دین پہونچا ان کو ان غیر مقلدین نے ہما شما والا آدمی سمجھ لیا کہ دین میں وہ بالکل ناقابل اعتبار ہو کر رہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
بہت سے صحابہ کرام تابعین عظام اور محدثین کا یہ مذہب ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنی چاہیئے مگر صحابہ کرام کے بارے میں یہ طرز گفتگو کسی کا نہیں رہا، مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا یا نہ پڑھنا اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے جتنا کہ اس مسئلہ فقہی کو بہانہ بنا کر صحابہ کرام کی ذات کو مجروح اور ناقابلِ اعتبار بنانے کا مسئلہ ہے، اور اب تو اس گروہ کا بغض صحابہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ ان کے مرکزی جامعہ سے شائع ہونے والی کتابوں میں صاف صاف لکھا جانے لگا ہے کہ صحابہ کرام بلکہ خلفائے راشدین بھی خلاف نصوص کام کرتے تھے، اور کتاب وسنت کے احکام کو پس پشت ڈال کر اپنی ذاتی مصلحت بینی اور بخیال خویش امت کی اصلاح کی خاطر احکام شریعت میں ترمیم کر دیا کرتے تھے۔ خلاف نصوص فتویٰ دیتے تھے اور امت ان کے خلاف شریعت فتووں واحکام کو رد کرتی چلی آئی ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں ان کا ذھن ومزاج شیعیت اور رافضیت سے کتنا ہم آہنگ ہو چکا ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے جامعہ سلفیہ سے شائع ہونیوالی کتابوں میں سے صرف تنویر الآفاق مصنفہ مولانا رئیس احمد ندوی کا مطالعہ کافی ہوگا۔
مہربان من، اپنے دوست سے فرمائیں کہ کیا ہم اتنے بے غیرت ہو گئے ہیں یا ان کی فرمائش ہے کہ ہم اتنے بے غیرت ہو جائیں کہ دین کے خلاف، شریعت کے خلاف

---

(۱) میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کا مقدمہ دیکھئے۔

کتاب وسنت کے خلاف، صحابہ کرام اور فقہاء ومحدثین کے خلاف اللہ والوں کے خلاف سب کچھ سنتے رہیں اور اپنا لب سی لیں، قلم توڑ کر رکھ دیں، دوات کی سیاہی کو بہادیں اپنے جذبات پر قدغن لگالیں، بے حس ہو جائیں نہ قادیانیوں کے خلاف کچھ کہیں، نہ شیعوں کے خلاف کچھ بولیں نہ غیر مقلدین کے بارے میں لب کشائی کریں نہ ان کے خلاف ایک حرف نکالیں جو اسلاف سے امت کا رشتہ کاٹنے اور توڑنے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اس لئے کہ ہمارے عمل سے اور ہمارے قلم کی حرکت سے مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو رہا ہے مسلمانوں کی اجتماعیت کا شیرازہ بکھر رہا ہے، خواہ یہ نام کے سنی مسلمان دین وشریعت پر مسلسل شب خون مارتے رہیں اور اسلاف کو مطعون اور صحابہ کرام کی ذات کو مجروح کرتے رہیں، فقہاء کرام کے بارے میں گندگی پھیلاتے رہیں، ان کا یہ عمل اور انکی یہ مسلسل کاوشیں اور کوششیں، نہ مسلمانوں کے اتحاد کے خلاف ہوں اور نہ اس سے آپ کے جذبات مجروح ہوں، بلکہ اسی تخریبی عمل کو دین کی خدمت تصور کیا جائے۔ آہ ثم آہ مالکم کیف تحکمون۔

ہم کتاب وسنت کا دفاع کریں۔ صحابہ کرام کے بارے میں لوگوں کو صحیح رخ پر لانے کی کوشش کریں، ائمہ دین اور فدایان شریعت کے احترام وعقیدت کو دلوں میں باقی رکھنے کی تگ ودو کریں، محدثین کی عظمت کو پامال نہ ہونے دیں، احادیث رسول پر عمل کرنے کے جذبہ کو فروغ دیں، فقہاء امت نے دین کے فروغ دینے اور تمام دنیا میں دین کی روشنی پھیلانے کی جو ناقابلِ فراموش خدمات انجام دی ہیں انکی خدمات پر پانی پھیرنے والوں کے قلم وزبان کی زہر ناکیوں سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ان کے دامن فریب میں پڑنے سے بچائیں تو ہمارے بارے میں ہمارے دوست کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کی کوشش ہے، آہ ثم آہ مالکم کیف تحکمون۔

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ بار الٰہ تو ہمیں اس دن تک ہی کیلئے زندہ رکھ جب تک ہمارے دلوں میں غیرتِ ایمانی بیدار رہے، اور ایمان کی حرارت سے ہمارے قلوب

پگھلیں رہیں۔ اور جس دن ہم اس حال کو پہنچ جائیں کہ تیرے دین اور تیرے دین
کے خدام کے خلاف سازش رچنے والوں کے لئے ہمارے دلوں میں نرم گوشہ پیدا
ہوجائے اور ہمارے جذبات مردہ ہوجائیں اور ان کی حرکتوں سے ہمارے اندر کوئی قلق
اور بے چینی نہ پیدا ہو تو ہمیں اس دنیا سے اٹھالے۔ آمین

والسلام
محمد ابوبکر غازیپوری

زمزم کے شائقین متوجہ ہوں

گزشتہ دو سالوں کے زمزم کے شماروں کا پورا فائل دفتر
زمزم میں موجود ہے، شائقین حضرات دفتر سے رابطہ قائم کرکے
حاصل کرسکتے ہیں۔ پورے دو سال کے فائل کی قیمت
۱۶۰ روپے، علاوہ ڈاک خرچ۔
رجسٹرڈ ڈاک خرچ کے لئے ۲۰ روپے مزید بھیجیں۔

طہٰ شیرازی

محمد اجمل مفتاحی

خمارِ سلفیت

اہلحدیث کا مسئلہ

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی کوئی مسئلہ اہلحدیث کا سنائیے ۔

باپ ۔ کیوں بیٹا ، خاص اہلحدیث کا مسئلہ کیوں ؟

بیٹا ۔ اباجی ، اہلحدیث کے مسئلوں سے دل روشن ہوتا ہے ، آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں ، ایمان تازہ ہوتا ہے ، اور علم و معرفت کے بحرِ ذخار میں انسان غوطہ لگانے لگتا ہے ۔

باپ ۔ ہاں بیٹا ، چونکہ ہم لوگ ہر بات کتاب وسنت سے کہتے ہیں ، قیاس ورائے سے (مقلدین کی طرح) کوئی بات نہیں کہتے ہیں اس وجہ سے یہ عرفانی وایمانی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔

بیٹا ۔ تو سنائیے اباجی کوئی پھڑک دار علم و معرفت والا مسئلہ ۔

باپ ۔ بیٹا ہم لوگوں کے تو تمام مسائل ہی ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں ، اچھا سنو فتاویٰ ثنائیہ کا یہ مسئلہ سوال و جواب کے ساتھ سنو ۔

سوال ۔ عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھی جارہی ہے جو شخص اوپر سے آرہا ہے

وہ پہلے فرض ادا کرے تو قرآن شریف کی قرأت اس کے کانوں میں پڑتی ہے ..... وہ اس موقع پر کیا کرے۔؟

جواب۔ جس نے فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ تراویح میں ملکر فرض ادا کرے جیسے حضرت معاذ کے مقتدی کرتے تھے یہ مسئلہ اہلحدیث کا ہے حنفی مذہب کا نہیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۱۶)

بیٹا۔ عشاء کا فرض تو چار رکعت ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے تو کیا تراویح بھی چار چار رکعت ایک ساتھ ہم لوگ پڑھتے ہیں ؟

باپ۔ نہیں بیٹا۔ تراویح تو دو دو رکعت پڑھی جائے گی۔

بیٹا۔ تو اباجی تراویح والا امام دو رکعت پر سلام پھیر کر نماز سے باہر ہو جائے گا تو کیا چار رکعت فرض پڑھنے والا مقتدی بھی نماز سے باہر ہو جائے گا ؟

باپ۔ نہیں وہ باہر نہیں ہوگا وہ بیٹھا رہے گا سلام نہیں پھیرے گا اور جب امام پھر کھڑا ہوگا تو وہ اس کی اقتدا کر کے اپنی نماز پوری کرے گا۔

بیٹا۔ اباجی یہ مسئلہ اہلحدیث والا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور نہ عرفان پیدا ہوتا ہے، اس میں شیطانی اثر معلوم ہوتا ہے یعنی قیاس کا اثر، دیکھئے اس سوال و جواب کے بعد کچھ اور لکھا تو نہیں ہے ؟

باپ۔ وہ ابو سعید شرف الدین دہلوی کی بات ہے شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں۔

بیٹا۔ شرف الدین دہلوی بھی ہمارے بڑے علامہ تھے ان کا کلام بھی بصیرت افروز ہوگا۔

باپ۔ بیٹا انھوں نے تو اس مسئلہ کو غلط بتلایا ہے اور کہا ہے کہ یہ کتاب و سنت کا نہیں بلکہ قیاسی مسئلہ ہے۔

بیٹا۔ پڑھئے تو اباجی۔ آپ تردد کیوں فرما رہے ہیں شاید ان کی بات سے علم و عرفان کی بارش کا مزہ آجائے۔

باپ ۔ بیٹا علامہ ابوسعید شرف الدین لکھتے ہیں ۔

" یہ مسئلہ معاذ والی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں ہے "

بیٹا ۔ اباجی شیطان والا کام کہیں صحیح ہوگا ۔ شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ نے برا کیا جو شیطان والا کام کیا ۔ اچھا آگے اور کیا لکھا ہے ؟

باپ ۔ لکھا ہے ۔ اس لئے کہ معاذ کی نماز گو نفل ہے مگر نیت کی کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں ۔

بیٹا ۔ اس کا کیا مطلب اباجی ، کہ معاذ کی نماز گو نفل ہے مگر نیت کی کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں ، کیا حضرت معاذ نفل نماز فرض کی نیت سے پڑھ رہے تھے ؟

یہ پاگلوں کی بکواس ہے کہ اہلحدیث کا مسئلہ ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

اباجی آپ کی آنکھیں کیوں بند ہو رہی ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

بخاری میں وہ حدیث کہاں ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری میں ہے ، میں بخاری میں وہ حدیث تلاش کر رہا ہوں نہیں مل رہی ہے ، ذرا آپ تلاش کر دیں ۔

باپ ۔ بیٹا ۔ بھلا مولانا امرتسری جیسا وسیع النظر عالم ایسی بے ہودہ و غلط بات کیسے کہیگا بخاری میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت ہے ہی نہیں ۔

بیٹا ۔ مگر اباجی انھوں نے تو اسی کا فتویٰ دیا ہے ، ایک فتویٰ کے جواب میں شیخ الاسلام صاحب فرماتے ہیں ۔

قبیصہ بن حلب نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے . . . . . صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ص۴۵۷)

باپ - نہیں بیٹا بخاری میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے۔

بیٹا - تو کیا شیخ الاسلام صاحب نے فریب سے کام لیا ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

امام بخاری و امام شافعی (رحمہما اللہ)

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری میں ایک روایت بھی نہیں لی ہے، ایسا کیوں؟

باپ - بیٹا، امام ابوحنیفہ صرف قیاس ورائے والے تھے ان کو حدیث نہیں آتی تھی، لے دے کے بیچارے ابوحنیفہ کو سترہ حدیثیں یاد تھیں، اور ان سترہ میں سے بھی پچاس میں غلطی کر دی، وہ محدثین کے یہاں مردود الروایہ تھے کسی محدث نے ان سے روایت نہیں کی نہ ان کی روایت اپنی کتاب میں داخل کی۔

بیٹا - اباجی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو اہلحدیث تھے۔

باپ - جی ہاں بیٹا، زبردست اہلحدیث، زبردست محدث تھے، ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل جیسے لوگ ہیں، حجاز میں تو ان کا ڈنکا بج رہا تھا۔

بیٹا - تب تو اباجی، امام بخاری نے تو ان کی روایتوں سے اپنی کتاب کو بھر دیا ہوگا؟

باپ - جی ہاں بیٹا، امام بخاری بھلا ایسے جلیل القدر محدث واہلحدیث اور عالم حجاز کو کیسے نظر انداز کریں گے۔ امام شافعی کے بارے میں آنحضور کی یہ دعا تھی اللّٰھم اھد قریشا

فان عالمها يملأ طبقات الارض علما یعنی اے اللہ تو قریش کو ہدایت دے ان کا ایک عالم پوری دنیا کو علم سے بھر دے گا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۲۵ ج۱)

بیٹا ۔ اباجی مگر فتاوی ثنائیہ میں تو یہ لکھا ہے۔

" امام بخاری کا مجتہد ہونا اور امام شافعی کا مقلد نہ ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ صحیح بخاری میں امام شافعی سے آپ نے کچھ اخذ نہیں کیا صرف ایک جگہ لفظ ابن ادریس" ان کا نام تو لیا ہے مگر ان سے نہ کوئی حدیث لی ہے اور نہ کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی کی ہے اور نہ کسی جگہ میں ان کا نام لے کر کسی مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعی کو لائق اتباع واخذ روایت نہیں سمجھتے تھے اگر ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے (فتاوی ثنائیہ ص۲۸۵ ج۱)

اباجی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس امام شافعی کیلئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ دنیا کو علم سے بھر دیں گے، ان کا علم تو خالص علم نبوی ہوگا، ان سے امام بخاری نے روایت کیوں نہیں لی اور ان کو لائق اتباع کیوں نہیں قرار دیا، کہیں ایسا تو نہیں کہ امام بخاری کے نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام شافعی دونوں کا درجہ مردود و مطعون ہونے میں برابر تھا؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا (۱)

---

(۱) امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل، ان چاروں ائمہ کا فقہ اور ان کا علم ساری دنیا میں پھیل چکا تھا، امام بخاری کے زمانہ میں انھیں ائمہ کے فقہ پر عمل ہو رہا تھا، لوگوں میں ان ائمہ کرام کی ثقاہت و امانت اور ان کے علم و فضل کا چرچا تھا، ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شان اور انکے علمی مقام کے پیش نظر یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ انھوں نے ان ائمہ کرام سے کسی بغض و نفرت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے فقہ و علم کے شیوع کی وجہ سے اور انکی احادیث زبان زد عوام و خواص ہونے کی وجہ سے ان ائمہ کرام سے یا تو روایتیں نہیں لیں یا کم لیں اور انکی توجہ ان ائمہ کی احادیث کی طرف رہی جن کے ساتھ اہل علم نے کم اعتناء کیا تھا، واللہ اعلم بالصواب (غازی پوری)

جہالت یا خیانت

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی کا نام آپ نے سنا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا ان کا نام تو اہلحدیث جماعت کے ہر شخص کی زبان پر ہے ، ہماری جماعت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ، امامت کے درجہ پر فائز تھے ، شیخ الحدیث تھے ، ان کی کتابوں نے دنیائے مقلدیت کو الٹ پلٹ کر دیا ہے ۔ رحمہ اللہ

بیٹا ۔ ابا جی ان کی ایک کتاب کا نام ہے ۔ رسول اکرم کی نماز ۔

باپ ۔ جی بیٹا ، یہ ان کی بڑی مشہور کتاب ہے ، خالص قرآن و حدیث میں اس کو مرتب کیا گیا ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی شیخ جمن نے اس کتاب کو پڑھا تو ان کی پیشانی پر کئی کئی بل پڑے ہوئے تھے ۔

باپ ۔ کیوں بیٹا ، اتنی علمی کتاب پڑھ کر ان کا ایمان تازہ ہونا چاہئے تھا ، خالص کتاب و سنت کی روشنی میں رسول اکرم کی نماز سکھلائی گئی ہے ۔

بیٹا ۔ شیخ جمن کہہ رہے تھے کہ اس کتاب کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل سلفی شیخ الحدیث صاحب یا تو جاہل تھے یا خائن ، علم کے نام پر علم کو رسوا کرنے والے تھے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن تو ہمارے علماء کا بڑا احترام کرتے ہیں ، جماعت اہلحدیث کیلئے ان کی شخصیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے ۔

بیٹا ۔ یہ سب صحیح ہے مگر شیخ جمن کا شیخ الحدیث سلفی صاحب کے بارے میں یہی کہنا ہے کہ یا وہ جاہل تھے یا خائن ، انھوں نے اس کتاب کا صفحہ ۴۲ کھول کر ہمیں دکھلایا کہ دیکھو شیخ الحدیث نے حدیث رسول کے ساتھ کیسا زبردست فراڈ کیا ہے وہ حدیث رفع یدین والی ہے ، اور وہ یہ ہے ۔

عن عبد الله بن عمر قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذو منکبیہ[1] واذا کبر للرکوع فعل[2] مثلہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ[3] فعل مثلہ واذا قال ربنا لک الحمد فعل[4] مثلہ۔ الخ

اور اس کا ترجمہ سلفی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں :

عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو دیکھا جب[1] شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب[2] رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب[3] رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے ۔

اباجی شیخ جمن فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ الحدیث صاحب نے حدیث رسول کے ساتھ زبردست دھاندلی کی ہے، حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب ربنا لک الحمد کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے ۔

اباجی دیکھئے خط کشیدہ ترجمہ کو اور پھر دیکھئے علامہ سلفی کے ترجمہ کو دونوں میں کتنا فرق ہے ، اس حدیث میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے یعنی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دو مرتبہ، سمع اللہ لمن حمدہ کے وقت اور ربنا لک الحمد کہنے کے وقت بھی مگر ہمارے علامہ سلفی صرف تین جگہ اس حدیث سے رفع یدین ثابت کر رہے ہیں اور زبردستی اس حدیث کو اہلحدیث کے مذہب کے مطابق بنا رہے ہیں، دن کے اجالے میں اتنا بڑا دھوکہ۔ حضور اکرم کی نماز سکھلانے والی کتاب میں ! شیخ جمن نے علامہ سلفی شیخ الحدیث کے اس فراڈ کو دیکھ کر کئی مرتبہ لاحول پڑھا۔

باپ - بیٹا اس حدیث کے بارے میں بس اتنا ہی فراڈ ہے، یا اور کچھ ؟

بیٹا - اباجی ہمارے شیخ الحدیث سلفی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری ص ۱۰۲/۱ اور صحیح مسلم ص ۱۶۳/۱ میں بھی ہے ۔

باپ - تو کیا یہ حوالے بھی غلط ہیں ؟

بیٹا - جی اباجی بالکل غلط حوالے ہیں نہ یہ حدیث مسلم میں ہے نہ بخاری میں ۔

باپ - انا للہ وانا الیہ راجعون - شیخ جن کا خفا ہونا برحق ہے ۔

بیٹا - اباجی کیا رسول اکرم کی نماز اس کتاب سے سیکھی جاسکتی ہے ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا ۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی کے مزید کرتب

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی یہ ہمارے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تو بڑے کرتب باز معلوم ہوتے ہیں ۔

باپ - کیا ہوا بیٹا، انھوں نے پھر کوئی شرمندہ کرنے والی حرکت کر دی ہے ؟

بیٹا - اباجی ہماری جماعت میں شرمندہ ہونے والی کیفیت پیدا کہاں ہوسکتی ہے یہ جماعت تو اکھاڑیوں کی جماعت ہے ہمارے علماء کے کرتب دیکھ دیکھ یہ خوش ہوتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں ۔

باپ - علامہ سلفی شیخ الحدیث کی بات تم کر رہے تھے وہ کیا ہے ؟

بیٹا - اباجی انھوں نے اس کتاب رسول اکرم کی نماز میں بہت سے کرتب دکھلائے ہیں یہاں ان کے کرتبوں میں سے دو نمونے ملاحظہ ہوں انھوں نے حضرت عائشہ کی یہ حدیث نقل کی ہے ۔

کان یباشرنی وانا حائض

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

"حیض کے ایام میں میرے پاس لیٹ جاتے " صـ۱۴

ابا جی، مباشرت کا ترجمہ لیٹنا دنیا کی کس لغت میں ہے ؟ مباشرت کا ترجمہ لیٹنا کرنا یا تو انتہا درجہ کی جہالت وحماقت ہے یا انتہا درجہ کی کرتب بازی ، اور اس کے بعد صـ۱۵ میں یہ حدیث ذکر کی ہے ، آنحضور کا ارشاد ہے ۔

انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب

اور اس کا ترجمہ کیا ہے ۔

حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں ۔

لا احل کا ترجمہ مسجد میں ٹھہرنا دنیائے غیر مقلدیت وسلفیت کا شاندار کارنامہ ہے یہ سلفی صاحب ابا جی اس قسم کی کرتب بازیوں سے آنحضور کی نماز سکھلائیں گے

لاحول ولا قوۃ ۔

باپ ۔ بیٹا لاحول کیوں پڑھتے ہو لاحول تو شیطانی عمل پر پڑھا جاتا ہے ۔

بیٹا ۔ تو ابا جی سلفی شیخ الحدیث کی یہ کرتب بازیاں شیطانی عمل نہیں ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدیت کی تشریح الدکتور رضاء اللہ کی زبانی

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی فضیلۃ الشیخ الدکتور سلفی جمع سالف رضاء اللہ مبارکپوری حفظہ اللہ جماعت کے خلاف محاذ سنبھالے ہوئے ہیں ، تھک کر پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں مگر آرام لینا حرام سمجھتے ہیں ۔

باپ - جی بیٹا، ان کی تعریف شیخ بحرانی بھی کر رہے ہیں فرماتے ہیں۔

"تقلید پرستی کے حامی (غازی پوری) کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے بعض سنی نوجوان میدان میں اتر کر تقلید پرستی کا تقریباً خاتمہ کر چکے ہیں۔

(داشاعۃ السنہ ۱۹۹۹ء ستمبر و اکتوبر)

انھیں نوجوانوں میں شیخ سلفی جمع سالف بھی ہیں بیچارے پسینہ سے شرابور محنت کئے جا رہے ہیں۔

بیٹا - اباجی اکتوبر سلفی جمع سالف نے ایک بہت نیا نکتہ پیدا کیا ہے۔ آج تک یہ نکتہ ہمارے علماء کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ علامہ بحرانی کے خاطر مبارک پر بھی نہیں گزرا۔

باپ - فرماؤ تو وہ خاص نکتہ کیا ہے، ضرور اچھوتا نکتہ ہوگا۔

بیٹا - اباجی بالکل اچھوتا، فرماتے ہیں شیخ رضاء اللہ سلفی جمع سالف:

"اہلحدیث اور غیر مقلد دو الگ متضاد معنی و مفہوم کے مستقل بالذات اصطلاحیں ہیں"

(محدث ستمبر ۱۹۹۹ء)

باپ - واہ، واہ کمال کر دیا شیخ جی نے میں کتنے دنوں سے چاہ رہا تھا کہ کوئی بندہ اٹھے اور ہم غیر مقلدوں کو غیر مقلدیت کے چکر سے نکالے۔

اچھا بیٹا اور کیا لکھا ہے۔

بیٹا - اباجی اور لکھا ہے کہ

"غیر مقلد اس شخص کو کہتے ہیں جو ذہنی آوارگی کا شکار ہو ہر طرح کے قیود سے آزاد ہو کر محض ہوا پرستی کی بنیاد پر کتاب وسنت کی تعبیر و تشریح کا عادی ہو وہ اپنے کو ائمہ سلف کی روش، ان کے ارشادات اور ان کی تصریحات کا پابند نہ سمجھتا ہو"

باپ - ماشاء اللہ ماشاء اللہ شیخ سلفی جمع سالف جی نے روح خوش کر دی جی خوش کر دیا، اب آئیں مقلدین اور ہم کو کہیں غیر مقلد ہم ان کا منہ نوچ لیں گے، ہمارے رضاء اللہ جی کا یہ فلسفہ غیر مقلدیت کی یہ تشریح، تاریخ جماعت اہلحدیث میں یادگار رہے گی

زندہ باد شیخ سلفی جمع سالف، پائندہ باد پسینہ سے شرابور مجاہد اعظم ۔

بیٹا ۔ اباجی، شیخ جی کی اس تعریف کا مصداق کون لوگ ہوں گے ؟

باپ ۔ مثال سامنے ہے ، علامہ بحرانی سلفی ، علامہ ارشد تابڑ توڑ بلرام پوری اور سخن زمہریر کا بدگو وبد تہذیب مؤلف خاندان شاہ ولی اللہ کے جناب کا گستاخ اور اسی قماش کے اور بہت سے لوگ ۔

بیٹا ۔ اباجی غیر مقلد اور غیر مقلدیت کی یہ تشریح وتوضیح ہمارے کسی بڑے نے کبھی کی ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

اہلحدیثوں کو بھی کرامت آنے لگی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی کیا اب ہم اہلحدیثوں کو بھی کرامت آنے لگی ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ، اہلحدیثوں کو کرامت نہیں آتی ہے یہ صرف مقلدین اور خاص کر دیوبندیوں سے چپکی ہے ، ہم لوگ تصوف وصوف کو نہیں مانتے تو کرامت ہمیں کیسے آئیگی کرامت تصوف والوں کو آتی ہے ۔

بیٹا ۔ نہیں اباجی ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم لوگوں کو بھی کرامت آنے لگی ہے

باپ ۔ بیٹا ، یہ کرامت کب سے آنا شروع ہوئی ہے ، یہ تو ہماری تاریخ میں بالکل نیا حادثہ ہوگا ، ذرا ہماری جماعت کی کوئی کرامت سناؤ

بیٹا ۔ اباجی ایک پورا رسالہ کرامات اہلحدیث پر تصنیف ہوا ہے ، مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے مرتب کیا ہے ، نام بھی رکھا ہے "کرامات اہلحدیث" اس رسالہ میں ایک دلچسپ کرامت یہ ہے (اور یہ کرامت ہے مولانا غلام رسول صاحب قلعوی کی)

سنئے اباجی ۔

"ایک بار ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے شکایت کی حضور میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا، بس ایک ہی بیٹا تھا۔ اس فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں، آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا، میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور روٹی کھا رہا ہے جاؤ اور بیٹک جا کر دیکھ لو، حجام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا، بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین میں (پلک جھپکتے) یہاں پہنچ گیا" ص ۱۳

باپ ۔ بیٹا یہ تو بڑی زبردست کرامت ہے، اس میں تصرف بھی ہے، علم غیب بھی ہے کشف بھی ہے، اب ہم دیوبندیوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور اپنی کرامتوں کو ان کی کرامتوں کے سامنے کھڑا کر دیں گے کہ دیکھو اہلحدیثوں کو بھی کرامت آتی ہے اور تمہاری کرامتوں سے بازی مارے ہوتی ہے، ایک ایک کرامت میں کئی کئی کرامتیں ہوتی ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے رضاء اللہ مبارکپوری سلفی جمع سالف کو ہمارے بزرگوں کی کرامتوں کا پتہ نہیں تھا۔؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا

نتائج التقلید کا گپ باز مصنف

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی نتائج التقلید کس کی کتاب ہے۔

باپ ۔ بیٹا تم جماعت اہلحدیث کی اتنی مبارک کتاب سے واقف نہیں ہو، یہی وہ کتاب جس کے تابڑ توڑ حملوں سے فقہ حنفی کا چورا چورا ہو گیا ہے، اس کے مصنف ہیں حکیم محمد اشرف دامت برکاتہم العالیہ سابقاً و رحمۃ اللہ علیہ حالیا۔

بیٹا ۔ اباجی فضیلۃ الشیخ جمن اور فضیلۃ الشیخ کلو دونوں کو اس کتاب کے مندرجات پر سخت اعتراض ہے ، وہ کہتے ہیں کہ نتائج التقلید کا مصنف بڑا جھوٹا اور پروپیگنڈہ باز ہے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن اور شیخ کلو تو پکے اہلحدیث ہیں وہ مقلدوں والی زبان میں بات کیوں کرنے لگے ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی دونوں کو تحقیق کا شوق ہوگیا ہے ، کہتے ہیں کہ اب ہم بلا تحقیق کسی کی بات ماننے والے نہیں ہیں ، ائمہ اربعہ کی تقلید حرام ہے تو بلا تحقیق ہم اپنی جماعت کے لوگوں کی بات بھی نہیں مانیں گے ۔

باپ ۔ بیٹا تو ان دونوں کی تحقیق میں کیا یہ کتاب فراڈ اور اس کا مصنف فراڈیا ہے ؟

بیٹا ۔ جی ہاں اباجی کہتے یہ دونوں یہی ہیں کہ یہ کتاب فراڈ کا شاہکار اور اس کا مصنف فراڈ کا عجوبہ ہے ، مثلاً دیکھئے ، کہ اس کتاب میں لکھا ہے ۔

۔ اہل مدینہ کا مذہب و مسلک اہل عراق کوفہ کے مذہب اہل الرای کے خلاف ہے ۔[۱۹۲]

اور اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ

۔ اہل مدینہ کا مذہب حنفی مذہب کے سراسر خلاف ہے ،

باپ ۔ بیٹا بات تو بالکل صحیح ہے ، ہماری جماعت کا یہی عقیدہ و مذہب ہے ، ساری جماعت کا اس پر ایمان ہے کہ حنفی مذہب مدینہ والے مذہب کے خلاف ہے ۔

بیٹا ۔ مگر اباجی شیخ جمن و شیخ کلو نے جب تحقیق کی تو ان کو معلوم ہوا کہ نتائج التقلید والے حکیم محمد اشرف غیر مقلد کی بات اس آسمان کے نیچے کا بہت بڑا جھوٹ ہے ۔ اس لئے کہ مذہب حنفی میں آمین کو مقتدی آہستہ کہے گا اور یہی مذہب مدینہ والوں کا ہے ۔ مدینہ کے امام امام مالک کا مذہب ہے ۔

فاذا فرغ منها قال آمین[۱] یعنی قرأت سے فارغ ہوکر نماز پڑھنے والا (خواہ امام ہو یا مقتدی) آمین آہستہ سے کہیگا ۔

اباجی، حنفیوں کے نزدیک مقتدی کو قرأت فاتحہ نہ کرنی چاہئے اور یہی مذہب مدینہ کے امام امام مالک کا بھی ہے فرماتے ہیں کہ ۔

واما اذا جھر الامام فلا قرأۃ یعنی امام جب جہر سے نماز پڑھائے تو مقتدی
بفاتحۃ الکتاب ولا بغیرھا نہ سورہ فاتحہ پڑھے گا اور نہ کوئی اور سورہ ۔

اباجی، حنفیہ کے مذہب میں رفع یدین صرف شروع نماز میں مسنون ہے، اور یہی مذہب مدینہ کے امام کا بھی ہے کہ شروع میں تو رفع یدین نماز پڑھنے والا کرے گا، اور رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے سر اٹھاتے وقت کرے چاہے نہ کرے، کرے تو واہ واہ نہ کرے تو واہ واہ (ان شاء رفع یدیہ وان شاء لم یرفع)

اور اباجی حنفیہ جیسے تشہد میں بیٹھتے ہیں یہی مذہب مدینہ کے امام امام مالک کا بھی ہے۔

ثم لیتشھد فی اٰخر صلوٰتہ یعنی نماز کے آخر میں تشہد پڑھیگا اور جیسے پہلے
وجلوسہ فی ذالک مثل تشہد میں بیٹھا تھا آخری تشہد میں اسی طرح
جلوسہ فی التشھد الاول ۔ بیٹھے گا ۔

اباجی اور تشہد میں لکھا ہے کہ اسی طرح بیٹھے گا جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھتا ہے اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ بتلایا ہے ۔

یستوی قاعدا علی رجلہ یعنی بائیں پیر بیٹھے گا اور داہنا پیر کھڑا
الیسریٰ وینصب الیمنیٰ ۔ کرے گا ۔ (حوالہ کیلئے دیکھو الکافی جلد ۱)

یہ صرف نماز کے مسئلے کی چند مثالیں ہیں ۔ اباجی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نتائج التقلید کتاب لکھنے والا فراڈ یا ہے اور اس کی کتاب جھوٹ کا پلندہ ہے ۔

اباجی یہ آپ کی آنکھیں کیوں بند ہو رہی ہیں ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

ایک تبلیغی سفر

بیجاپور کرناٹک صوبہ کا مشہور تاریخی شہر ہے، اس شہر میں ہمارے ایک کرم فرما اور زمزم کے روزِ اول سے خریدار ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب ہیں، قادری صاحب یوں تو انگریزی تعلیم یافتہ ہیں مگر اپنے ذوق و شوق سے انھوں نے عربی میں بھی خاصی جانکاری حاصل کر لی ہے، کتابوں کے شوقین ہیں، اور دینی کتابوں کے مطالعہ کا بڑا ستھرا ذوق رکھتے ہیں، ان کا حلقہ احباب اس شہر میں خاصا ہے، روزانہ بعد مغرب بیجاپور کی تاریخی جامع مسجد میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا ہے، مزاج صالح رکھتے ہیں حضرت علی میاں دامت برکاتہم سے بیعت و ارشاد کا تعلق ہے۔

رد غیر مقلدیت پر میری کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے اور از راہ قدر دانی اس کی اشاعت میں بھی کافی حصہ لیا ہے۔ زمزم کے متعدد خریداران کے توسط سے بنے۔

ڈاکٹر قادری صاحب مجھ سے برابر مراسلت رکھتے ہیں۔ اپنے خطوط میں وہ بیجاپور کی دینی صورت حال سے آگاہ کرتے رہتے ہیں، گزشتہ سال انھوں نے اطلاع دی کہ عمر آباد مدراس کے کچھ غیر مقلدین فضلاء بیجاپور اور اس کے اطراف میں مدرس ہو کر آئے ہیں، جن کی تعداد اٹھارہ بیس کے قریب ہے، اور جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا دستور ہے انھوں نے بھی آکر تقلید کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے، خصوصًا مذہب حنفی کے خلاف ان کا اقدام بڑا جارحانہ ہے، تبلیغی جماعت کے خلاف بھی انھوں نے

محاذ قائم کر رکھا ہے۔ ان کی ان جارحانہ اقدامات کے نتیجے میں بہت سے کم پڑھے لکھے نوجوان فقہ حنفی اور جماعت تبلیغ سے برگشتہ یا شک و شبہ میں مبتلا ہو رہے ہیں۔
ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ اس اطراف میں علماء حق کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے، اس وجہ سے ان غیر مقلدین فضلاء عمرآباد کو نوجوانوں کو ورغلانے اور غلط فہمیاں پھیلانے کا خوب موقع ملا ہوا ہے، ایک طرف قادیانیوں کی سرگرمیاں ہیں دوسری طرف ان غیر مقلدین حضرات کی، غیر مقلدین حضرات قادیانیوں سے تو رسم وراہ رکھتے ہیں، نہ ان کا رد کرتے ہیں اور نہ ان کے مقابلہ میں میدان میں اترتے ہیں، ان کا سارا زور تقلید اور فقہ حنفی کے خلاف لگتا ہے، اسلاف امت کی شان میں بدگوئی سے پرہیز نہیں کرتے صحابہ تک کے بارے میں زبان سے نازیبا کلمات نکالتے ہیں۔ انھوں نے لکھا کہ یہاں کی صورت حال بڑی تکلیف دہ ہے، اور پھر مجھے دعوت دی کہ اگر تم آجاؤ تو شاید صورت حال کچھ قابو میں آجائے۔

میں اپنی مشغولیتوں کی وجہ سے سفر کو ٹال رہا تھا، معلوم کر لیا تھا کہ یہ سفر خاصا طویل ہوگا، اور ہفتہ دس روز سے کم نہیں لگے گا، اس وجہ سے طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی تھی مگر ادھر محرم بعد ہی سے ڈاکٹر صاحب کا اصرار بڑھ رہا تھا اور میں ٹال مٹول میں لگا ہوا تھا، پھر مجھے بھری کی تکلیف پیدا ہو گئی ایک ماہ اس میں نکل گیا، اس سے افاقہ ہوا تو ستمبر کے آخر میں پاکستان کا سفر پیش آگیا، پاکستان سے واپس ہوا تو ڈاکٹر صاحب کے دو دو خط موجود اور اصرار کہ سفر ضرور ہو، غیر مقلدین حضرات کی تعدیاں بہت بڑھ گئی ہیں، پھر ان کا فون پر فون آتا رہا، آخر کار میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ سفر کرنا ہے، اور ہم نے اکتوبر کی ۱۱ر کو بنارس سے بیجاپور کیلئے سفر کا آغاز کیا، ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ آپ کے ساتھ ایک مقرر اور بھی ہو، میں نے مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی کے مشورہ سے مولانا انوار الحق صاحب قاسمی مدرس دارالمبلغین لکھنؤ کو اپنے ساتھ لے لیا، مولانا انوار الحق صاحب نوجوان قاسمی فاضل ہیں۔ ماشاء اللہ تقریر خوب کرتے ہیں، یہ لکھنؤ سے بنارس آگئے تھے۔

ہم نے ساتھ ہی سفر کیا، مولانا انوار الحق صاحب بہترین رفیق سفر ثابت ہوئے، ریل سے ہم پہلے مرحلہ میں ڈاؤن پہونچے وہاں سے پھر شعلہ پور، شعلہ پور میں اسٹیشن پر لینے کے لئے متعدد افراد آگئے تھے، وہاں سے ہمیں انڈی جو بیجاپور ہی کا کوئی قصبہ ہے وہاں لیجایا گیا معلوم ہوا کہ رات کا قیام اسی انڈی میں کرنا ہے، دوسرے روز دوپہر بعد اور رات میں یہیں جلسے کا پروگرام رکھا گیا ہے، اس قصبہ و انڈی میں بڑی ہلچل تھی، معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے آمد کی اطلاع سے حلقہ غیر مقلدین میں کافی بے چینی پائی جارہی ہے انڈی ہم لوگ بعد مغرب پہونچے عشا بعد دس بجے رات تک قیام گاہ پر لوگوں کا آنا جانا رہا اور سب کی زبان پر غیر مقلدین حضرات کے بارے میں شکایتیں تھیں کہ انھوں نے اس پورے علاقہ میں شورش برپا کر رکھی ہے. تبلیغی جماعت اور تمام مقلدین کو گمراہ قرار دینا ان کا مشغلہ بن گیا ہے ۔

دوسرے روز بعد ظہر یہاں کی جامع مسجد میں جلسہ ہوا جس سے خطاب مقامی علما کے علاوہ مولانا انوار الحق صاحب قاسمی نے کیا اور مقام صحابہ اور عظمت صحابہ پر نہایت فاضلانہ بیان فرمایا لوگوں نے بڑی دلچسپی اور دلجمعی سے ان کی تقریر سنی، میں نے محسوس کیا کہ تقریر بہت موثر تھی ۔

مغرب بعد کی نشست میں میری تقریر ہوئی، میں تقریر کا آدمی نہیں، مگر اللہ نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جو کچھ کہلوایا تو لوگوں کی گفت گو اور تاثرات سے اندازہ ہوا کہ کچھ کام کی باتیں اللہ نے کہلوا دیں، تقریر میں غیر مقلدین حضرات بھی تھے انھوں نے خاموشی سے تقریر سنی، اس سے اندازہ ہوا کہ کچھ باتیں ان کے پلے بھی پڑیں، خدا کرے ان باتوں پر وہ سنجیدگی سے غور بھی کریں ۔

تقریر بعد بیجاپور کے لئے ہم لوگ رات ہی میں روانہ ہوگئے، پروگرام یہی تھا، دوسرے روز صبح نو بجے بیجاپور کی جامع مسجد میں، بیجاپور شہر کا پہلا پروگرام تھا۔ رات ۱۲ بجے کے قریب ہم لوگ ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب کی قیام گاہ پر پہونچے جہاں وہ ہمارا شدت سے انتظار کر رہے تھے، سراپا خلوص اور سراپا عمل اور سراپا حرکت سے عبارت ہے، ڈاکٹر صاحب

کی ذات گرامی، ازراہ کرم انھوں نے فوراً آرام کرنے کا موقع دیا، صبح ناشتہ سے فارغ ہوکر ہم لوگ جامع مسجد پہونچے جہاں لوگوں کی آمد شروع ہوچکی تھی اور ہم لوگوں کے پہنچنے کے بعد تو کافی بڑا مجمع جمع ہوگیا، اس نشست میں پہلی تقریر اور بہت جامع ومفصل مولانا انوارالحق صاحب کی ہوئی، ایک طرف مقرر کا جوش وخروش تھا دوسری طرف مجمع پر کیف وسرور کی کیفیت طاری تھی، ماشاءاللہ مولانا انوارالحق صاحب مقام صحابہ کے موضوع پر بہت موثر اور ایمان سے بھری تقریر کرتے ہیں، مجمع ان کی تقریر سے بہت محظوظ ہوا۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میرا بیان ہوا، میری تقریر کا عنوان تھا تقلید کی ضرورت اور اس کی شرعی حیثیت اور اجماع کا شریعت میں مقام اور اس کی حیثیت ان دونوں موضوع پر مفصل بیان ہوا، تقریر کے دوران کچھ سوالات بھی آئے جن کا جواب تقریر بعد اسی مجلس میں دیا گیا، پھر میں نے اعلان کیا کہ میرا قیام فلاں جگہ ہے اور جب تک میرا قیام ہے ۹ بجے سے ۱۱ بجے دن تک جن صاحب کو اس موضوع سے متعلق سوال کرنا ہو تشریف لائیں اور بلا تکلف اپنے شبہات اور سوالات کو رکھیں سوالات کے جوابات دینے اور شبہات کو زائل کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ اس اعلان کا الحمدللہ بہت اچھا اثر پڑا، غیر مقلدین حضرات میں سے تو کوئی نہیں آیا مگر اپنے وہ لوگ جن کے ذہنوں میں غیر مقلدین نے شکوک پیدا کر دیئے تھے انھوں نے آکر خاصا استفادہ کیا اور خدا کا شکر ہے کہ بیشتر لوگ بلکہ سبھی آنے والے توقع سے زیادہ اطمینان حاصل کرکے واپس گئے۔

اس پہلے ہی جلسہ کے بعد شہر میں ایک دھوم سی مچ گئی اور لوگ پروگرام لینے کے لئے مسلسل آتے رہے، مگر چونکہ تین ہی روز کا قیام تھا اس کی وجہ سے سب کی خواہش تو پوری نہیں کی جاسکتی تھی، ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء نے جہاں جہاں پروگرام رکھا وہاں ان تین روز میں دو دو پروگرام ہوتے رہے، ایک روز بیجاپور سے ۶۰ - ۶۵ میل کے فاصلہ پر ایک بستی میں جانا ہوا، رات کا پروگرام تھا۔

اور یہ آخری پروگرام تھا، الحمدللہ یہ پروگرام بھی بڑا کامیاب رہا، جس مسجد میں جلسہ رکھا گیا تھا، خاصی کشادہ تھی مگر آدمیوں کی کثرت سے تنگ ہو رہی تھی، یہاں پر بھی مولانا انوارالحق صاحب قاسمی کی نہایت پرجوش اور ایمان سے بھری تقریر ہوئی، پھر میرا بیان ہوا اور شاید میرا یہ آخری بیان سب سے زیادہ مفید رہا، اس لئے کہ میں نے بہت سہل زبان میں خطاب کیا، اس کا تعب تو میرے اوپر بہت پڑا، مگر عوام نے جن کی زبان اردو نہیں تھی میری تقریر کو اچھی طرح سے سمجھا اور بیشتر وہ اشکالات جو عوام کے ذہن میں تھے اللہ نے میری زبان سے خود ادا کرا دیئے اور پھر ان کے مفصل جوابات دیئے گئے جن سے لوگوں میں اطمینان کی کیفیت پیدا ہوئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

ہمیں عوام کے جو تاثرات معلوم ہوئے اس سے اندازہ ہوا کہ اب کچھ عرصہ تک غیر مقلدین کو ہمت نہ ہوگی کہ وہ اپنی مذبوحی حرکتوں کا پھر سلسلہ شروع کریں، اور اگر انھوں نے عوام کو ورغلانے کا پھر سلسلہ شروع کیا تو شاید یہ عوام ان سے اب خود ہی نمٹ لیں گے، خدا کا شکر ہے کہ مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والی رد غیر مقلدیت کے موضوع پر کتابیں یہاں لوگوں کے پاس ہیں، اور زمزم کی بھی متعدد کاپیاں یہاں آتی ہیں ان کے پڑھنے سے لوگوں کا ذہنی شعور بیدار ہوا ہے، اور غیر مقلدیت اور سلفیت کی حقیقت سے لوگ واقف ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں، اور پھر ان جلسوں سے یہاں کے عوام کے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی ہوا۔

۲۳ر اکتوبر کو روانہ ہو کر ڈاؤن سے ۲۴ کی صبح میں ہم نے واپسی کا سفر شروع کیا، مولانا انوارالحق صاحب قاسمی جھانسی اتر گئے کہ ان کو لکھنؤ کی ٹرین یہاں سے پکڑنی تھی اور مجھے چونکہ دہلی جانا تھا اسلئے میں دہلی پہونچا، اور پھر وہاں کا کام نمٹا کر ۲۷ر کو غازی پور اپنے مستقر پر پہونچا فللّٰہ الحمد والمنۃ

ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب اور ان کے مخلص رفقاء نے خلوص و محبت،

مہمان نوازی وکرم فرمائی کی انتہا کر دی، آرام وراحت کا پورا خیال رکھا، سیر وتفریح کا بھی انتظام کیا۔

بیجاپور کی تاریخی عمارتیں دیکھنے کا بھی موقع ملا، میری دلچسپی کی چیز تو وہ توپ تھی، جو عادل شاہ کے عہد میں تیار ہوئی تھی اور اورنگ زیب نے بھی جس کا استعمال کیا تھا بلکہ اس میں کچھ اصلاح بھی کی تھی۔ یہ توپ مختلف دھاتوں سے بنی ہے، اور اس کا قطر اتنا ہے کہ دو آدمیوں کے ہاتھوں میں بھی شاید نہ آئے اور اس کی لمبائی بھی حیدرآباد کے گولکھنڈہ قلعہ کی توپ سے بہت زیادہ ہے، میں حیدرآباد گولکنڈہ کے قلعہ والی توپ کو سب سے بڑی توپ سمجھتا تھا۔ مگر اس توپ کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ بیجاپور کی عادل شاہی یہ توپ اس سے ہر اعتبار سے ہیبتناک اور اس سے بہت بڑی ہے۔

ان محبین اور کرم فرماؤں کی یادوں سے دل آباد ہے، اللہ ان کو ان کے خلوص ومحبت کا بہترین بدلہ دے۔

مکتبہ اثریہ غازیپور کی ایک اور تازہ پیشکش

سبیل الرسول کتاب پر ایک نظر

تالیف :- مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

ٹھوس اور مدلل گفتگو، شگفتہ انداز تحریر، تیکھا اسلوب بیان

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی رد غیر مقلدیت میں شائع شدہ سابقہ کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی اہل علم کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہوگی۔